21629

4/10-1-76

606

25 MAR 1976

6/4
16

ریاست
اور
انقلاب

از لینن

مُترجمہ:-
جناب محمد حسن صاحب عسکری

ھِند کتاب گھر
کلاں محل، دہلی

ناشر: بچوں کا بک ڈپو - دہلی

21482

ریاست اور انقلاب

طبع اوّل کا دیباچہ

نظریہ اور عمل دونوں اعتبار سے ریاست کا سوال آج کل ایک خاص اہمیت حاصل کر رہا ہے۔ اجارہ دارانہ سرمایہ داری ریاستی سرمایہ داری میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے اور سامراجی جنگ سے یہ عمل اور بھی تیز اور شدید ہو گیا ہے۔ سرمایہ کی ملی بھگت بڑھتی جا رہی ہے، اور محنت کش عوام پر ریاست کا ظلم و ستم اور بھی ہولناک ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک مزدوروں کے لئے فوجی قید خانے بنتے جا رہے ہیں۔ ایسے فوجی قید خانے جہاں مجرموں سے محنت لی جاتی ہو—" جنگ طول پکڑ گئی ہے اور اس نے لوگوں کو ایسی ایسی ہولناک مصیبتوں میں ڈال رکھا ہے جو کبھی سننے میں بھی نہیں آئی ہوں گی، یہ حالات عوام کی کیفیت کو ناقابل برداشت بنائے دے رہے ہیں اور ان کا غم و غصہ بڑھتا جا رہا ہے۔

مزدوروں کا بین الاقوامی انقلاب صاف طور سے رونما ہو رہا ہے۔ اور ریاست سے اس کے تعلق کا سوال عملی اہمیت اختیار کر رہا ہے۔

چوں کہ اشتراکی جماعتوں کو کچھ عرصے تک پُرامن نشو و نما کا زمانہ ملا، اس لئے ان کے اندر موقع پرستی کے عناصر جمع ہو گئے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا کی اشتراکی جماعتوں میں اس وقت جنگ جویانہ وطن پرستی کا غلبہ ہے (روس میں پلے خانوف، پوتریسوف، بریش کوفسکایا، اوبانووچ، اور ذرا ڈھکی چھپی شکل میں تسریتیلی، چرنوف وغیرہ حضرات، جرمنی میں شائڈے مان، لے گی ین ڈیوڈ اور دوسرے لوگ، فرانس اور بلجیم میں رینو ویل، گیسد، وان دروییلد، انگلستان میں ہنڈمین اور فیبین لوگ وغیرہ وغیرہ) ان لوگوں کے الفاظ تو

اشتراکی ہیں، لیکن افعال میں، جنگ جو یانہ وطن پرستی موجود ہی - ان "اشتراکیت کے رہنماؤں" کی خصوصیت یہ ہی کہ یہ لوگ نہ صرف "اپنے" متوسط طبقے کے، بلکہ "اپنی" ریاست کے مفادات کے ذلیل خادم بن گئے ہیں ۔۔۔"

بڑی بڑی طاقتیں بہت سی چھوٹی اور کمزور قوموں کو غلام بنانے میں مصروف ہیں اور ان کو لوٹ رہی ہیں مگر سامراجی جنگ کا صرف ایک ہی مقصد ہی اور وہ یہ کہ مال غنیمت کو (یعنی کم زور قوموں کے ملک، کو) آپس میں تقسیم کیا جائے محنت کش عوام کو متوسط طبقے کے اثر سے اور خاص طور پر سامراج پرست متوسط طبقے کے اثر سے رہائی دلانا اس وقت تک ناممکن ہی جب تک کہ ریاست کے متعلق موقع پرستانہ اور غلط خیالات اور نظریوں کے خلاف جدوجہد نہ کی جائے۔

پہلے تو ہم ریاست کے متعلق مارکس اور اینگلز کی تعلیمات کا جائزہ لینگے اور ان کی تعلیمات کے ان پہلوؤں پر خاص طور سے بحث کرینگے جنھیں یا تو بھلا دیا گیا ہی یا موقع پرستی کی وجہ سے جن کی شکل بگاڑ دی گئی ہی۔ پھر ہم ان شکل بگاڑنیوالوں کے سب سے بڑے نمائندے کارل کوتسکی کا تجزیہ کرینگے، یہ شخص دوسری انٹرنیشنل (سنہ ۱۸۸۹ء سے سنہ ۱۹۱۴ء تک) کا سب سے مشہور رہنما ہی۔ اور اس نے موجودہ جنگ کے زمانے میں بڑے قابل رحم قسم کے سیاسی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا ہی۔ آخر میں ہم سنہ ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب اور خصوصاً ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے تجربات کا خلاصہ پیش کرینگے جیسا کہ ظاہر ہی کہ اس وقت (اگست سنہ ۱۹۱۷ء کا آغاز) انقلاب اپنی پہلی منزل کی تکمیل کر رہا ہی۔ اس انقلاب کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہی کہ یہ ان مزدور انقلابات کے سلسلے کی ایک ایک کڑی ہی جو سامراجی جنگ کی وجہ سے دنیا میں رونما ہو رہے ہیں، چنانچہ ریاست سے اشتراکی انقلاب کا کیا تعلق ہی یہ مسئلہ بڑی عملی اہمیت اختیار کرلیتا ہی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہی کہ یہ مسئلہ ہمارے

زمانے کا ایک بڑا ضروری اور لازمی مسئلہ ہے ——— ہمیں عوام کو یہ سمجھانا ہے کہ مستقبل قریب میں سرمایہ داری سے چھٹکارا پانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑیگا۔

اگست سنہ ۱۹۱۷ء

مصنف

طبع دوم کا دیباچہ

یہ دوسرا ایڈیشن تقریباً بغیر کسی تبدیلی کے شائع ہو رہا ہے، دوسرے باب میں تیسرا پیراگراف اس مرتبہ بڑھایا گیا ہے۔

موسکو ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

مصنف

پہلا باب

طبقے وارانہ سماج اور ریاست

۱- ریاست. طبقاتی اختلافات کی پیداوار ہے۔ آج کل جو کچھ مارکس کے نظریے کے ساتھ ہو رہا ہے وہ آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والے مظلوم طبقوں کے انقلابی مفکروں اور رہنماؤں کے نظریوں کے ساتھ تاریخ میں اکثر ہو چکا ہے عظیم انقلابیوں کے دوران حیات میں جابر و ظالم طبقوں نے اُن پر بڑی بے رحمی سے ظلم توڑے ہیں اور ان کی تعلیمات کا استقبال انتہائی غضبناک مخالفت، انتہائی وحشیانہ نفرت اور جھوٹ اور افترا پردازی کے سنگدلانہ حملوں کے ساتھ کیا ہے۔ ان کی موت کے بعد کوشش کی جاتی ہے کہ انھیں بے ضرر بتوں میں تبدیل کر دیا جائے، انھیں ولی بنا دیا جائے اور مظلوم طبقوں کی "تسلی" کے لئے اور انھیں دھوکا دینے کی غرض سے ان انقلابیوں کے ناموں کے گرد ایک ہالہ سا پیدا کر دیا جائے، لیکن ساتھ ہی ساتھ انکے انقلابی نظریوں کے اصلی جوہر کو بالکل بے جان اور مبتذل بنا دیا جائے۔ اور انکی انقلابی دھار کو کھٹل کر دیا جائے۔ آج کل متوسط طبقہ اور مزدوروں کی تحریک میں جو موقع پرست شامل ہیں وہ سب مل کر مارکسیت میں اور چیزوں کی آمیزش کر رہے ہیں، وہ ان تعلیمات کے انقلابی پہلو کو ان کی انقلابی روح کو غائب کر دیتے ہیں، حذف کر دیتے ہیں، اس کی شکل بگاڑ دیتے

ہیں۔ وہ صرف اس چیز کو سامنے لاتے ہیں جو متوسط طبقے کے لئے قابل قبول ہے یا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ مذاق نہیں ہے، واقعی آجکل سماجی قسم کی جنگ جو یانہ وطن پرستی کے سارے معتقد " مارکسی" بن گئے ہیں، متوسط طبقے کے جرمن پروفیسر جو پہلے مارکس کی تردید میں ماہر تھے، اب زیادہ سے زیادہ "جرمن قوم" کے مارکس کا ذکر کرنے لگے ہیں، اور بڑے زور شور سے کہتے ہیں کہ اس نے مزدوروں کی ان انجمنوں کو تعلیم دی ہے جو موجودہ غارت گرانہ جنگ کو چلانے کے لئے بڑے شاندار طریقے سے تیار کی گئی ہے، اس لئے ان حالات میں ہمارا سب سے پہلا فرض ہے کہ ریاست کے متعلق اس کی اصلی تعلیمات کو دوبارہ زندہ کریں۔ اس مقصد کے لئے خود مارکس اور اینگلز کی کتابوں میں سے لمبے لمبے اقتباسات دینے پڑینگے۔ لمبے اقتباسات سے کتاب بوجھل تو ہو جائیگی، اور اس سے کتاب کو عام پسند بنانے میں کوئی مدد نہیں ملیگی، لیکن یہ اقتباسات ناگزیر ہیں۔ مارکس اور اینگلز کی کتابوں میں ریاست کے موضوع پر باتیں موجود ہیں اُن سب کو، ورنہ ضروری ٹکڑوں کو، جہاں تک ممکن ہو سکے پورا پورا دینا لازمی ہے۔ تاکہ پڑھنے والا سائنٹفک اشتراکیت کے بانیوں کے خیالات اور ان خیالات کی نشو ونما کے متعلق آزادانہ رائے قائم کر سکے، اور تاکہ آج کل کی مروجہ "کوتسکیت" نے ان خیالات کی جس طرح شکل بگاڑی ہے اس کا باقاعدہ ثبوت پیش کیا جا سکے اور سب کو صاف طور سے سمجھایا جا سکے۔

ہم پہلے اینگلز کی سب سے مقبول کتاب، یعنی "خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز" سے شروع کرتے ہیں، جس کا چھٹا ایڈیشن اتنے دن ہوئے ۱۸۹۴ء میں اسٹوٹ گارٹ میں شائع ہوا تھا، ہمیں ان اقتباسات کو اصل جرمن سے ترجمہ کرنا ہوگا، کیونکہ روسی ترجمے حالانکہ ہیں تو بہت سے لیکن زیادہ تر یا تو نامکمل ہیں یا غیر تسلی بخش۔

اپنے تاریخی تجزیے کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اینگلز کہتا ہے:-

"چنانچہ ریاست کوئی ایسی قوت نہیں ہے جسے سماج پر باہر سے تھوپا گیا ہو؛

اسی طرح ریاست " اخلاقی تصور کی حقیقت "یا "عقل کی شبیہ اور حقیقت"، بھی نہیں ہے، جیسا ہیگل سمجھتا تھا، اس کے برخلاف یہ تو نشوونما کے ایک خاص درجے پر پہنچی ہوئی سماج کی پیداوار ہے، یہ تو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ سماج خود اپنے آپ سے ایک لاینحل تناقض میں مبتلا ہو گئی ہے، اور کبھی آپس میں نہ مل سکنے والے تضادات میں بٹ گئی ہے جنھیں دور کرنے کی طاقت اُسے حاصل نہیں، لیکن اس غرض سے کہ یہ تضادات، یہ طبقے جنکے معاشی مفاد ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، بے فائدہ کشمکش میں اپنے آپ اور سماج دونوں کو ختم نہ کر دیں، ایک ایسی طاقت لازمی ہو جاتی ہے جو ظاہرا سماج سے بلند تر ہو اور جس کا مقصد اس کشمکش میں اعتدال پیدا کرنا اور اس کو "نظام" کی حدود میں رکھنا ہو، یہ قوت جو سماج سے پیدا ہوتی ہے لیکن اپنے آپ کو سماج سے بلند تر بنا دیتی ہے، اور اس سے زیادہ سے زیادہ الگ ہوتی چلی جاتی ہے، ریاست ہے"۔

ریاست کے تاریخی معنی و مقصد کے مسئلے پر مارکسیت کا بنیادی خیال یہاں ہمیں صاف ترین شکل میں مل جاتا ہے، ریاست طبقاتی تضادات کے تناقض اور تباین کی پیداوار اور مظہر ہے، ریاست اس وقت، اس جگہ اور اس حد تک پیدا ہوتی ہے، جہاں تک کہ طبقاتی تضادات معروضی طور سے آپس میں نہیں ملائے جا سکتے۔ اور اس کے برعکس ریاست کا وجود ثابت کرتا ہے کہ طبقاتی تضادات کے درمیان مصالحت نہیں ہو سکتی۔

بالکل یہی سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس کے متعلق مارکسیت کی شکل کو بگاڑا جاتا ہے اور خاص طور پر دو انداز سے۔

ایک طرف تو جب متوسط طبقے اور نچلے متوسط طبقے کے نظریہ سازوں

کو ناقابل تردید تاریخی حقائق کے دباؤ سے مجبور ہو کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ ریاست صرف اس جگہ ہوتی ہے، جہاں طبقاتی تضادات اور طبقاتی کشمکش موجود ہو، تو وہ مارکس کی "تصحیح" اس انداز سے کرتے ہیں کہ ریاست طبقوں کو آپس میں ملانے کا ایک آلہ کار معلوم ہونے لگتی ہے، مارکس کے نزدیک تو اگر طبقوں کا آپس میں اتحاد ممکن ہوتا تو ریاست نہ تو پیدا ہوتی اور نہ اپنے آپ کو قایم رکھ سکتی: لیکن نچلے متوسط طبقے کے کور چشم پروفیسروں اور مصنفوں کے یہاں ریاست طبقوں کے درمیان ثالث بالخیر بن جاتی ہے (اور اس بات کو اکثر مارکس پر بڑی نوازش فرماتے ہوئے اس کی کتابوں کے حوالے دے دے کر ثابت کیا جاتا ہے!)

مارکس کے نزدیک ریاست ایک آلہ کار ہے طبقاتی غلبے کا، ایک طبقے پر دوسرے طبقے کے ظلم وجور کا۔ اس کا مقصد ایک ایسا "نظم" اور ایسا ضابطہ پیدا کرنا ہے جو اس ظلم کو قانونی شکل دے دیتا ہے۔ اور طبقوں کے تصادم میں اعتدال پیدا کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قایم کر دیتا ہے۔ لیکن نچلے متوسط طبقے کے سیاست دانوں کی رائے میں ضابطے اور نظم کے معنی ایک طبقے پر دوسرے طبقے کا جبر و ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ طبقوں کے درمیان اتفاق و اتحاد۔ وہ کہتے ہیں کہ تصادم میں اعتدال پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مظلوم طبقوں سے ظالموں کا تختہ الٹ دینے کے چند خاص ذرائع اور جدوجہد کے طریقے چھین لئے جائیں، بلکہ سب طبقوں کو آپس میں ملانے کی کوشش کرنا

مثلاً جب ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں ریاست کے اصلی معنی و مقصد کا سوال اپنی پوری وسعت کے ساتھ پیدا ہوا اور ایک ایسا عملی مسئلہ بن گیا جس کا بہت بڑے پیمانے پر فوری حل لازمی تھا، تو سارے اشتراکی انقلاب پسند اور مین شیویک یکایک اور کلیتاً نچلے متوسط طبقے کے اس نظریے پر آرہے کہ "ریاست" کا کام طبقوں کے درمیان "اتفاق و اتحاد" پیدا کرنا ہے، ان دونوں

جماعتوں کے سیاست دانوں کے بے شمار مضامین اور تجویزوں میں "اتفاق واتحاد" کا یہ خالص کوڑ مغزانہ اور نچلے متوسط طبقے والا نظریہ رچا ہوا ہے۔ یہ نچلے متوسط طبقے والی جمہوریت اس حقیقت کو کبھی نہیں سمجھ سکتی کہ ریاست ایک خاص طبقے کے اقتدار کا آلہ کار ہے۔ اور یہ طبقہ اپنے مقابل سے (یعنی جو طبقہ اس کے خلاف ہی) کبھی متفق ومتحد نہیں ہو سکتا۔ ریاست کے متعلق اس طبقے کا رویہ اس بات کا سب سے کھلا ہوا ثبوت ہے کہ ہمارے اشتراکی انقلاب پسند اور مین شیویک قطعاً اشتراکی ہیں ہی نہیں (اور یہی ہم بولشیویک لوگ ہمیشہ کہتے آئے ہیں) بلکہ نچلے متوسط طبقے والے جمہوریت پسند ہیں جن کے الفاظ اشتراکیت سے کچھ ملتے جلتے ہیں۔

دوسری طرف مارکسیت کی وہ تخریب ہے جو کوتسکیت نے کی ہے یہ بہت زیادہ باریک اور لطیف چیز ہے "نظری اعتبار سے" تو یہ لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ریاست طبقاتی اقتدار کا آلہ کار ہے یا طبقاتی تضادات میں کوئی مصالحت ناممکن ہے۔ لیکن جو بات بھلا دی جاتی ہے یا جسے طرح طرح کی تاویلوں سے چھپا دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ریاست طبقاتی مخالفتوں کے بالکل متناقض ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر ریاست کوئی ایسی طاقت ہے جو سماج سے بلند تر ہے اور "اپنے آپ کو سماج سے زیادہ سے زیادہ الگ کرتی چلی جا رہی ہے" تو یہ صاف ظاہر ہے کہ مظلوم طبقوں کی آزادی نہ صرف متشددانہ انقلاب کے بغیر ناممکن ہے بلکہ اس ریاست کی طاقت والی مشین کی بربادی کے بغیر بھی ناممکن ہے جسے حکمراں طبقے نے بنایا ہے اور جس کی شکل میں اس "علیحدگی" کی تجسیم ہوئی ہے جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے مارکس نے یہ نتیجہ جو نظریاتی اعتبار سے بالکل صاف اور کھلا ہوا ہے، انقلاب کے مسئلے کے ٹھوس تاریخی تجزیے سے اخذ کیا تھا۔ اور جیسا کہ ہم آئندہ چل کر پوری طرح بتائیں گے یہی وہ نتیجہ ہے جسے کوتسکی نے بھلا دیا ہے۔ اور جس کی شکل بگاڑ ڈالی ہے۔

۲- مسلح آدمیوں کی خاص جماعتیں، قید خانے وغیرہ۔

اینگلز اسی سلسلے میں آگے کہتا ہے "قدیم زمانے میں قبیلے کی تنظیم کے برخلاف ریاست کی سب سے پہلی خصوصیت اور مابہ الامتیاز یہ ہے کہ یہاں ریاست کی رعایا کو ملک یا علاقے کے اعتبار سے ایک جگہ جمع کیا جاتا ہے..."

اس طرح لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا ہمیں تو "فطری" معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نظام پرانی قسم کی قبائلی سماج کے خلاف بڑی لمبی اور سخت جدوجہد کے بعد قایم ہوا ہے۔

"...... دوسری خصوصیت عام لوگوں سے متعلق ایک قوت کا قیام ہے۔ یہ قوت کلیتاً ساری آبادی کے ہم معنی اور مترادف نہیں ہے جس نے اپنے آپ کو مسلح قوت کی حیثیت سے منظم کر لیا ہو۔ عام لوگوں سے متعلق یہ خصوصی قوت بہت ضروری ہے کیوں کہ جب سے سماج طبقوں میں بٹی ہے ساری آبادی کی ایسی مسلح تنظیم ناممکن ہو گئی ہے جو خود بخود کام کرتی ہو ... یہ قوت ہر ریاست میں موجود ہوتی ہے، یہ صرف مسلح آدمیوں پر ہی مشتمل نہیں ہوتی، بلکہ اس میں مادی سازوسامان، قید خانے، ہر قسم کے جبر و تشدد کرنے والے ادارے سب شامل ہیں جن سے قبائلی سماج واقف بھی نہیں تھی۔"

اینگلز اس "قوت" کے تصور کو نشوونما دیتا ہے جسے ریاست کہا جاتا ہے ——— وہ قوت جو سماج سے پیدا ہوتی ہے، لیکن اپنے آپ کو اس سے بلند تر بنا لیتی ہے، اور اس سے زیادہ سے زیادہ الگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ قوت کن چیزوں پر مشتمل ہے؟ اس کا اشتمال مسلح آدمیوں کی مخصوص جماعتوں پر ہے جن کے قبضے میں قید خانے وغیرہ ہوتے ہیں۔

ہم مسلح آدمیوں کی مخصوص جماعتوں کا ذکر کرنے میں حق بجانب ہیں کیونکہ عام لوگوں سے متعلق یہ قوت جو ہر ریاست کا لازمی حصہ ہے، مسلح آبادی

اور اس کی "خود کام کرنے والی مسلح تنظیم" کے "کلیتاً مترادف اور ہم معنی" نہیں ہے۔

تمام بڑے انقلابی مفکروں کی طرح اینگلز طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کی توجہ اسی امر کی طرف مبذول کراتا ہے جسے ہمارے زمانے کی مروجہ کور چشمی سب سے کم قابل اعتنا اور سب سے عام بات سمجھتی ہے اور جسے ٹھوس، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پتھر کی طرح بے جان روایتی تعصبات نے مقدس بنا دیا ہے مستقل فوج اور پولیس ریاست کی قوت کے سب سے خاص ہتھیار ہیں لیکن کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہو سکتا ہے؟

انیسویں صدی کے آخر کے یورپ والوں کی زبردست اکثریت کے نقطۂ نظر سے جو اینگلز کے مخاطب تھے اور جنھوں نے نہ تو کسی بڑے انقلاب کا خود تجربہ کیا تھا نہ اس کا غور سے مشاہدہ کیا تھا، اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا، وہ بالکل سمجھ ہی نہیں سکتے کہ "آبادی کی خود بہ خود کام کرنیوالی مسلح تنظیم" کا کیا مطلب ہے، جب یہ سوال ہوتا ہے کہ مسلح آدمیوں کی ایسی مخصوص جماعتوں کی ضرورت کیسی پیدا ہوئی جو سماج سے بلند و برتر ہوں اور اس سے علیحدہ ہوتی جا رہی ہوں (یعنی پولیس اور مستقل فوج) تو مغربی یورپ اور روس کے یہ کور چشم لوگ جو آپ ہیں اسپنسر اور میخائیلوفسکی کے دو چار فقرے دہرا دیتے ہیں۔ سماجی زندگی کی پیچیدگیوں اور فرض کے اختلاف کا ذکر کرنے لگتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اس قسم کے حوالے بڑے "سائنٹفک" معلوم ہوتے ہیں، اور عام آدمی کے ہوش و حواس کو بڑی خوبی سے بے کار کر دیتے ہیں، اور یہ سب سے اہم اور بنیادی چیز نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ سماج ایسے مخالفانہ طبقوں میں بٹ گئی ہے جن کے درمیان میل ہو ہی نہیں سکتا۔

اگر سماج اس طرح ٹکڑوں میں نہ بٹ جاتی تو "آبادی کی خود بخود کام

کرنے والی مسلح تنظیم" اپنی پیچیدگی اور اپنے طریقۂ کار کی برتری کے سبب ڈنڈے لئے ہوئے بندروں کے غول کی قدیمی تنظیم سے، یا قدیم زمانے کے انسانوں کی تنظیم سے یا قبائلی قسم کی سماج میں متحد انسانوں کی تنظیم سے تو ضرور مختلف ہوتی، لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ اب بھی ممکن ہوتی۔

یہ چیز اب ناممکن ہے کیونکہ تہذیب و تمدن کے زمانے میں سماج مخالفانہ، بلکہ ناقابلِ مصالحت طور پر مخالفانہ طبقوں میں بٹ گئی ہے جو اگر "خود بہ خود کام کرنے والے" طریقے سے مسلح ہو جائیں تو ایک دوسرے سے مسلح جنگ میں مبتلا ہو جائیں گے، ریاست بنتی ہے، ایک خاص قوت مسلح آدمیوں کی مخصوص جماعتوں کی شکل میں پیدا کی جاتی ہے۔ اور ہر انقلاب ریاست کی مشین کو برباد کر کے ہمیں دکھاتا ہے کہ حکمراں طبقہ کس طرح مسلح آدمیوں کی مخصوص جماعتوں کو قبضے میں لا کر ان سے اپنی خدمت لینا چاہتا ہے، اور مظلوم طبقہ کس طرح اسی قسم کی ایک ایسی نئی تنظیم پیدا کرنا چاہتا ہے جو ظالموں کے کام نہ آئے بلکہ مظلوموں کی خدمت کرنے کی اہلیت رکھتی ہو۔

اس اوپر والے بیان میں اینگلز نظریاتی اعتبار سے وہی سوال اٹھاتا ہے جو ہر بڑا انقلاب عملی اور مرئی طور سے، فعل و عمل کے بہت بڑے پیمانے پر اٹھاتا ہے، یعنی مسلح آدمیوں کی مخصوص جماعتوں اور "آبادی کی خود بہ خود کام کرنے والی مسلح تنظیم" کے درمیان تعلق کا سوال، ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ یورپ اور روس کے انقلابوں کا تجربہ اس امر کی ٹھوس مثالیں کس طرح بتاتا ہے۔

آئیے اینگلز کی بحث کو پھر دیکھیں۔

وہ بتاتا ہے کہ بعض اوقات، مثلاً شمالی امریکہ میں دو چار جگہ عام لوگوں سے متعلق یہ قوت کمزور ہوتی ہے (اس کے ذہن میں ایک ایسی استثنٰی

ہے جو سرمایہ دارانہ سماج میں بہت کم یاب ہے، اور وہ شمالی امریکہ کے بعض علاقوں کے اس زمانے کا ذکر کر رہا ہے جب ابھی تک سامراجی دور شروع نہیں ہوا تھا، اور آزادی سے نئی بستیاں بسانے والوں کا دور دورہ تھا) لیکن عام طور سے یہ قوت روز بروز زیادہ طاقت ور ہوتی جاتی ہے:- یہ قوت اس تناسب سے طاقت حاصل کرتی ہے کہ ریاست کے اندر طبقاتی مخاصمتیں جیسے جیسے شدید ہوتی جاتی ہیں، اور آس پاس کی ریاستوں کی آبادی اور رقبہ جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے ویسے ہی ویسے یہ قوت بھی زیادہ زور پکڑتی جاتی ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے صرف موجودہ زمانے کے یورپ پر ایک نظر ڈال لینا کافی ہے، جہاں طبقاتی کشمکش اور نئی فتوحات کی رقابت نے اس قوت کو اتنا شدید بنا دیا ہے کہ اب وہ ساری سماج بلکہ خود ریاست کو ہڑپ کو جانے کی دھمکی دے رہی ہے۔

یہ ۱۸۹۰ء کے قریب لکھا گیا تھا، اینگلز کے آخری دیباچے کی تاریخ ۱۶ر جون ۱۸۹۱ء ہے۔ سامراج کی طرف رجحان، جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کا پورا اقتدار، بڑے بڑے بینکوں کی پوری حکمرانی، بہت بڑے پیمانے پر نو آبادیاتی پالیسی، اور ایسی ہی چیزیں فرانس میں ابھی شروع ہو رہی تھیں، اور شمالی امریکہ اور جرمنی میں تو اور بھی کمزور تھیں۔ جب سے لیکر اب تک تو "فتوحات کے سلسلے میں رقابت" بے انتہا ترقی کر گئی ہے ــــــ خاص طور سے یوں کہ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے آغاز ہونے تک ساری دنیا ان "رقیب فاتحوں" کے درمیان، یعنی بڑی بڑی لوٹ مار کرنیوالی قوتوں کے درمیان بٹ گئی تھی۔ جب سے فوجی اور بحری اسلحہ بندی خوف ناک حد تک بڑھ گئی ہے، اور دنیا پر اقتدار حاصل کرنے کے لیئے ۱۹۱۴-۱۷ء میں انگلستان یا جرمنی نے جو لڑائی لڑی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ریاست کی لالچی قوت نے سماج کی ساری طاقتوں کو ہڑپ کر لیا ہے،

اور اب معاملہ بالکل ایک بہت زبردست حادثے کے قریب پہنچ گیا ہے"
سنہ ۱۸۹۱ء میں اینگلز نے بتادیا تھا کہ "فتوحات کے سلسلے میں رقابت"
بڑی بڑی طاقتوں کی خارجی پالیسی کی سب سے اہم خصوصیات میں سے
ہے لیکن سنہ ۱۹۱۰-۱۹۱۴ء میں یہ رقابت پہلے سے کئی گنا زیادہ شدید ہوگئی
ہے، اور اس کی وجہ سے ایک سامراجی جنگ بھی رونما ہوچکی ہے تو جنگ
جویانہ قسم کی سماجی وطن پرستی کے یہ بدمعاش پرستار" اپنے" سرمایہ دارانہ
طبقوں کی لوٹ مار والی پالیسی کی حمایت کر رہے ہیں، اور اپنی حمایت کو "اور
وطن کے دفاع"، یا "جمہوریت اور انقلاب کے دفاع" وغیرہ کے متعلق حسین
فقروں سے چھپانا چاہتے ہیں!

۳۔ ریاست مظلوم طبقے پر ظلم وستم کے آلۂ کار کی حیثیت سے

عام لوگوں سے متعلق ایک مخصوص قوت کو جو سماج سے بلند تر ہو، قائم
رکھنے کے لئے ٹیکسوں اور ریاستی قرضوں کی ضرورت ہے۔
.. عام لوگوں کی قوت اور ٹیکس لگانے کا حق سرکاری افسروں کے
ہاتھ میں ہے۔ اب یہ لوگ سماج کے ایسے آلۂ کار ہیں جو سماج سے بلند تر ہیں۔
قبائلی قسم کی حکومت کے اعضاء کی جو آزادانہ اور خود مختارانہ انداز سے عزت
کی جاتی تھی، وہ اگر ان لوگوں کو مل بھی جائے تو ان کو مطمئن نہیں کرتی۔"
افسروں کے تقدس اور تحریم کی خاطر خصوصی قانون بنائے جاتے ہیں
قبیلے کے نمائندے کی بہ نسبت "معمولی سے معمولی پولیس والے کے ہاتھ میں
کہیں زیادہ طاقت ہوتی ہے، لیکن وہ قبیلے کے چھوٹے سے چھوٹے سردار کی جس
طرح کسی جبر یا بحث مباحثے کے بغیر عزت کی جاتی ہے، اس پر مہذب ریاست
کی فوجی طاقت کے سب سے بڑے سردار کو بھی رشک آسکتا ہے۔
ریاست کی قوت کے آلات کار کی حیثیت سے افسروں کے خاص

خاص حقوق اور ان کے درجے کا سوال یہاں بہت صاف طور سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ خاص بات جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو انھیں سماج سے بلند تر درجہ دیتی ہے؟ ہم دیکھیں گے کہ ۱۸۷۱ء میں پیرس کمیون نے اس نظریاتی مسئلے کو عملی طور سے کس طرح حل کیا، اور ۱۹۱۲ء میں کوتسکی نے اسے رجعت پسندانہ طریقے سے کس طرح چپ چاپ گول کر دیا۔

"چونکہ ریاست اس ضرورت سے پیدا ہوئی ہے کہ طبقاتی مخالفتوں کو روکے رکھا جائے، لیکن ساتھ ہی ساتھ ان طبقوں کے تصادم کے دوران میں پیدا ہوئی ہے، اس لئے لازمی طور پر یہ ریاست سب سے طاقت ور اور اقتصادی طور پر غالب طبقے کی ریاست ہے، جو اپنی اسی اقتصادی قوت کی وجہ سے سیاسی طور سے بھی سب سے غالب طبقہ بن جاتا ہے، اور اس طرح مظلوم طبقے کو دبائے رکھنے اور اس کو لوٹتے رہنے کے نئے ذریعے حاصل کر لیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔"

صرف قدیم اور جاگیردارانہ ریاستیں ہی غلاموں اور کسانوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں تھیں بلکہ

"جدید نمائندہ ریاست سرمایے کے ہاتھ میں ایک ذریعہ ہے اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کو لوٹنے کا۔ استثنیٰ کے طور پر بعض ایسے دور بھی ہوتے ہیں، جب آپس میں لڑنے والے طبقے آپس میں توازن اور ہم آہنگی کے قریب پہنچ جاتے ہیں کہ ریاست کی قوت جو ظاہر میں تو ثالث بالخیر کی حیثیت سے سامنے آتی ہے کچھ عرصے کے لئے ان دونوں سے متعلق ایک قسم کی آزادی اور خود مختاری فرض کر لیتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔"

مثال کے طور پر اس قسم کی ریاستیں سترھویں اور اٹھارھویں صدیوں کی مطلق العنان شاہی حکومتیں تھیں، یا فرانس پہلی اور دوسری سلطنتوں کی بوناپارٹیت، یا جرمنی میں بسمارک کا عہد۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایسے وقت جب نچلے متوسط طبقے کی جمہوریت

پسندوں کی رہنمائی کے طفیل سوویت جماعتیں بالکل ناکارہ ہو چکی ہیں، حالانکہ متوسط طبقہ ابھی اتنا طاقتور نہیں ہوا کہ انھیں بالکل تتر بتر کر دے، آج جمہوری روس میں کیرینسکی کی حکومت، انقلابی پرولتاریہ پر ظلم توڑ چکنے کے بعد، اسی قسم کی حکومت ہے۔

اینگلز کہتا ہے کہ جمہوری طرز کی عوامی حکومت میں " دولت اپنی طاقت کا استعمال بالواسطہ، مگر اور بھی زیادہ موثر، طریقے سے کرتی ہے" پہلے تو افسروں کو براہ راست بگاڑ کر" (امریکہ) دوسرے " حکومت اور اسٹاک ایکسچینج کی ملی بھگت" کے ذریعے (فرانس اور امریکہ)

موجودہ زمانے میں سامراج اور بینکوں کے غلبے نے ہر قسم کی جمہوری طرز والی عوامی حکومتوں میں دولت کی قدرت کاملہ کو منوانے اور اسکی محافظت کرنے کے ان دونوں طریقوں کو ترقی دے کر ایک بڑا غیر معمولی فن لطیف بنا دیا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر روس کی جمہوری طرز والی عوامی حکومت کے بالکل شروع کے مہینوں میں، یا یوں کہیئے کہ " اشتراکیوں" —— اشتراکی انقلاب پسندوں اور منشویکوں —— اور متوسط طبقے کی جو شادی رچی ہے اس کے ہنی مون کے دوران میں مسٹر پال چنسکی نے سب پارٹیوں کی متحدہ وزارت میں ہر اس تجویز کی مخالفت کی جو سرمایہ داروں اور ان کی جنگ سے منافع کمانے پر پابندی کرنا چاہتی تھی اور یہ لوگ جو فوجی ٹھیکوں کے ذریعے حکومت کے خزانے کو لوٹ رہے تھے اسے روکنا چاہتی تھی؟ اور اگر ان کے استعفے کے بعد، مسٹر پال چنسکی کو ان کی جگہ بھی بالکل اسی قسم کا ایک اور پال چنسکی آیا) سرمایہ داروں نے " انعام " کے طور پر ایک " نرم " سی آسامی دے دی جسکی تنخواہ ایک لاکھ بیس ہزار روبل سالانہ تھی، تو یہ کیا تھا؟ بالواسطہ یا بلاواسطہ رشوت؟ سرمایہ دارانہ کمپنیوں سے حکومت کی ملی بھگت، یا " صرف " دوستانہ تعلقات؟ چیرنوفسو، تسریتیلی، آوکسین تیف

اور اس کو بیلیف جیسے لوگوں کا کیا کام رہا ہے؟ یہ لوگ خزانے کے لکھ پتی لیڈروں کے براہ راست ساتھی ہیں یا بالواسطہ؟

اس طرح جمہوری طرز کی عوامی حکومت میں "دولت" کی قدرت کاملہ اور بھی محفوظ ہو جاتی ہے، کیونکہ یہاں اس کا انحصار سرمایہ داری کی سیاسی کمین گاہ پر نہیں ہوتا۔ جمہوری طرز کی عوامی حکومت سرمایہ داری کے لئے بہترین سیاسی کمین گاہ ہے، چنانچہ اس بہترین کمین گاہ پر ڈپال جنکی، چرنوف تسریتلی جیسے لوگوں کے ذریعے، سرمایہ داری کا ایک مرتبہ قبضہ ہو جائے تو وہ اپنی طاقت کو اتنی مضبوطی سے اور اتنے محفوظ طریقے سے قائم کر لیتی ہے کہ متوسط طبقے کی جمہوریت میں آدمیوں اداروں، یا جماعتوں کی کسی طرح کی تبدیلی بھی اُسے نہیں ہلا سکتی۔

ہمیں یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ اینگلز رائے کے عالم گیر حق کو بھی بالکل قطعی طریقے سے متوسط طبقے کے اقتدار کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے۔ جرمنی کی سماجی جمہوریت کے طویل تجربے کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ رائے دینے کا عالم گیر حق اس بات کی علامت ہے کہ مزدور طبقہ پختہ کار ہو گیا ہے، موجودہ ریاست میں اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور نہ کبھی ہو گا"۔

نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسند، جیسے ہمارے اشتراکی انقلاب پسند اور مینشیویک، اور ان کے جڑواں بھائی بھی، یعنی مغربی یورپ کے موقع پرست اور سماجی قسم کی جنگ جویانہ وطن پرستی کے قائل، یہ سب عالم گیر حق رائے دہندگی سے کچھ "زیادہ" کی توقع کرتے ہیں، وہ خود بھی اس غلط خیال میں شریک ہیں اور ایسے لوگوں کے ذہن نشین بھی کرا رہے ہیں کہ "موجودہ زمانے کی ریاست میں عام رائے دہندگی واقعی محنت کشوں کی اکثریت کی مرضی اور ارادے کو ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کی تکمیل کا ذمہ لے سکتا ہے۔

یہاں ہم صرف یہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ غلط خیال کس طرح موجود ہے، اور

صرف یہ بتا سکتے ہیں کہ "سرکاری (یعنی موقع پرست) اشتراکی جماعتوں کی پروپیگنڈہ
اور شور و شر میں اینگلز کے اس انتہائی صاف و صحیح اور ٹھوس بیان کی شکل
کس طرح بگاڑ دی گئی ہے۔ اس خیال کی بطالت کا مفصل تجزیہ، جیسے اینگلز
نے یک قلم رد کر دیا ہے، ہم آگے چل کر "موجودہ زمانے کی" ریاست کے
متعلق مارکس اور اینگلز کے خیالات کے بیان میں کرینگے۔

اینگلز نے اپنے خیالات کا ایک عام خلاصہ اپنی سب سے مقبول کتاب
میں حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے "چنانچہ ریاست ازل سے موجود نہیں رہی
ہے۔ ایسی سماجیں بھی ہوئی ہیں جن کا کام اس کے بغیر چلتا رہا ہے، اور جن
کے ذہن میں ریاست اور ریاست کی قوت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ معاشی
نشوونما کے ایک خاص درجے پر پہنچ کر، جو سماج کے طبقوں میں بٹ جانے
سے لازمی طور پر متعلق ہے، اس افتراق کی وجہ سے ریاست ایک ضروری
چیز بن گئی۔ پیداوار کی نشوونما میں ہم بڑی تیزی کے ساتھ اس منزل کے
قریب پہنچ رہے ہیں۔ جہاں ان طبقوں کا وجود ضروری نہیں رہا ہے، بلکہ پیداوار
میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ بنتا جا رہا ہے۔ جس ناگزیر طریقے سے وہ ابتدائی
زمانے میں پیدا ہوئے تھے اُسی طرح مٹ بھی جائیں گے، ان کے ساتھ ساتھ
ریاست کا غائب ہو جانا بھی ناگزیر ہے۔ وہ سماج جو پیداوار کی تنظیم پیدا کرنیوالوں
کی آزادانہ اور مساویانہ شرکت کی بنیاد پر کرتی ہے۔ ریاست کی ساری مشین
کو وہیں پہنچا دیگی۔ جہاں اس کی جگہ ہے۔ یعنی چرخے اور کانس کی کلہاڑی کے
ساتھ ساتھ قدیم نوادرات کے عجائب خانے میں۔"

ہمارے زمانے کی سماجی جمہوریت کے پروپیگنڈے اور شورشی ادب
میں ہمیں اینگلز کا یہ بیان بہت زیادہ نہیں ملتا لیکن اگر کبھی مل بھی جاتا ہے.
تو اسے بالکل اس طرح نقل کیا جاتا ہے جیسے کسی بت کو سجدہ کرتے ہیں، یعنی
یہ حرکت صرف اینگلز کے لئے سرکاری قسم کا احترام ظاہر کرنے کے لئے کیجاتی

ہے اور ریاست کی ساری مشین کو... قدیمی نوادرات کے عجائب خانے میں" پہنچا دینے والے جملے ہیں۔ انقلابی عمل کی جو وسعت اور گہرائی چھپی ہوئی ہے اس کا اندازہ لگانے کی کوئی کوشش نہیں ہوتی، زیادہ تر تو یہ لوگ اس چیز کو اچھی طرح سمجھتے بھی نہیں جسے اینگلز ریاست کی مشین کہتا ہے۔

۴۔ ریاست کا "آہستہ آہستہ غائب ہو جانا" اور پرتشدد انقلاب۔

ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہو جانے" کے متعلق اینگلز کے الفاظ اتنے مقبول ہوئے ہیں، انھیں اتنا زیادہ نقل کیا جاتا ہے اور وہ اتنے صاف طور سے دکھاتے ہیں کہ عام طور پر مارکسیت میں کن چیزوں کی آمیزش کی جاتی ہے جن کی وجہ سے وہ بالکل موقع پرستی معلوم ہونے لگتی ہے، کہ ہمیں چاہیے ان الفاظ پر تفصیل کے ساتھ بحث کریں، یہاں ہم وہ پورا ٹکڑا نقل کرتے ہیں جس سے یہ الفاظ لئے گئے ہیں:

"پرولتاریہ ریاست کی قوت پر قبضہ جما لیتی ہے، اور پھر ذرائع پیداوار کو ریاست کی ملکیت میں تبدیل کر دیتی ہے، طبقوں کے اختلافات اور تضادات کو ختم کر دیتی ہے، ریاست کو ریاست کی حیثیت سے ختم کر دیتی ہے، پہلے والی سماج چونکہ طبقاتی مخالفتوں کے درمیان زندہ تھی، اس لئے اسے ریاست کی ضرورت تھی، یعنی ہر زمانے میں لوٹنے کھسوٹنے والے طبقے کو پیداوار کے خارجی حالات برقرار رکھنے کے لئے ایک ادارے کی ضرورت ہوتی تھی —— لوٹنے کھسوٹنے کے طریقوں کا تعین اس زمانے میں پیداوار کے طریقے سے ہوتا تھا (یعنی غلامی رعیت کا طریقہ یا اجرتی محنت) اور لوٹنے والا طبقہ اس ادارے کے ذریعے مظلوم طبقے کو بہ جبر انھیں حالات میں رکھنا چاہتا تھا، ریاست پوری سماج کی سرکاری نمائندہ تھی، ایک مرئی اور جسمانی شکل میں سماج کی تشکیل، لیکن ریاست کی یہ حیثیت صرف اسی حد تک تھی جہاں تک یہ ریاست اس طبقے کی ریاست تھی جو اس عہد میں بذات خود مجموعی اعتبار سے

سماج کی نمایندگی کرتا تھا، قدیمی زمانے میں یہ غلاموں کے مالک شہریوں کی ریاست تھی، ازمنۂ متوسط میں جاگیردار امرا کی، اور ہمارے زمانے میں متوسط طبقے کی، جب آخر کار ریاست واقعی مجموعی طور سے ساری سماج کی نمائندہ بن جائیگی تو یہ بالکل غیر ضروری چیز ہوگی، جب سماج کا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہوگا، جسے دبائے رکھنا پڑے، جب طبقاتی اقتدار اور انفرادی وجود کے لئے کشمکش کے ساتھ ساتھ جسکی بنیاد پیداوار کی پہلے والی نراجیت پر تھی، ان چیزوں سے پیدا ہونے والے تصادم اور زیادتیاں بھی دور ہو جائیں گی، تو پھر کوئی ایسی چیز رہیگی ہی نہیں جسے ظلم و جبر سے دبایا جائے، اور کسی خاص جابرانہ قوت، یعنی ریاست کی ضرورت باقی نہیں رہیگی، وہ پہلا فعل جس کی وجہ سے ریاست واقعی مجموعی حیثیت سے سماج کی نمایندہ بن کر سامنے آئے گی ـــــ یعنی سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر قبضہ کر لینا ـــــ ایک وقت ریاست کی حیثیت سے ریاست کا آخری خود مختارانہ فعل ہوگا۔ یکے بعد دیگرے سماجی تعلقات کے تمام دائروں میں ریاست کی قوت کی مداخلت غیر ضروری ہوتی چلی جائے گی اور پھر خود بخود معطل ہو جائے گی، اشخاص پر حکومت کے بجائے چیزوں کا نظم و نسق اور پیداوار کے عوامل کی رہنمائی آجائے گی، ریاست کو "ختم نہیں کیا جائیگا" وہ خود آہستہ آہستہ غائب ہو جائے گی، یہ ہے وہ نقطہ نظر جس کے مطابق ہمیں اس فقرے "عوام کی آزاد ریاست" کو ـــــ بعض موقعوں پر شورش پیدا کرنے کے مقصد سے اس کے جواز، اور آخر میں سائنٹفک اعتبار سے اس کی کوتاہی دونوں کو ـــــ اور نام نہاد نراجیوں کے اس مطالبے کو بھی جانچنا چاہیے کہ ریاست کو یک لخت ختم کر دینا لازمی ہے" (اینگلز "Anti-Duhring")

غلطی کر بیٹھنے کے کسی خوف کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ اینگلز کی اس بحث میں سے جس میں خیالات کی ایسی بے مثال فراوانی ہے، صرف

ایک بات موجودہ اشتراکی جماعتوں کے اشتراکی تفکر کا لازمی جز بنی ہے، اور وہ یہ کہ ریاست کو "ختم کردینے" کے نراجی نظریے کے برخلاف مارکس کے نزدیک ریاست "آہستہ آہستہ غائب ہوجاتی ہے"، مارکسیت کو اس طرح کم مایہ اور نادار بنانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بالکل موقع پرستی کی شکل میں تبدیل کیا جارہا ہے، کیونکہ اس قسم کی "تفسیر" صرف ایک دھیمی، بلکہ بڑی بتدریج تبدیلی کا دھندلا تصور پیدا کرتی ہے جس میں جست وخیز اور طوفانی معرکوں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے اور جو انقلاب سے آزاد ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" کا مروجہ اور مقبول تصور انقلاب کی نفی نہیں تو یہ معنی تو ضرور رکھتا ہے کہ انقلاب کو چپکے سے نظر انداز کر دیا جائے، لیکن مارکسیت کی ایسی "تفسیر" اس کی انتہائی بھونڈی تخریب ہے جس سے صرف متوسط طبقے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نظریے کی حیثیت سے اس کی بنیاد اُن اہم ترین حالات اور امور کو نظر انداز کر دینے پر ہے جن کی طرف اینگلز نے اس اقتباس میں توجہ دلائی ہے جسے ہم نے ابھی پورا پورا نقل کیا ہے، اور جہاں اس نے اپنے خیالات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی بحث کے شروع میں ہی اینگلز کہتا ہے کہ جب پرولتاریہ ریاست کی قوت پر قبضہ جما لیتی ہے تو اسی فعل کی رو سے "ریاست کو ریاست کی حیثیت سے ختم کردیتی ہے" اس کے فقرے کے حقیقت میں کیا معنی ہیں اس پر غور کرنے کی لوگوں کو بالکل "عادت" نہیں، عام طور پر اسے یا تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یا اینگلز کی ایک "ہیگلانہ کمزوری" سمجھا جاتا ہے، دراصل ان الفاظ میں بڑے مختصر اور جامع انداز سے ایک بہت بڑے پرولتاری انقلاب کا تجربہ بیان کیا گیا ہے ——— یعنی ۱۸۷۱ء کی پیرس کمیون کا جس کا ذکر ہم مناسب موقع پر تفصیل کے ساتھ کرینگے، دراصل یہاں اینگلز پرولتاری انقلاب کے ہاتھوں بورژوا ریاست کی بربادی کا ذکر کررہا ہے، اور اس کے

آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے متعلق جو الفاظ ہیں ان کا تعلق اس پرولتاری ریاستیت کے بقیہ عناصر سے ہے جو اشتراکی انقلاب کے بعد بچیں گے، اینگلز کے نقطہ نظر کے مطابق بورژوا ریاست "آہستہ آہستہ غائب نہیں ہوگی" بلکہ انقلاب کے دوران میں پرولتاریہ اسے "ختم کر دیگی"۔ جو چیز انقلاب کے بعد آہستہ آہستہ غائب ہوگی وہ پرولتاری ریاست یا نیم ریاست ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ریاست ایک "خاص جابرانہ قوت" ہے، اینگلز نے اپنی یہ شاندار اور انتہائی عمیق تعریف یہاں، پوری وضاحت کے ساتھ بیش کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پرولتاریہ کو دبانے کے لیئے لاکھوں مزدوروں پر مٹھی بھر امیروں کا اقتدار جمانے کے لیئے متوسط طبقے نے جو "خاص جابرانہ قوت" قایم کر رکھی ہے، اس کی بجائے اب متوسط طبقے کے دبانے کے لیئے پرولتاریہ کی "خاص جابرانہ قوت" آنی چاہیئے (یعنی پرولتاریہ کی آمریت) یہی چیز "ریاست کی حیثیت سے ریاست کی بربادی" ہے۔ یہی چیز سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر قبضہ جمانے "کا فعل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایک (یعنی متوسط طبقہ) "خاص جابرانہ قوت" کے بجائے دوسری (یعنی پرولتاری) "خاص جابرانہ قوت" کا آجانا کسی طرح بھی "آہستہ آہستہ غائب ہو جانے" کی شکل میں رونما نہیں ہوسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہو جانے" یا زیادہ معنی خیز اور دلچسپ الفاظ میں، ریاست کے "معطل اور خوابیدہ ہو جانے" کے سلسلے میں اینگلز صاف اور واضح طور سے "سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر ریاست کا قبضہ ہو جانے" کے بعد والے دور کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی اشتراکی انقلاب کے بعد والے دور کی طرف ہم سب جانتے ہیں کہ اس وقت "ریاست" کی سیاسی شکل مکمل جمہوریت ہوگی، لیکن جو موقع پرست لوگ بے شرمی سے مارکس کے خیالات کی تخریب کر رہے ہیں، ان کے

دماغ میں یہ بات کبھی نہیں آتی کہ جب اس موقع پر اینگلز ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" یا "معطل اور خوابیدہ ہوجانے" کا ذکر کرتا ہے تو وہ جمہوریت کا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ پہلی نظر میں تو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بات صرف اس آدمی کے لیے "ناقابل فہم" ہے جس نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ جمہوریت بھی ایک ریاست ہے، اور نتیجتاً جب ریاست غائب ہوگی تو جمہوریت بھی غائب ہوجائے گی۔ بورژوا ریاست کا "خاتمہ" صرف انقلاب کے ذریعے ہوسکتا ہے، عمومی حیثیت سے ریاست یعنی مکمل جمہوریت "صرف" "آہستہ آہستہ غائب" ہوسکتی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ "ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" کے متعلق اپنا مشہور نظریہ پیش کرنے کے بعد فوراً ٹھوس طریقے سے تشریح کرتا ہے کہ یہ نظریہ موقع پرستوں کے خلاف بھی ہے اور نراجیوں کے خلاف بھی، لیکن اس ضمن میں سب سے پہلی جگہ اینگلز ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہونے" کے متعلق اپنے نظریئے کے اس نتیجے کو دیتا ہے جو موقع پرستوں کے خلاف ہے۔

ہم شرط لگا سکتے ہیں کہ ان دس ہزار آدمیوں میں سے جنھوں نے ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہوجانے کے متعلق پڑھا یا سنا ہے۔ ۹۹۹۰ آدمی اس بات کو قطعاً نہیں جانتے یا اسے بھول جاتے ہیں کہ اینگلز نے اپنے نظریے سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ صرف نراجیوں کے خلاف نہیں ہے۔ اور باقی دس لوگوں میں سے نو "عوام کی آزاد ریاست" کے معنی نہیں جانتے، اور نہ اس کا سبب جانتے ہیں کہ اس اصول پر حملہ موقع پرستوں پر بھی حملہ کیوں ہے؟ اس طرح لکھی جاتی ہے تاریخ! اس طرح ایک زبردست انقلابی نظریے میں نامعلوم طور پر دوسری چیزوں کی آمیزش کی جاتی ہے، اور اسے مروجہ کورچشمی کی ضرورتوں کے موافق بنایا جاتا ہے! نراجیوں کے بارے

میں جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، اسے ہزاروں مرتبہ دہرایا گیا ہے، اسے مبتذل بنا دیا گیا ہے، بھونڈے سے بھونڈے طریقے سے اس پر بحثیں ہوئی ہیں، یہاں تک کہ اس کو ایک قسم کے تعصب کی طاقت حاصل ہو گئی ہے، اس کے برخلاف موقع پرستوں کے خلاف جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اسے چپ چاپ گول کر دیا ہے اور "بھلا" ڈالا ہے!

جرمنی کے سماجی جمہوریت پسندوں کے پروگرام میں "عوام کی آزاد ریاست" ایک مطالبہ تھا اور ۱۸۷۰ء کے قریب یہ ان کا مروجہ نعرہ بھی تھا، اس نعرے میں سیاسی اعتبار سے کوئی ٹھوس بات نہیں ہے بس متوسط طبقے نے جمہوریت کے خیال کو گھما پھرا کر اس بھڑک دار انداز سے بیان کر دیا ہے۔ جہاں تک یہ فقرہ جائز طور سے جمہوری طرز کی عوامی حکومت کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہاں تک تو اینگلز "بعض اوقات" پروپیگنڈے کے نقطۂ نظر سے اس فقرے کے استعمال کو "جائز" قرار دینے کو تیار تھا، لیکن یہ نعرہ موقع پرستانہ تھا، کیوں کہ یہ فقرہ نہ صرف بورژوا جمہوریت کی دل کشی کا ایک مبالغہ آمیز تصور پیش کرتا ہے۔ بلکہ اس میں ایک کمی یہ ہے کہ یہاں عمومی حیثیت سے ہر ریاست پر اشتراکی تنقید اور اعتراض کو بھی نہیں سمجھا گیا، ہم جمہوری طرز کی عوامی حکومت کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں پرولتاریہ کے لیے ریاست کی بہترین شکل یہی ہے، لیکن ہمیں یہ بات بھول جانے کا کوئی حق نہیں ہے کہ متوسط طبقے کی سب سے زیادہ جمہوری طرز کی عوامی حکومت میں بھی عوام کو اجرتی غلامی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر ریاست مظلوم طبقے کو دبانے کے لئے ایک "مخصوص جابرانہ قوت" ہے۔ نتیجتاً کوئی ریاست بھی نہ تو "آزاد" ہے نہ "عوام کی ریاست" ہے۔ یہ بات ۱۸۷۰ء کے قریب مارکس اور اینگلز نے اپنے ساتھیوں کو بار بار سمجھائی تھی۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سے ہر آدمی نے ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" کے بارے میں اینگلز کی دلیل یاد کر رکھی ہے، اسی کتاب میں پر تشدد انقلاب کی اہمیت پر بھی ایک بحث ہے، اینگلز کے یہاں انقلاب کے عمل کا تاریخی تجزیہ درحقیقت پر تشدد انقلاب کی شان میں ایک قصیدہ بن گیا ہے، یہ بات "ایک آدمی کو بھی یاد نہیں" ہمارے زمانے کی اشتراکی جماعتیں اس خیال کی اہمیت کے بارے میں باتیں کرنا یا سوچنا تک خوش تمیزی کے خلاف سمجھتی ہیں، اور عوام کے درمیان روزانہ پروپیگنڈا اور شورش پھیلانے کے سلسلے میں اس بات کا کوئی دخل نہیں ہوتا، لیکن اس خیال کا ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" سے اتنا شدید تعلق ہے کہ یہ دونوں ایک ہم آہنگ کل کے اجزا ہیں۔

اینگلز کی بحث حسب ذیل ہے: "۔۔۔۔ قوت تاریخ میں ایک اور فریضہ بھی سر انجام دیتی ہے (شیطانی طاقت سے مختلف فریضہ) یعنی ایک انقلابی فریضہ، مارکس کے الفاظ ہیں، یہ ہر اُس پرانی سماج کی دائی ہے۔ جس کے پیٹ میں ایک نئی سماج ہو، یہ وہ آلہ ہے جس کی مدد سے سماجی تحریک پتھر کی طرح بے جان سیاسی شکلوں میں سے اپنا راستہ بناتی ہے اور انھیں توڑ توڑ کر برباد کردیتی ہے ـــــ ان سب چیزوں کے متعلق ڈاکٹر ڈیوہرنگ کے یہاں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ بڑی آہوں اور کراہوں کے ساتھ وہ اس بات کا امکان تسلیم کرتے ہیں کہ لوٹنے کھسوٹنے والے معاشی نظام کا تختہ الٹنے کے شاید قوت لازمی ہوگی ـــــ ـــــ اور یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی، کیونکہ جو آدمی قوت کو استعمال کرتا ہے اُسے قوت بداخلاق بنادیتی ہے، اور یہ بات وہ اس زبردست اخلاقی اور روحانی قوت محرکہ کے باوجود کہہ رہے ہیں جو ہر فتح مند انقلاب

سے حاصل ہوتی رہی ہے! اور یہ بات جرمنی میں کہہ رہے ہیں جہاں پُر تشدد تصادم کا ـــــ جو ممکن ہی عوام پر زبردستی عائد کردیا جائے ـــــ کم سے کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ تیس سالہ جنگ میں ذلت اٹھانے کی وجہ سے قومی شعور میں جو غلامانہ روح بس گئی ہی وہ دور ہوجائے اور ان پادری صاحب کا بے جان، بے رنگ اور کمزور اندازِ فکر تاریخ کی سب سے زیادہ انقلابی جماعت پر حاوی ہونے کا دعویٰ کرتا ہی؟"

پُرتشدد انقلاب کی شان میں یہ قصیدہ، جسکی طرف انیگلز ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۵ء کے درمیان یعنی بالکل اپنی موت کے وقت تک، جرمنی کی سماجی جمہوریت پسندوں کی توجہ بڑی تاکید کے ساتھ مبذول کراتا رہا، ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" کے نظریے کے ساتھ کس طرح ایسے ملایا جاسکتا ہی کہ دونوں مل کر ایک نظریہ بن جائیں؟

عام طور پر ان دونوں تصورات کو انتخابیت کے ذریعے سے ملایا جاتا ہی۔ اور (صاحب اقتدار قوتوں کو احسان مند بنانے کے لئے) ان دونوں دلیلوں میں سے کسی ایک کو بڑی بغیر کسی اصول کے، فسطائیوں کی طرح لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے اپنی مرضی کے مطابق چن لیا جاتا ہی، اور سَو میں سے (اگر زیادہ نہیں تو) ننانوے حالتوں میں "آہستہ آہستہ غائب ہوجانے" کے خیال پر خاص طور سے زور دیا جاتا ہی، جدلیات کے بجائے انتخابیت کی پیروی کی جاتی ہی ـــــ آجکل مارکسیت کے متعلق سماجی جمہوریت پسندوں کی سرکاری کتابوں میں یہی چیز سب سے زیادہ ملتی ہی، اور بالکل معمول بن کر رہ گئی ہے۔ اس قسم کی تبدیلی کوئی نئی چیز نہیں ہے، اس کا مشاہدہ یونان کے کلاسیکی فلسفے میں بھی کیا جاسکتا ہی۔ جب آمیزش کی وجہ سے مارکسیت موقع پرستی بن جاتی ہی تو جدلیات کے بجائے انتخابیت کی پیروی عوام کو دھوکا دینے کی بہترین

ترکیب ہے، اس سے ایک جھوٹی قسم کی تسلی حاصل ہو جاتی ہے، اس میں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا عمل کے سارے پہلوؤں پر، نشو و نما کے سارے میلانات پر، سارے متضاد عناصر پر، غرضیکہ سب چیزوں پر غور ہو رہا ہے، حالانکہ اس سے سماجی ارتقا کے عمل کا کوئی ہم آہنگ تصور ذرا بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ہم اوپر بتا آئے ہیں اور آگے چل کر زیادہ تفصیلات کے ساتھ بتائینگے کہ پُرتشدد انقلاب کے ناگزیر ہونے کے متعلق مارکس اور اینگلز کی تعلیمات کا تعلق بورژوا ریاست سے ہی، اس کی جگہ پرولتاری ریاست (پرولتاریہ کی آمریت) "آہستہ آہستہ غائب ہو جانے" کے عمل کے ذریعے نہیں لے سکتی، بلکہ ایک عام اصول کے اعتبار سے محض پُرتشدد انقلاب کے ذریعے، انقلاب کی شان میں، جو غزل سرائی اینگلز نے کی ہی اور جو مارکس کے متعدد اعلانات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے ("فلسفے کا افلاس" اور "کمیونسٹ اعلان نامہ" کے آخری حصے یاد کیجئے، اور ساتھ ہی پرتشدد انقلاب کے ناگزیر ہونے کا کھلا ہوا اور فخریہ اعلان جو اس کتاب میں کیا گیا ہی، مارکس کی ۱۸۷۵ء میں لکھی ہوئی کتاب "گوتھا پروگرام پر تنقید" کو بھی یاد کیجئے جو اُس نے پروگرام کے تیس سال بعد لکھی تھی، اور اس کی موقع پرستی پر بے رحمانہ چوٹیں کی تھیں) ـــــ یہ تعریف محض ایک "بے ساختہ حرکت"، محض ایک جوشیلی تقریر، یا مناظروں والا انداز بیان نہیں ہے، مارکس اور اینگلز کی تعلیمات کی تہ میں یہ بات موجود ہی کہ عوام کے اندر پرتشدد انقلاب کے متعلق یہی اور صرف یہی نقطہ نظر پیدا کرنا لازمی ہے، آج کل جو سماجی قسم کی جنگ جویانہ وطن پرستی اور کوتسکیت کے میلانات غالب ہیں اور انھوں نے جس طرح اس قسم کے پروپگنڈے اور شورش سے اجتناب برتا ہی اس سے صاف ظاہر ہی کہ انھوں نے مارکس اور اینگلز کی تعلیمات سے غداری کی ہے،

بورژوا ریاست کے بجائے پرولتاری ریاست کا آجانا پُرتشدد انقلاب کے بغیر ناممکن ہے، تمام ریاستوں میں سے پرولتاری ریاست کا ختم ہونا صرف "آہستہ آہستہ غائب ہونے" کے عمل کے ذریعے ممکن ہے۔

ہر انقلابی صورت حال کا الگ الگ مطالعہ کرتے ہوئے، اور انفرادی طور سے ہر انقلاب کے تجربے کے سکھائے ہوئے سبقوں کا تجزیہ کرتے ہوئے، مارکس اور اینگلز نے ان خیالات کو بڑے مکمل اور ٹھوس طریقے سے بیان کیا ہے۔ اب ہم اس چیز کی طرف آتے ہیں، جو بلاشک وشبہ ان کی تحریروں کا سب سے اہم حصہ ہے۔

دوسرا باب

۵۱-۱۸۴۸ء کے تجربات

۱- انقلاب سے ذرا پیشتر:-

پختہ اور بالغ نظر مارکسیت کی پہلی پیداوار ——— یعنی "فلسفے کا افلاس" اور "کمیونسٹ اعلان نامہ" ——— کی تخلیق ۱۸۴۸ء کے انقلاب سے ذرا پیشتر ہوئی۔ اس وجہ سے ان کتابوں میں مارکسیت کے عمومی اصولوں کے بیان کے ساتھ ساتھ ہمیں کسی حد تک اس زمانے کی ٹھوس انقلابی صورت حال کا عکس بھی ملتا ہے، چنانچہ شاید یہ دیکھنا زیادہ مفید ہوگا کہ ان کتابوں کے مصنف ۵۱-۱۸۴۸ء کے تجربے سے نتائج اخذ کرنے سے ذرا پہلے ریاست کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ مارکس "فلسفے کا افلاس" میں لکھتا ہے۔

"اپنے ارتقا کے سلسلے میں مزدور طبقہ پرانی بورژوا سماج کو ایک ایسے باہمی ربط وضبط رکھنے والے نظام سے بدل دیگا جس میں سے طبقے اور ان کا تصادم خارج ہوگیا ہوگا، اور جہاں کوئی حقیقی سیاسی طاقت موجود نہیں ہوگی، کیونکہ سیاسی طاقت در اصل بورژوا سماج کے اندر والی طبقاتی مخالفت ہی کا باضابطہ مظہر ہے۔"

طبقوں کے مٹ جانے کے بعد ریاست کے مٹ جانے کے تصور کو یہاں جس عمومی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے، اس کا مقابلہ اس بیان سے کرنا بڑا سود مند ہوگا جو "کمیونسٹ اعلان نامے" میں ملتا ہو (یہ کتاب مارکس اور اینگلز نے چند مہینے بعد یعنی نومبر ۱۸۴۷ء میں لکھی تھی)

"پرولتاریہ کے ارتقاء کی سب سے عمومی منزلوں کا بیان کرتے ہوئے ہم نے بتایا تھا کہ موجودہ سماج کے اندر کم وبیش ڈھکے چھپے طریقے سے خانہ جنگی جاری رہتی ہی، یہاں تک کہ یہ لڑائی کھلے ہوئے انقلاب میں تبدیل ہو جاتی ہی، اور متوسط طبقے کا تختہ تشدد کے ذریعے الٹ جانے کے بعد پرولتار کی حکمرانی کی داغ بیل پڑ جاتی ہی......"

"ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ مزدور طبقے کے ذریعے انقلاب کی طرف پہلا قدم یہ ہی کہ پرولتاریہ کو بلند کر کے (لفظاً و معناً "ترقی دیکر") حکمراں طبقہ بنا دیا جائے اور جمہوریت قایم کر دی جائے۔

"پرولتاریہ اپنے سیاسی اقتدار کو اس طرح استعمال کریگا کہ آہستہ آہستہ متوسط طبقے کے ہاتھوں سے سارا سرمایہ چھین لے، پیداوار کے سارے ذرائع کو ریاست کے (یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ کے) ہاتھوں میں جمع کر دے، اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے پیداوار کی قوتوں کو مجموعی حیثیت سے بڑھا دے۔"

یہاں ہمیں ریاست کے بارے میں مارکسیت کے سب سے قابل غور اور اہم خیالات میں سے ایک خیال کا بیان ملتا ہی، یعنی پرولتاریہ کی آمریت "کے خیال کا (جیسا کہ مارکس اور اینگلز نے پیرس کمیون کے بعد اس کا نام رکھ دیا تھا) یہاں ہمیں ریاست کی ایک تعریف بھی ملتی ہی۔ جو نہایت دلچسپ ہی، لیکن مارکسیت کے "بھولے ہوئے لفظوں" میں شامل ہے ——— "ریاست یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ"

سماجی جمہوریت پسندوں کی سرکاری جماعتوں کے مروجہ پروپیگنڈے اور شورش کے ادب میں ریاست کی اس تعریف کی تشریح و تفسیر تو الگ رہی، اسے تو بالکل بھلا دیا گیا ہے، کیونکہ اس خیال کی مصالحت اصلاح پسندی سے قطعاً نہیں ہو سکتی، اور "جمہوریت کی پُرامن نشو ونما" کے متعلق عام قسم کی کورچشمانہ اور چھوٹی اُمیدوں اور موقع پرستانہ تعصبات کے منہ پر یہ خیال ایک طمانچہ ہی۔

پرولتاریہ کے لئے ریاست لازمی ہے ——— اس بات کو سارے موقع پرست جنگ جویانہ سماجی وطن پرستی کے معتقد اور کوتسکی کے پیرو دُہراتے رہتے ہیں، اور ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ مارکس کی تعلیمات یہی ہیں لیکن وہ اس بات کا اضافہ کرنا "بھول جاتے ہیں" کہ سب سے پہلے تو مارکس کے نزدیک، پرولتاریہ کو صرف ایک ایسی ریاست کی ضرورت ہی جو آہستہ آہستہ غائب ہوتی جا رہی ہو۔ یعنی ایک ایسی ریاست جس کی تعمیر اس طرح ہوئی ہو کہ فوراً آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو جائے، اور آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ ہو، اور دوسرے، مزدوروں کو "ریاست" کی ضرورت ہی، اور ریاست کی تعریف ہی "حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ"

ریاست قوت کی ایک خاص تنظیم ہی، یہ کسی طبقے کو دبانے کے لئے تشدد کی تنظیم ہی، پرولتاریہ کو کس طبقے کو دبانے کی ضرورت پڑیگی؟ فطری طور پر صرف لوٹنے کھسوٹنے والے طبقے کو، یعنی متوسط طبقے کو۔ محنت کشوں کو ریاست کی ضرورت صرف لوٹنے کھسوٹنے والوں کی مدافعت پر قابو پانے کے لئے ہی۔ اور صرف پرولتاریہ ان لوگوں کو دبانے کے کام کی رہنمائی اور تکمیل کر سکتا ہی کیونکہ پرولتاریہ واحد طبقہ ہی جو پوری طرح انقلابی ہی، واحد طبقہ ہی جو متوسط طبقے کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے اور اسے پوری طرح بے دخل کرنے

کے لئے سارے محنت کشوں اور مظلوموں کو متحد کر سکتا ہے۔

لوٹ کھسوٹ کو جاری رکھنے کے لئے یعنی بالکل معمولی سی اقلیت کے خود غرضانہ مفاد کی خاطر اور لوگوں کی بہت زبردست اکثریت کے مفاد کے خلاف، لوٹنے کھسوٹنے والے طبقوں کو سیاسی حکمرانی کی ضرورت ہوتی ہے، مظلوم طبقوں کو سیاسی حکمرانی کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ لوٹ کھسوٹ کو پوری طرح بند کر سکیں —— یعنی لوگوں کی زبردست اکثریت کے مفاد کی خاطر، اور معمولی سی اقلیت کے مفاد کے خلاف جو موجودہ زمانے کے آقاؤں —— جاگیرداروں اور سرمایہ داروں —— پر مشتمل ہے۔

نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسندوں نے، ان جعلی اشتراکیوں نے جنھوں نے طبقوں کے درمیان ہم آہنگی کو طبقاتی کشمکش کا بدل بنا دیا ہے، اشتراکیت تک پہنچنے کا تصور بھی بڑے خواب ناک طریقے سے کیا ہے —— لوٹ کھسوٹ کرنے والے طبقے کی حکمرانی کا تختہ الٹنے کی شکل میں نہیں، بلکہ اقلیت کے پُر امن طریقے پر ایک ایسی اکثریت کی اطاعت قبول کر لینے کی شکل میں جسے اپنے مقاصد کا پورا شعور ہو۔ نچلے متوسط طبقے کی یہ خیالی دنیا جس کا ریاست کے طبقوں سے بلند تر ہونے کے خیال سے بڑا گہرا تعلق ہے، عملی طور سے اس پر منتج ہوئی کہ محنت کش طبقوں کے مفاد سے غداری کی گئی۔ اس کی مثالیں ۱۸۴۸ء اور ۱۸۷۱ء کے فرانسیسی انقلابوں کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ اور انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں انگلستان، فرانس، اٹلی اور دوسرے ملکوں میں "اشتراکیوں" کی بورژوا وزارتوں میں شرکت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

مارکس ساری عمر اس نچلے متوسط طبقے والے اشتراکیوں کے خلاف لڑتا رہا —— جواب روس میں اشتراکی انقلاب پسند اور

بینشیویک جماعتوں کی شکل میں دوبارہ پیدا ہوئی ہے۔ مارکس طبقاتی کشمکش کی تجزیے کو بالکل منطقی طور پر سیاسی قوت کے نظریے، یعنی ریاست تک لے گیا۔

متوسط طبقے کی حکمرانی کا تختہ صرف پرولتاریہ کے ذریعے الٹا جا سکتا ہے، کیونکہ یہی وہ مخصوص طبقہ ہے جو اپنے طرز زندگی کے معاشی حالات کی بدولت اس کام کے لیئے تیار ہو رہا ہے، اور جس کے پاس یہ کام انجام دینے کا موقع اور طاقت دونوں چیزیں موجود ہیں، سرمایہ دارانہ طبقہ ٹوٹ جاتا ہے، اور کسانوں اور نچلے متوسط طبقے دونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، لیکن اس کی برخلاف شہروں کی پرولتاریہ کو یہ اور جوڑ دیتا ہے، انھیں متحد اور منظم بناتا ہے، وسیع پیمانے کی پیداوار میں معاشی اعتبار سے پرولتاریہ کو جو مقام حاصل ہے اس کی بدولت پرولتاریہ میں یہ صلاحیت ہے کہ سارے محنت کش اور مظلوم طبقوں کی رہنمائی کرے جن پر متوسط طبقہ کچھ کم ظلم وستم اور استبداد نہیں کرتا، اور نہ انھیں پرولتاریہ سے کچھ کم لوٹتا کھسوٹتا ہے، بلکہ اکثر اوقات اور بھی زیادہ، لیکن جو اپنی آزادی کے لئے بغیر کسی کی مدد کے جد وجہد کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

ریاست اور اشتراکی انقلاب کے سوال پر مارکس نے طبقاتی کشمکش کے نظریے کو جس طرح منطبق کیا ہے، وہ ہمیں پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار اور اس کی آمریت کو تسلیم کرنے پر ناگزیر طور سے مجبور کر دیتا ہے —— یعنی ایک ایسی طاقت کو تسلیم کرنے پر جس میں کسی اور کا ساجھا نہیں، اور جس کا انحصار براہ راست عوام کی مسلح قوت پر ہے۔ متوسط طبقے کا تختہ صرف اسی طرح الٹا جا سکتا ہے کہ پرولتاریہ کو حکمراں طبقہ بنا دیا جائے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ متوسط طبقے کی جان توڑ اور ناگزیر مدافعت کو کچل سکے، اور نئے معاشی نظام کے لیئے محنت کش اور مظلوم طبقوں کو

منظم کر سکے۔

پرولتاریہ کو دونوں کاموں کے لیئے ریاست کی قوت، یا طاقت کی مرکزی تنظیم کی ضرورت ہے یعنی ایک تو لوٹنے کھسوٹنے والوں کی مخالفت کو کچلنے کے لیئے، اور دوسرے اشتراکی قسم کے معاشی نظام کی تنظیم کرنے کے کام میں آبادی کی زبردست اکثریت —— کسانوں کے طبقے، نچلے متوسط طبقے اور نیم پرولتاریہ —— کی رہنمائی کرنے کے لیئے۔

مزدوروں کی ایک جماعت کو تعلیم دے کر مارکسیت پرولتاریہ کے ہراول دستے کو تعلیم دے رہی ہے جس میں یہ صلاحیت ہوگی کہ قوت کو اپنے ہاتھ میں لا سکے، سارے عوام کو اشتراکیت کی طرف لے جا سکے، نئے نظام کی تنظیم کر سکے اور اسے راستے پر لگا سکے۔ متوسط طبقے کے بغیر اور متوسط طبقے کے خلاف اپنی سماجی زندگی تعمیر کرنے کے کام میں سارے محنت کشوں اور مظلوموں کا استاد، رہبر اور سردار بن سکے۔ اس کے برخلاف آج کل کی مروجہ موقع پرستی مزدوروں کی جماعت میں زیادہ اجرت پانے والے مزدوروں کے نمائندوں کی پرورش کرتی ہے جن کا عام مزدوروں سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا، سرمایہ داری کے ماتحت جن کی بسر اوقات خاصی اچھی طرح ہوتی ہے، اور جو اپنے حلوے مانڈے کے لیئے اپنا پیدائشی حق بیچ دیتے ہیں، یعنی متوسط طبقے کے خلاف عوام کے انقلابی رہنماؤں کا فریضہ ترک کر دیتے ہیں۔

"ریاست" یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ ——"

مارکس کا یہ نظریہ اور تاریخ میں پرولتاریہ کے انقلابی فریضے کے بارے میں اس کی ساری تعلیمات آپس میں اسی طرح متعلق ہیں کہ انھیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اس فریضے کا بلند ترین نقطہ پرولتاری آمریت یا پرولتاریہ کا سیاسی اقتدار ہے۔

لیکن اگر پرولتاریہ کو سرمایہ دار طبقے کے خلاف تشدد کی تنظیم کی ایک مخصوص شکل کے طور پر ریاست کی ضرورت ہو تو یہ سوال خود بخود پیدا ہو جاتا ہے: کیا یہ بات تصور میں آسکتی ہے کہ متوسط طبقے نے خود اپنے استعمال کے لئے ریاست کی جو مشین تیار کی ہے اسے شروع میں توڑے اور برباد کئے بغیر اس قسم کا کوئی ادارہ یا تنظیم پیدا ہو سکتی ہے؟ "کمیونسٹ اعلان نامہ" ہمیں براہ راست اسی نتیجے کی طرف لے جاتا ہے، اور ۱۸۴۸-۵۱ء کے انقلاب کے تجربے کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے مارکس اسی نتیجے کا ذکر کرتا ہے۔

۲- انقلاب کے نتائج

ریاست کے جس مسئلے پر ہم بحث کر رہے ہیں اس کے متعلق مارکس ۱۸۴۸-۵۱ء کے انقلاب سے اخذ کیے ہوئے نتائج کا خلاصہ اپنی کتاب میں ان الفاظ میں پیش کرتا ہے: "... لیکن انقلاب بہت مکمل ہوا ہے، وہ ابھی اعراف کی منزل طے کر رہا ہے۔ وہ اپنا کام بڑے قاعدے کے ساتھ تکمیل کو پہنچا رہا ہے۔ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء تک (یعنی جس دن لوی بوناپارٹ نے حکومت پر قبضہ کیا ہے) اس نے اپنے ابتدائی کام کا نصف حصہ سرانجام دے لیا تھا اب وہ باقی نصف حصہ کو سرانجام دے رہا ہے پہلے تو اس نے پارلیمانی طاقت پوری طرح حاصل کی تاکہ اس کا تختہ الٹ سکے۔ اس کام کی تکمیل کے بعد اب وہ انتظامی طاقت پوری طرح حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس طاقت کو گھٹا کے کم سے کم کرنے کی فکر میں ہے، اس کو دوسری طاقتوں سے بالکل جدا کر رہا ہے، اسے ملامت کا واحد نشانہ بنا کر اسے خود اس کے خلاف کھڑا کر رہا ہے تاکہ وہ اس کے خلاف اپنی ساری قوتوں کو ایک جگہ جمع

کر سکے [لفظوں کے نیچے سطر ہم نے کھینچی ہے] اور جب وہ اپنے ابتدائی کام کے دوسرے نصف حصے کو تکمیل تک پہنچا دیگا تو یورپ خوشی کے مارے اچھل پڑیگا۔ اور مسرت سے چیخ اٹھیگا۔ خوب ہاتھ مارا دوست!

"یہ انتظامی قوت، اور اس کے ساتھ یہ سارا زبردست فوجی اور نوکرشاہی نظام ریاست کی وسیع اور مصنوعی مشین، پانچ لاکھ سرکاری افسروں کا لشکر اور پانچ لاکھ سپاہیوں کی فوج ——— مفت خوروں کی یہ ہولناک جماعت جو فرانسیسی سماج کے جسم پر جھلی کی طرح لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ایک ایک مسام کو مسدود کئے ہوئے ہے ——— یہ سارا نظام مطلق العنان بادشاہی کے زمانے میں جاگیرداری کے خاتمے کے وقت پیدا ہوا تھا جس کی بربادی کی رفتار اس نظام نے تیز کر دی تھی۔

"پہلے فرانسیسی انقلاب نے مرکزیت کو نشوونما دی، لیکن ساتھ ہی اس نے حکومت کی طاقت کے دائرہ عمل، اس کی خصوصیات اور اس کے خادمین کو بھی بڑی نشوونما بخشی۔ نپولین نے ریاست کی اس مشین کی تکمیل کی۔ موروثی بادشاہی اور جولائی والی بادشاہی نے اس میں محنت کی اور زیادہ تقسیم کے علاوہ کوئی اضافہ نہیں کیا۔۔۔

"آخرکار، انقلاب کے خلاف اپنی جدوجہد میں پارلیمانی عوامی حکومت اس پر مجبور ہوئی کہ اپنے جابرانہ قوانین سے حکومت کی طاقت کے ذخائر اور اس کی مرکزیت کو تقویت پہنچائے۔ سارے انقلاب اس مشین کو توڑنے کی بجائے اسے زیادہ سے زیادہ مکمل بناتے رہے۔ [لفظوں کے نیچے سطر ہم نے کھینچی ہے] وہ جماعتیں جو باری باری سے اقتدار حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی تھیں، ریاست کے اس زبردست قلعے کی تسخیر کو فاتح کے بہترین مال غنیمت میں سے سمجھتی تھیں۔"

اس غیر معمولی بیان میں مارکسزم "کمیونسٹ اعلان نامے" سے

آگے بہت زبردست فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ "کمیونسٹ اعلان نامے" میں ریاست کے مسئلے پر بہت ہی مطلق انداز سے اور بہت عمومی الفاظ اور اصطلاحوں میں بحث کی گئی ہے۔ لیکن مسئلہ پر مخصوص طریقے سے بحث کی گئی ہے۔ اور جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ انتہائی واضح، درست، بری اور عملی ہے:۔ اب تک جتنے انقلاب ہوئے ہیں انھوں نے ریاست کی مشین کو مکمل ہونے میں مدد دی ہے، حالانکہ اسے توڑ دینا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا چاہیئے۔

ریاست کے مارکسی نظریے میں یہ نتیجہ سب سے اہم اور بنیادی تصور ہے لیکن اسی تصور کو سماجی جمہوریت پسندوں کی غالب سرکاری جماعتیں بالکل بھول گئی ہیں، نہ صرف یہ بلکہ دوسری انٹرنیشنل کے سب سے بڑے نظریہ ساز کوتسکی نے براہ راست اس تصور کی شکل بگاڑ دی ہے جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔

"کمیونسٹ اعلان نامے" میں تاریخ کے عام سبقوں کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو ہمیں ریاست کو طبقاتی اقتدار کا آلہ سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں، اور ہمیں ناگزیر طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے کہ پرولتاریہ اس وقت تک متوسط طبقے کا تختہ نہیں الٹ سکتا جب تک کہ پہلے سیاسی طاقت پر قبضہ نہ جمائے سیاسی اقتدار نہ حاصل کرے، ریاست کو حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ" بن نہ بدل دے۔ اور یہ پرولتاری ریاست اپنی فتح کے فوراً بعد آہستہ آہستہ غائب ہونی شروع ہو جائے گی، کیونکہ جس سماج میں طبقاتی مخالفتیں نہ ہوں وہاں ریاست غیر ضروری اور ناممکن ہے۔ یہاں یہ سوال نہیں اٹھایا گیا کہ تاریخی نشوونما کے نقطۂ نظر سے پرولتاری ریاست سرمایہ دارانہ ریاست کی جگہ کس طرح لے لیگی۔

یہ سوال مارکس نے ۱۸۵۲ء میں اٹھایا ہے اور حل کیا ہے، اپنے جدلیاتی مادیت کے فلسفے پر قائم رہتے ہوئے مارکس اس زبردست انقلابی

زمانے (یعنی ۱۸۴۸-۵۱ء) کے تجربے کو اپنے خیالات کی بنیاد بناتا ہے۔ ہر جگہ کی طرح یہاں بھی اس تعلیمات، تجربے کا خلاصہ ہیں، جس کو تاریخ کے زبردست علم اور ایک گہرے اور فلسفیانہ عالمگیر تصور کی روشنی میں سمجھا گیا ہے۔

ریاست کے مسئلے کو ٹھوس طریقے سے پیش کیا گیا ہے؛ بورژوا ریاست یعنی ریاست کی وہ مشین جو متوسط طبقے کی حکمرانی کے لیے ضروری ہے، کس طرح وجود میں آئی؟ بورژوا انقلابوں کے دوران میں اور مظلوم طبقوں کے آزادانہ افعال سے مقابلہ کرتے ہوئے اس میں کیا تبدیلیاں پیش آئیں، اور اس کی نشو و نما کیسے ہوئی ہے؟ ریاست کی اس مشین سے متعلق پرولتاریہ کو کیا کام سر انجام دینے ہیں؟

ریاست کی مرکز میں جمع کی ہوئی قوت جو بورژوا سماج سے خصوصیت رکھتی ہے اس زمانے میں وجود میں آئی جب مطلق العنان بادشاہی کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ دو ادارے ریاست کی اس مشین سے خصوصیت رکھتے ہیں، نوکر شاہی اور مستقل فوج۔ مارکس اور اینگلز اپنی کتابوں میں بار بار ان ہزاروں رشتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ان اداروں کو متوسط طبقے سے متعلق کرتے ہیں۔ ہر مزدور کا تجربہ بڑے صاف اور مؤثر طریقے سے اس تعلق کی مثال پیش کرتا ہے۔ مزدور طبقہ خود اپنے تلخ تجربے سے اس تعلق کو پہچاننا سیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس نظریے کو بڑی آسانی سے سمجھ جاتا ہے اور پوری طرح اپنے اندر رچا بسا لیتا ہے جو اس ناگزیر تعلق کو بے نقاب کرتا ہے ـــــ وہ نظریہ جسے ماننے سے نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسند یا تو جاہلانہ اور لاابالیانہ انداز سے انکار کر دیتے ہیں، یا پھر اور بھی لاابالیانہ انداز برتتے ہوئے، "عمومی حیثیت سے" مان لیتے ہیں، اور مناسب قسم کے عملی نتائج اخذ کرنا بھول جاتے ہیں۔

نوکرشاہی اور مستقل فوج بورژوا سماج کے بدن پر "طفیلی کیڑے" کی حیثیت رکھتی ہیں ــــ ان اندرونی مخالفتوں سے پیدا ہونے والا کیڑا جو اس سماج کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہیں، ایک ایسا کیڑا ہے جو زندگی کے "ہر مسام کو مسدود کر دیتا ہے" کوتسکیانہ موقع پرستی جو آج کل سرکاری سماجی جمہوریت پسندی پر غالب ہے طفیلی نظام کی حیثیت سے ریاست کے تصور کو نراجیت کی مخصوص اور بلا شرکت غیرے ملکیت سمجھتی ہے۔ فطری طور پر مارکسیت کی یہ تخریب ان کورچشموں کے لئے انتہائی فائدہ مند ہے جنھوں نے سامراجی جنگ کو "قومی دفاع" کا نام دے کر اس کی تزئین کی ہے اور اس کا جواز پیش کیا ہے، اور اس طرح اشتراکیت کی ایسی تذلیل کی ہے جو کبھی سننے میں بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ایک قطعی اور حقیقی تخریب۔

جاگیرداری کے خاتمے سے لے کر اب تک یورپ میں بہت سے بورژوا انقلاب ہو چکے ہیں، اور ان سب میں نوکرشاہی اور فوجی مشین کی نشوونما اور تکمیل ہوتی رہی ہے اور یہ ادارے طاقت حاصل کرتے رہے ہیں۔ خاص طور سے نچلا متوسط طبقہ اونچے متوسط طبقے کی طرف بڑے شوق سے کھنچا چلا جاتا ہے اور اسکی اطاعت قبول کر لیتا ہے، اس دلکشی کا خاص ذریعہ یہی مشین ہے جو کسانوں، چھوٹے دستکاروں اور سوداگروں کے ذرا اونچے طبقے کو تھوڑی سی نسبتاً آرام دہ پرسکون اور قابل عزت جگہیں دے دیتی ہے جس سے یہ لوگ عوام سے اونچے اٹھ جاتے ہیں۔ غور کیجئے کہ ۱۲ مارچ ۱۹۱۷ء کے بعد والے چھ مہینے میں روس میں کیا ہوا تھا۔ وہ سرکاری ملازمتیں جو اب تک مخصوص طور سے (بلیک ہنڈریڈز) کی اراکین کو دی جاتی تھیں۔ اب فوجی افسروں مینشویکوں اور ایس۔ آر۔ ایس (۹) کا مال غنیمت بن گئیں۔

کسی کو سنجیدگی سے اصلاح کا خیال بھی نہیں آیا۔ ان باتوں کو "قانون ساز مجلس تک" ٹلا دیا گیا، اور اس مجلس کو آخر کار جنگ کے بعد تک کے لئے ٹلا دیا گیا! لیکن مال غنیمت بانٹنے کے لیئے، وزیروں، نائب وزیروں، گورنر جنرلوں وغیرہ کی جگہوں پر قبضہ جمانے میں کوئی دیر نہیں ہوئی۔ اس کے لئے قانون ساز مجلس کا انتظار نہیں کیا گیا! جن لوگوں پر عارضی حکومت مشتمل تھی۔ ان کو بار بار بدلنے کا جو کھیل جاری تھا وہ درحقیقت صرف "مال غنیمت" کی اس متواتر تقسیم کا اظہار تھا جو اوپر سے نیچے تک سارے ملک میں مرکزی اور مقامی دونوں حکومتوں میں ہو رہی تھی، ۱۲ مارچ اور ۹ ستمبر کے درمیان والے چھ مہینوں کے عملی نتائج بلا شک و شبہ یہ ہیں کہ اصلاحات کو تو طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا، افسروں کی جگہیں تقسیم ہوئیں، تقسیم میں جو "غلطیاں" ہوئیں تھیں انھیں دوبارہ جگہوں کی دوبارہ تقسیم سے ٹھیک کیا گیا۔

لیکن متوسط اور اونچے متوسط طبقے کی مختلف جماعتوں کے درمیان (اگر ہم روس کی مثال لیتے ہیں تو ایس۔ آر۔ ایس، فوجی افسروں اور مینشیویکوں کے درمیان حصے بخرے کرنے کا عمل جتنی زیادہ دیر تک جاری رہیگا، اتنی ہی زیادہ صفائی سے مظلوم طبقے جن کی رہنمائی پرولتاریہ کر رہا ہو گا، یہ بات سمجھ لینگے کہ ان کی اور ساری بورژوا سماج کے درمیان اتنی مخالفت ہی کہ ان کا آپس میں کبھی میل ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے ساری بورژوا جماعتوں کو، یہاں تک کہ ان میں سے جو سب سے زیادہ جمہوری اور "انقلابی جمہوریت پسند" ہیں انھیں بھی لازمی ہوتا ہی کہ انقلابی پرولتاریہ کے خلاف اپنی جابرانہ تدابیر میں اضافہ کریں، جبر کے آلے یعنی اسی ریاست کی مشین کو مضبوط کریں۔ واقعات کی یہ نشوونما انقلاب کو مجبور کر دیتی ہی کہ وہ ریاست کی قوت کے خلاف "بربادی کی ساری طاقتیں

ایک مرکز پر جمع کر دے"، اور مسئلے کو ریاست کی مشین مکمل کرنے کا مسئلہ نہ سمجھے۔ بلکہ اس کو توڑ ڈالنے اور برباد کر دینے کا مسئلہ۔

یہ کوئی منطقی قسم کی نظریہ سازی نہیں تھی، بلکہ حقیقی واقعات یعنی ۱۸۴۸-۵۱ء کا جیتا جاگتا تجربہ جس کی وجہ سے مسئلے کے بیان نے یہ صورت اختیار کی۔ مارکس کے قدم تاریخی تجربے کی ٹھوس زمین پر کس حد تک گڑے رہتے تھے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ۱۸۵۲ء میں اس نے اس مسئلے پر ٹھوس طریقے سے بحث نہیں کی کہ ریاست کی جس مشین کو برباد کرنا ہے اس کی جگہ کیا چیز لے گی۔ تجربے نے ابھی تک اس مسئلے کے حل کا مواد فراہم نہیں کیا تھا، جو بعد میں تاریخ نے ۱۸۷۱ء میں مہیا کر دیا۔ ۱۸۵۲ء میں مشاہدے کی اس درستی اور صحت کے ساتھ جو طبیعی علوم کی خصوصیت ہے، جو کچھ کہا جا سکتا تھا وہ یہ ہے کہ پرولتاری انقلاب ریاست کے خلاف "اپنی ساری قوتیں ایک مرکز پر جمع کر دینے" اور حکومت کی مشین کو "توڑ ڈالنے" کے کام کے قریب پہنچ گیا تھا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے: کیا یہ درست ہو گا کہ ہم مارکس کے تجربے اس کی رائے اور نتیجوں کو عمومی حیثیت دے دیں، اور انہیں ۱۸۴۸-۵۱ء والے تین سالوں کے درمیان فرانس کی تاریخ سے وسیع تر حلقہ عمل پر عائد کریں؟ اس سوال کا تجزیہ کرنے کے لئے، ہمیں سب سے پہلے اینگلز کا ایک قول یاد کرنا چاہئے، اور پھر حقائق کا معائنہ کرنا چاہئے اینگلز (EIGHTEENTH BRUMAIRE) کے تیسرے ایڈیشن کے دیباچے میں لکھتا ہے:-

"فرانس وہ ملک ہے جہاں اور ملکوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ تاریخی طبقاتی لڑائیاں ہمیشہ فیصلہ کن اختتام تک لڑی گئی ہیں چنانچہ یہی وہ ملک ہے جہاں بدلتی ہوئی سیاسی ہیئتوں نے جن کے اندر وہ

لڑائیاں نشو ونما پاتی تھیں اور جوان لڑائیوں کے نتائج کا خلاصہ ہوتی تھیں ایسی واضح ترین اور نمایاں ترین شکلیں اختیار کیں، فرانس ازمنہ وسطیٰ میں جاگیرداری کا مرکز تھا، اور (نشاۃ ثانیہ کے بعد سے) بہت ہی سختی کے ساتھ متحدہ شاہی حکومت کا مثالی ملک تھا، لیکن انقلاب عظیم میں فرانس نے جاگیرداری کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور یورپ کے کسی اور ملک سے کہیں زیادہ کلاسیکی شکل میں متوسط طبقے کی حکومت بالکل خالص اور بلا میل طریقے سے قایم کیا اور حکمراں متوسط طبقے کے خلاف بیدار ہوتے ہوئے پرولتاریہ کی جدوجہد بھی یہاں ایسی شدید شکل میں رونما ہوئی کہ پہلے کہیں نہیں دیکھی گئی تھی"

آخری جملہ اب کام کا نہیں رہا، کیونکہ ۱۸۷۱ء کے بعد سے فرانسیسی پرولتاریہ کی جدوجہد کچھ سو سی گئی ہے، حالانکہ یہ بات ضرور ہے کہ چاہے یہ نیند لمبی سہی، لیکن اس سے یہ امکان ختم نہیں ہو جاتا کہ شاید آیندہ آنے والے پرولتاری انقلاب میں فرانس طبقوں کی مکمل جنگ لڑنے والی جدوجہد کے روایتی وطن کی حیثیت سے (اپنے آپ کو) ایک مرتبہ پھر ظاہر کرے۔

آئیے! انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں زیادہ ترقی یافتہ ملکوں کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال لیں، ہم دیکھیں گے کہ یہی عمل زیادہ ہلکی رفتار سے زیادہ متنوع شکلوں میں، اور بہت زیادہ وسیع پیمانے پر جاری رہا ہے۔ ایک طرف تو "پارلیمانی قوت" کی نشو ونما ہے، نہ صرف عوامی حکومت والے ملکوں میں (یعنی فرانس، امریکہ سوئٹزرلینڈ میں) بلکہ شاہی حکومت والے ملکوں میں بھی (یعنی انگلستان میں، کچھ حد تک جرمنی میں، اٹلی اور اسکینڈے نیویا کے ملکوں میں) دوسری طرف، متوسط اور نچلے متوسط طبقوں کی مختلف جماعتوں کے درمیان طاقت کے لئے کشمکش ہے جو افسروں کی جگہوں کو "مال غنیمت" سمجھ کر بار بار آپس

میں بانٹ رہی ہیں، اور سرمایہ دارانہ سماج کی بنیادیں اسی طرح باقی ہیں، بالکل نہیں بدلیں، آخر میں ایک چیز یہ ہے کہ "انتظامی قوت" کو مکمل اور مضبوط بنایا جا رہا ہے، اور اس کی نوکر شاہی اور فوجی مشین کو تیار کیا جا رہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ چیزیں سرمایہ دارانہ ریاست کی نشوونما کی سب سے آخری منزل کی خصوصیات ہیں اور اس میں عام طور سے سب ریاستیں شریک ہیں ۱۸۴۸-۵۱ء کے تین سال میں فرانس نے بڑی تیز و تند، نمایاں اور مرتکز شکل میں نشوونما کے وہ سارے عوامل دکھا دیے جو پوری سرمایہ دارانہ دنیا کے اندر خلقی اور فطری طور پر موجود ہیں۔

خاص طور سے سامراجیت —— بینک کے کام میں لگنے والے سرمائے کا دور، زبردست سرمایہ دارانہ اجاروں کا دور، اجارے والی سرمایہ داری کے ریاست کی اجارے والی سرمایہ داری میں بدل جانے کا دور —— یہ منظر ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے کہ "ریاست کی مشین" کو اس طرح مضبوط بنایا جا رہا ہے اور نوکر شاہی اور فوجی آلوں کو اس طرح نشوونما دی جا رہی ہے کہ اس کی مثال پہلے کبھی ملتی ہی نہیں، اس کے ساتھ ہی ساتھ پرولتاریہ کے خلاف جابرانہ تدابیر میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، یہ باتیں شاہی حکومت والے ملکوں اور آزاد ترین عوامی حکومت والے ملکوں دونوں میں ایک طرح ہو رہی ہیں۔

آج کل دنیا کی تاریخ بلاشک و شبہ ۱۸۵۲ء سے بھی کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر، پرولتاری انقلاب کی "ساری طاقتوں کے ارتکاز" کی طرف اس مقصد سے جاری ہے کہ ریاست کی مشین کو برباد کر دیا جائے، اس مسئلے کے متعلق کہ اس ریاست کے بجائے پرولتاریہ کیا چیز

قایم کرے گا، پیرس کمیون نے بہا سبق آموز مواد فراہم کیا ہے۔

۳۔ ۱۸۵۲ء میں مارکس کے لفظوں میں اس مسئلے کی تشکیل

۱۹۰۷ء میں مہرنگ نے رسالہ "NEUE ZEIT" (جلد ۲۵-۲ صفحہ ۱۶۴) میں ایک خط کا اقتباس پیش کیا جو مارکس نے ۵ مارچ ۱۸۵۲ء کو ویڈے میئر کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں اور باتوں کے ساتھ ساتھ یہ قابل غور بیان بھی ہے۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے، موجودہ سماج میں طبقوں کے وجود یا طبقوں کے درمیان کشمکش کے وجود کو دریافت کرنے کا سہرا میرے سر نہیں ہے، مجھ سے بہت پہلے سے بورژوا مورخ اس طبقاتی کشمکش کی تاریخی نشوونما کا بیان کرتے رہے ہیں، اور بورژوا ماہرین معاشیات طبقوں کی معاشی ساخت کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ میں نے جو کوئی نئی بات کی ہے وہ حسب ذیل چیزوں کو ثابت کرنا ہے:

(۱) طبقات کا وجود صرف چند تاریخی کشمکشوں سے متعلق ہے جو پیداوار کی نشوونما سے وجود میں آتے ہیں۔

(۲) طبقاتی کشمکش کا آخری نتیجہ لازمی طور پر پرولتاریہ کی آمریت ہے۔

(۳) یہ آمریت بھی بذات خود ایک عبوری شکل ہے، آخر میں سب طبقات ختم ہو جائیں گے، اور ایک غیر طبقاتی سماج پیدا ہو جائیگی۔"

ان الفاظ میں مارکس نے دو باتیں بڑی حیرت ناک وضاحت اور کامیابی کے ساتھ بیان کی ہیں، پہلی تو یہ کہ اس کی تعلیمات اور متوسط طبقے کے سب سے سرہ آوردہ اور گہرے مفکروں کی تعلیمات میں خاص خاص اور ٹھوس فرق کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ ریاست کے بارے میں اس کی تعلیمات کا اصلی نچوڑ کیا ہے۔

مارکس کی تعلیمات میں سب سے خاص چیز طبقاتی کشمکش ہے

یہ بات بہت دفعہ کہی اور لکھی جا چکی ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس غلطی سے جا بجا مارکسیت کی موقع پرستانہ تخریب پیدا ہوئی ہے، اور اس کی شکل کو اس طرح مسخ کیا گیا ہے کہ متوسط طبقے کے لئے قابل قبول بن سکے۔ طبقاتی کشمکش کا نظریہ مارکس نے تخلیق نہیں کیا، بلکہ مارکس سے پہلے متوسط طبقے نے، اور یہ نظریہ عام طور سے متوسط طبقے کے لئے قابل قبول ہے۔ وہ آدمی جو صرف طبقاتی کشمکش کا قائل ہے ابھی مارکسی نہیں بنا، ممکن ہے آخر میں پتہ چلے کہ وہ بورژوا ذلیل بازی اور سیاست کی حدوں سے آگے نہیں گیا، مارکسیت کو طبقاتی کشمکش کی تعلیم تک محدود کر دینے کے معنی ہیں اسے کاٹ چھانٹ کے کم کر دینا —— اُسے مسخ کر دینا، اسے گھٹا کے ایسی چیز بنا دینا جو متوسط طبقہ کے لئے قابل قبول ہو سکے۔ مارکسی وہ ہے جو طبقاتی کشمکش کو مان لینے کے بعد اس تصور کو وسعت دے کر پرولتاریہ کی آمریت کو بھی قبول کر لیتا ہے، یہ ہے سب سے گہرا فرق مارکسی اور ایک معمولی نچلے درجے کے یا بڑے بورژوا کے درمیان، یہ ہے وہ کسوٹی جس پر مارکسیت کی اصلی تفہیم اور قبولیت کو پرکھنا لازمی ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جب یورپ کی تاریخ نے یہ سوال عملی طور سے مزدور طبقے کے سامنے رکھا تو پتہ چلا کہ نہ صرف سارے موقع پرست اور اصلاح پسند بلکہ کوتسکی کے سارے پیرو بھی (وہ لوگ اصلاح پسندی اور مارکسیت کے درمیان چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر) ذلیل قسم کے کودن اور نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسند نکلے جو پرولتاریہ کی آمریت سے انکار کرتے تھے، کوتسکی کا رسالہ "پرولتاریہ کی آمریت" جو اگست ۱۹۱۸ء میں یعنی اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بہت بعد شائع ہوا ہے، اس بات کی بڑی اچھی مثال ہے کہ نچلے متوسط طبقے کے لوگ مارکسیت

کی شکل کس طرح لگاتے ہیں، اور عملی طور سے انتہائی ذلالت کے ساتھ اس سے انکار کرتے ہیں، اور ریاکاری برتتے ہوئے اپنے الفاظ میں اسے قبول بھی کرتے جاتے ہیں (میرا رسالہ "پرولتاری انقلاب اور غدار کوتسکی"، مطبوعہ ۱۹۱۸ء دیکھئے)

آجکل کی موقع بازی جس طرح اپنے سب سے بڑے نمایندے کوتسکی کی (جو پہلے مارکسی تھا) شکل میں ظاہر ہوتی ہے، اس پر متوسط طبقے کی کیفیت کے متعلق مارکس کا جو بیان اوپر نقل ہوا ہے وہ پوری طرح عائد ہوتا ہے، کیوں کہ یہ موقع پرستی طبقاتی کشمکش کی قبولیت کو اس خاص جگہ تک نہیں لے جاتی، یعنی سرمایہ داری اور کمیونزم کے درمیان والے عبوری دور تک، متوسط طبقے کا تختہ الٹنے اور اسے بالکل ختم کرنے کے دور تک۔ دراصل یہ دور ناگزیر طور پر طبقاتی جنگلوں کا دور بن جاتا ہے جو اس وقت غیر معمولی طور پر شدید ہوتی ہے اور جتنی بھی ممکن ہو سکے تند و تیز شکلیں اختیار کرتی ہیں، اور اس لئے اس دور میں ریاست کو ناگزیر طور پر ایک ایسی ریاست ہونا چاہیئے جو ایک نئے انداز سے جمہوری ہو (یعنی پرولتاریہ اور عام طور سے غریبوں کے لئے) اور ایک نئے انداز سے آمرانہ ہو (یعنی متوسط طبقے کے خلاف)۔

اس کے علاوہ ریاست کے بارے میں مارکس کی تعلیمات کا اصل جوہر صرف اسی آدمی کے ذہن نشین ہو سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ نہ صرف عام طور سے کسی طبقاتی سماج کے لئے، نہ صرف پرولتاریہ کے لئے جس نے متوسط طبقے کا تختہ الٹ دیا ہو، بلکہ اس سارے تاریخی دور کے لئے جو سرمایہ داری کو "غیر طبقاتی سماج" سے، کمیونزم سے علاحدہ کرتا ہے، ایک واحد جماعت کی آمریت لازمی ہے۔ بورژوا ریاستوں کی شکلیں انتہائی رنگ برنگی ہیں، لیکن ان کی اصلیت ایک ہی ہے:۔

آخر میں دیکھا جائے تو ایک نہ ایک طریقے سے یہ ساری ریاستیں ناگزیر طور پر متوسط طبقے کی آمریت ہیں جب سرمایہ داری سے کمیونزم کی طرف عبور شروع ہو گا تو رنگ برنگ کی بہت سی سیاسی ہیئتیں ضرور پیدا ہوں گی، لیکن ان سب کی اصلیت ناگزیر طور پر صرف ایک ہو گی پرولتاریہ کی آمریت۔

تیسرا باب

۱۸۷۱ء کی پیرس کمیون کا تجربہ، مارکس کا تجزیہ

۱۔ کمیون والوں کی دلاوری کس بات میں ہے؟

یہ تو مشہور بات ہے کہ ۱۸۷۰ء کے موسم خزاں میں کمیون سے چند مہینے پہلے مارکس نے پیرس کے مزدوروں کو آگاہ کر دیا تھا کہ حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش نا امیدی کی وجہ سے سرزد ہونے والی حماقت ہوگی لیکن جب مارچ ۱۸۷۱ء میں مزدوروں کو ایک فیصلہ کن جنگ پر مجبور کر دیا گیا اور انھوں نے اسے قبول کر لیا، جب بغاوت ایک امر واقعی بن گئی تو مارکس نے غیر امید افزا پیشین گوئیوں کے باوجود بڑی گرم جوشی کے ساتھ پرولتاری انقلاب کا خیر مقدم کیا، مارکس نے سخت رویہ نہیں اختیار کیا، اور نہ فضیلت مآبانہ انداز سے "ایک بے وقت" تحریک کی مذمت کی، جیسا کہ مارکسیت کے اس بدنام روسی غدار پلیخانوف نے کیا تھا، ——— پلیخانوف نے نومبر ۱۹۰۵ء میں تو مزدوروں اور کسانوں کی جد و جہد کے بارے میں بڑے ہمت

بندھانے والے انداز میں لکھا تھا، لیکن دسمبر ۱۹۰۵ء کے بعد آزاد خیال لوگوں کی طرح چلانے لگا "انھیں ہتھیار نہیں اٹھانے چاہئیں تھے"۔

لیکن مارکس نے کمیون والوں کی دلاوری پر بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا، اور ان کے بارے میں کہا کہ انھوں نے "آسمانوں پر چڑھائی بول دی ہے" اس سے بھی زیادہ یہ کہ گو یہ عوامی انقلابی تحریک اپنا مقصد نہیں حاصل کر سکی، لیکن مارکس نے اسے ایک زبردست اہمیت رکھنے والا تاریخی تجربہ بتایا —— عالم گیر پرولتاری انقلاب کی تھوڑی سی ترقی، سینکڑوں مباحثوں اور تجویزوں سے زیادہ اہم ایک عملی قدم یہ مسئلہ مارکس کے سامنے اس صورت میں آیا کہ اس تجربے کا تجزیہ کیا جائے۔ اس سے جنگی چالوں کے متعلق سبق حاصل کئے جائیں، اس واقعے نے جو نئی روشنی فراہم کی ہے اس کی مدد سے اپنے نظریے کا دوبارہ معائنہ کیا جائے۔

مارکس نے "کمیونسٹ اعلان نامے" میں صرف ایک "تصحیح" لازمی سمجھی۔ اور یہ تصحیح اس نے پیرس کے کمیون والوں کے انقلابی تجربے کی بنیاد پر کی۔

"کمیونسٹ اعلان" کے ایک نئے جرمن ایڈیشن کے آخری دیباچے کی تاریخ ۲۴ جون ۱۸۷۲ء ہے، اس پر دونوں مصنفوں کے دستخط ہیں اس دیباچے میں مصنفین، یعنی کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کہتے ہیں کہ "کمیونسٹ اعلان نامے" کا پروگرام اب "بعض جگہ سے پرانا اور ناکارہ" ہو گیا ہے، وہ آگے چل کر کہتے ہیں۔

"کمیون نے خاص طور سے ایک چیز ثابت کر دی، وہ یہ کہ مزدور طبقہ صرف ریاست کی بنی بنائی مشین پر قبضہ کر کے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہیں کر سکتا"۔

یہاں جو الفاظ واوین کے اندر ہیں وہ مصنفین نے مارکس کی کتاب
"فرانس میں خانہ جنگی" سے مستعار لئے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیرس کمیون کے ایک خاص اور بنیادی
سبق کو مارکس اور اینگلز اتنی زبردست اہمیت کا مالک سمجھتے تھے
کہ انھوں نے اسے "کمیونسٹ اعلان نامے" میں ایک نہایت ضروری
تصحیح کی حیثیت سے داخل کیا۔

یہ چیز بڑی امتیازی خصوصیت رکھتی ہے کہ خاص طور سے اسی
اہم تصحیح کو موقع پرستوں نے مسخ کیا ہے، اور "کمیونسٹ اعلان نامے"
کے پڑھنے والوں میں سے اگر سو میں سے ننانوے آدمی نہیں، تو کم سے کم
دس میں سے نو آدمی اس کے معنی بالکل نہیں جانتے۔ ہم اس تخریب
کا ذکر آگے چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ ایک باب میں کریں گے۔ جو
تخریبوں کے لئے مخصوص ہوگا۔ یہاں اتنی بات دیکھنا کافی ہوگا کہ اوپر
مارکس کا جو مشہور قول نقل کیا گیا ہے اس کی مروجہ مبتذل "تشریح" بڑے
شور سے دعوی کرتی ہے کہ یہاں مارکس طاقت پر قبضہ جما لینے کے برخلاف
بتدریج نشوونما کے خیال پر زور دے رہا ہے۔

درحقیقت معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مارکس کا خیال یہ ہے
کہ مزدور طبقے کو "ریاست کی بنی بنائی مشین" کو توڑ ڈالنا چاہئے۔
ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہئے اور اپنے آپ کو صرف اس پر قبضہ جما لینے
تک محدود نہیں کرنا چاہئے۔

۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء کو یعنی بالکل کمیون کے زمانے میں مارکس
نے کیوگلمان کو لکھا تھا "اگر آپ میری کتاب EIGHTEENTH
BRUMAIRE. کے آخری باب کو ملاحظہ کریں تو
آپ دیکھیں گے کہ میں نے وہاں یہ اعلان کیا ہے کہ ماضی کی طرح فرانسیسی

انقلاب کی اگلی کوشش یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ نوکر شاہی اور فوجی مشین ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچ جائے، بلکہ اسے توڑ دینا چاہیئے (لفظوں کے نیچے سطر مارکس نے کھینچی ہے) اور یہ یورپ کے برّ اعظم میں کسی حقیقی عوامی انقلاب کی سب سے پہلی شرط ہے، پیرس میں ہماری جماعت کے دلاور ساتھیوں نے اسی بات کی کوشش کی ہے" [NEW ZEIT جلد ۲۰-۱، ۱۹۰۱-۱۹۰۲، صفحہ ۷۰۹۔ کیوگل مان کے نام مارکس کے خطوط روسی زبان میں دو دفعہ شائع ہوئے ہیں، ایک ایڈیشن میں دیباچہ بھی ہے ⊗]۔

انقلاب کے دوران میں ریاست سے متعلق پرولتاریہ کو کیا کام سر انجام دینے ہیں، اس مسئلے کے بارے میں مارکسیت کا سب سے بڑا سبق ان الفاظ —— یعنی "نوکر شاہی اور فوجی مشین کو توڑ دو" —— میں موجود ہے، اور بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مارکسیت کی مروجہ کوتسکیانہ "تشریح" نے اسی سبق کو نہ صرف بھلا دیا ہے، بلکہ اس کی شکل بالکل مسخ کر ڈالی ہے۔

جہاں تک (EIGHTEENTH BRUMAIRE) کی طرف مارکس کے اشارے کا تعلق ہے۔ ہم نے اس بیان کو پورا پورا نقل کر دیا ہے۔

مارکس کے جو دو بیانات نقل کیئے گئے ہیں ان میں سے دو خاص باتیں قابل غور اور دلچسپ ہیں، پہلی تو یہ کہ وہ اپنے نتائج کو برّ اعظم یورپ تک محدود رکھتا ہے یہ ۱۸۷۱ء میں بالکل فطری بات تھی، کیونکہ اس زمانے میں انگلستان ایک خالص سرمایہ دارانہ ملک کا مثالی نمونہ تو بن گیا تھا لیکن ابھی وہاں فوجی مشین نہیں تھی، اور بڑی حد تک نوکر شاہی بھی نہیں تھی، اس وجہ سے مارکس نے انگلستان کو خارج کر دیا جہاں انقلاب، بلکہ عوام کے انقلاب کا بھی تصور، "ریاست کی

بنی بنائی مشین" کو برباد کر دینے کی ابتدائی شرط کے بغیر کیا جاسکتا تھا، اور اس وقت ایسا انقلاب ممکن بھی تھا۔

آج ۱۹۱۷ء میں، پہلی سرمایہ دارانہ جنگ عظیم کے زمانے میں، مارکس کی یہ استثنیٰ اب کارآمد نہیں ہوسکتی۔ انگلستان اور امریکہ دونوں جو نوکرشاہی اور عسکریت کی غیر موجودگی کے معنوں میں اینگلوسیکسن "آزادی" کے سب سے بڑے اور آخری نمایندے ہیں، آج نوکرشاہی اور فوجی اداروں کی گندی اور خونی دلدل میں سر کے بل کود پڑے ہیں ——— ایسے اداروں کی دلدل جن کے تابع فرمان ہر چیز ہے، اور جو ہر چیز کو پیروں تلے روندتے ہیں۔ آج انگلستان اور امریکہ دونوں میں "عوام کے کسی حقیقی انقلاب" کی ابتدائی شرط "ریاست کی بنی بنائی مشین" کو (جس نے ان دونوں ملکوں میں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۷ء کے درمیان یورپ والی" سرمایہ دارانہ تکمیل حاصل کی ہے) توڑنا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے۔

دوسرے، مارکس کے اس انتہائی گہرے قول پر خاص توجہ صرف کرنی چاہیئے کہ ریاست کی نوکرشاہی اور فوجی مشین کی بربادی "عوام کے کسی حقیقی انقلاب کی ابتدائی شرط ہے" مارکس کی زبان سے "عوام" کے انقلاب کا خیال بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے، اور پلیخانوف روسی پرستار اور مینشویک، اسٹروو کے وہ پیرو جو اپنے آپ کو مارکسی کہلانا چاہتے ہیں، شاید اس فقرے کے متعلق یہ کہیں کہ یہ صرف "زبان کی لغزش" ہے انھوں نے مارکسیت کی ایسی تخریب کی ہے کہ اسے بالکل افلاس زدہ اور "آزاد خیالانہ" نظریہ بنا دیا ہے، ان کے نزدیک مارکسیت میں بورژوا اور پرولتاری انقلاب کے امتیاز کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں ——— اور اس امتیاز کا تصور بھی اُن کے دماغ میں بالکل بے جان

قسم کا ہے۔

اگر ہم مثال کے طور پر بیسویں صدی کے انقلابوں کو لیں تو ہمیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ پرتگال اور ترکی دونوں جگہ کے انقلاب بورژوا ہیں ان میں سے کوئی بھی "عوام" کا انقلاب نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی عوام کی زبردست اکثریت عملی اور آزادانہ طور سے سامنے نہیں آئی، اور نہ اس نے معاشی اور سیاسی مطالبات پیش کئے، اس کے برخلاف حالاں کہ روس کے ۰۷-۱۹۰۵ء والے بورژوا انقلاب نے ایسی "شاندار" کامیابیاں نہیں حاصل کیں جو بعض وقت پرتگال اور ترکی کے انقلابوں کو حاصل ہو گئیں، لیکن یہ بلاشک و شبہ "عوام کا حقیقی انقلاب" تھا، کیونکہ عوام کی زبردست اکثریت نیچے سے نیچے سماجی طبقے جو ظلم اور لوٹ کھسوٹ کے بوجھ سے دبے ہوئے تھے، اب آزادانہ اُٹھ رہے تھے، انھوں نے انقلاب کی ساری نشوونما پر اپنے مطالبات اور اپنی کوششوں کا ٹھپہ لگا دیا کہ جو پرانی سماج برباد کی جا رہی تھی اس کے بجائے وہ خود اپنے طریقے سے ایک نئی سماج تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

۱۸۷۱ء کے یورپ میں، عوام کی اکثریت وہاں کے پرولتاریہ پر مشتمل نہیں "عوام" کا ایسا انقلاب جو اکثریت کو اپنی رو میں واقعی بہالے جائے، صرف اس طرح ممکن تھا کہ اس میں پرولتاریہ اور کسان طبقہ دونوں شامل ہوں۔ اس زمانے میں "عوام" دونوں طبقوں پر مشتمل تھے دونوں طبقوں کو یہ صورتِ حال متحد کئے ہوئے ہے کہ "ریاست کی نوکر شاہی اور فوجی مشین" دونوں پر ظلم کرتی ہے، دونوں کو کچلتی ہے، دونوں کو لوٹتی کھسوٹتی ہے۔ اس مشین کو توڑ ڈالنا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ـــــــ اس میں "عوام" کا اس کی اکثریت کا، مزدوروں اور

زیادہ تر کسانوں کا اصلی مفاد ہی، کسانوں کے غریب ترین طبقے کے پرولتاریوں کے ساتھ آزادانہ اتحاد کی "ابتدائی شرط" ہی اور اس قسم کے اتحاد کے بغیر جمہوریت ناپائیدار رہیگی اور اشتراکی قسم کی نئی تنظیم بالکل ناممکن ہوگی۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں پیرس کمیون اسی اتحاد کی سمت جا رہی تھی، حالانکہ بہت سے اندرونی اور بیرونی حالات کی وجہ سے وہ اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکی۔

چنانچہ جب مارکس "عوام کے حقیقی انقلاب" کا ذکر کر رہا تھا تو وہ نچلے متوسط طبقے کی امتیازی خصوصیات کو ذرا بھی نہیں بھولا تھا (وہ ان کا ذکر بہت اور اکثر کیا کرتا تھا)، بلکہ ۱۸۷۱ء میں یورپ کی زیادہ تر ریاستوں میں مختلف طبقوں کے آپس کے حقیقی تعلقات کا اندازہ بڑے غور و فکر کے ساتھ لگا رہا تھا۔ اس کے برخلاف اس نے یہ بھی کہا ہی کہ مزدوروں اور کسانوں دونوں کے مفاد ریاست کی مشین کو "توڑ دینے" کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ضرورت ان دونوں کو متحد کرتی ہی، ان کے سامنے یہ مشترکہ فریضہ رکھتی ہی کہ وہ "طفیلی" کو نکال پھینکیں، اور اس کے بجائے کوئی نئی چیز لائیں۔ کیا چیز؟

۲۔ ریاست کی شکستہ مشین کی جگہ کیا چیز لیگی؟

۱۸۴۷ء میں مارکس نے اس سوال کا جواب "کمیونسٹ اعلان نامے" میں خالص مطلق و مجرد طریقے سے دیا، صرف مسائل کو بیان کر دیا، انھیں حل کرنے کے طریقے نہیں بتائے "کمیونسٹ اعلان نامے" کا جواب یہ تھا کہ اس مشین کی جگہ "حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ" کو لایا جائے، "جمہوریت قایم کی جائے"۔

مارکس نے خیالی دنیائیں نہیں بنائیں، بلکہ یہ انتظار کیا کہ عوامی تحریک کا تجربہ خود اس مسئلے کا حل پیش کردے کہ حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی یہ تنظیم کیا خصوصی شکلیں اختیار کریگی، اور یہ تنظیم کس مخصوص طریقے سے "جمہوریت" کے مکمل ترین اور مستقیم ترین "قیام" کے ساتھ ملائی جا سکے گی۔

کمیون کا تجربہ بہت معمولی قسم کا ہی، لیکن مارکس نے اپنی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی" میں اس کا انتہائی احتیاط کے ساتھ تجزیہ کیا، یہاں ہم اس کتاب کے سب سے اہم حصے نقل کرتے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کا آغاز تو مطلق العنان شاہی حکومت کے زمانے میں ہوا۔ لیکن "ریاست کی مرکزی قوت، اور اس کے ہمہ حاضر آلاتِ کار یعنی مستقل فوج، پولیس، نوکر شاہی، پادریوں کے طبقے اور نظامِ عدالت" کا نشو و نما انیسویں صدی میں ہوئی، سرمایہ اور محنت میں طبقاتی مخالفت بڑھ جانے کے ساتھ ساتھ "ریاست کی قوت محنت پر سرمائے کی قومی طاقت کی شکل، سماج کو غلام بنائے رکھنے کے لئے منظم کی ہوئی عوامی طاقت کی شکل، ایک طبقے کی مطلق العنان حکمرانی کے آلہ کار کی شکل زیادہ سے زیادہ اختیار کرتی چلی گئی۔ ہر اس انقلاب کے بعد جو طبقاتی کشمکش میں ایک ترقی کے دور کا مظہر ہی، ریاست کی قوت کی خالص جابرانہ شکل زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی چلی گئی ہی"۔ ۱۸۴۸-۴۹ء کے انقلاب کے بعد ریاست کی قوت "محنت کے خلاف سرمایے کی جنگ کا قومی آلۂ کار" بن گئی، دوسری سلطنت نے اسے اور بھی مضبوطی سے قایم کر دیا۔

مارکس کہتا ہی "اس سلطنت کی براہ راست ضد کمیون تھی"۔ "یہ ایک عوامی حکومت" کی "مثبت شکل" تھی "جس کا کام صرف طبقاتی اقتدار

کی شاہی حکومت والی شکل ہی کو نہیں بلکہ بذاتِ خود طبقاتی حکمرانی کو منسوخ کرنا تھا۔“

پرولتاری اور اشتراکی عوامی حکومت کی یہ ”مثبت“ شکل کیا تھی؟ وہ کیا ریاست تھی جس کی تخلیق اس نے شروع کردی تھی؟

مارکس کہتا ہے، ”کمیون کا پہلا حکم ...... یہ تھا کہ مستقل فوج کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ مسلح عوام کو رکھا جائے۔“

اب یہ مطالبہ ہر اس جماعت کے پروگرام میں ملتا ہے جو اپنے آپ کو اشتراکی کہتی ہے لیکن ان کے پروگراموں کی قدر و قیمت ہمارے اشتراکی انقلاب پسندوں اور مینشویکوں کے رویے سے ظاہر ہے جنھوں نے ۱۲ مارچ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد بھی اس مطالبے کو عملی طور سے پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا!

”کمیون بلدی مشیروں پر مشتمل تھی جو شہر کے مختلف علاقوں میں عالم گیر حق رائے دہندگی کے ذریعے چنے گئے تھے، یہ ذمہ دار جماعت تھی، اور تھوڑے تھوڑے عرصوں کے بعد قابل تنسیخ تھی۔ اس کے ارکین میں سے زیادہ تر فطری طور پر مزدور تھے یا مزدور طبقے کے مسلمہ نمائندے ...... پولیس مرکزی حکومت کی آلہ کار باقی نہیں رہی تھی، بلکہ اس کی سیاسی صفات اس سے فوراً چھین لی گئی تھیں، اور اسے کمیون کا ذمہ دار اور ہر وقت قابل تنسیخ آلہ کار بنا دیا گیا تھا، اسی طرح محکمۂ انتظام کی تمام دوسری شاخوں کے افسروں کو بھی۔ کمیون کے ارکین سے لے کر نیچے تک سرکاری کام کی اُجرت کی شرح وہی تھی جو مزدوروں کی اجرت کی۔ ریاست کے بڑے بڑے عہدے داروں کے ساتھ ساتھ ان کی مخصوص اور مستقل اجارے داریاں اور خاص حقوق سب ختم ہو گئے ......“

"پرانی حکومت کے جسمانی قوت والے عناصر یعنی مستقل فوج اور پولیس سے چھٹکارا پانے کے بعد، کمیون کو فکر ہوئی کہ ظلم وجبر کی روحانی قوت یعنی "پادریوں کی طاقت"، کو بھی ختم کیا جائے۔ . . .

عدالتی عہدے داروں سے (انکی) جعلی آزادی اور خود مختاری بھی لے لی گئی . . . . دوسرے سرکاری ملازموں کی طرح مجسٹریٹ اور جج بھی انتخاب کے ذریعے چنے جاتے تھے، اور ذمہ دار اور قابل تنسیخ ہوتے تھے"۔

اس طرح بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی شکستہ مشین کی جگہ کمیون نے "صرف" ایک زیادہ مکمل جمہوریت قایم کی تھی — یعنی مستقل فوج کی تنسیخ، سارے افسروں کا انتخاب کے ذریعے چُنا جانا اور عوام کی خواہش کے مطابق معزول کر دیا جانا۔ لیکن درحقیقت اُس "صرف" کے اندر ایک بہت زبردست تبدیلی پنہاں ہے۔ یعنی ایک قسم کے ادارے کی بجائے بنیادی طور پر بالکل مختلف قسم کے ادارے کا آجانا، یہاں "کمیت کے کیفیت میں بدل جانے" کی ایک مثال ہمارے سامنے ہے، جمہوریت کو ایسی مکمل اور مستقیم شکل میں سامنے لایا گیا ہے جیسی عمومی اعتبار سے تصور میں آسکتی ہے، اسے سرمایہ دارانہ جمہوریت سے پرولتاری جمہوریت میں بدل دیا گیا ہے، اسے ریاست (یعنی ایک مخصوص طبقے کو دبائے رکھنے کے لئے ایک خصوصی قوت) کے بجائے ایک ایسی چیز بنا دیا گیا ہے جو دراصل اس لفظ کے مسلّمہ معنوں میں ریاست ہی ہی نہیں۔

متوسط طبقے کو دبانا اور اس کی مدافعت کو کچل دینا تو اب بھی ضروری ہے۔ کمیون کے لئے تو یہ چیز خاص طور سے ضروری تھی، اور اس کی سکشت کے اسباب میں سے ایک یہ تھا کہ کمیون یہ کام کافی عزم اور

مستقل مزاجی کے ساتھ سر انجام نہیں دے سکی، لیکن اب استبداد کا آلۂ کار آبادی کی اکثریت ہے، اقلیت نہیں، جیسا کہ غلامی، رعیت والے نظام، اور اجرتی محنت کے ماتحت ہمیشہ ہوتا تھا، اور جب عوام کی اکثریت اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو ایک مرتبہ خود دبا دیگی تو استبداد کے لئے کسی "خصوصی قوت"، کی ضرورت باقی نہیں رہیگی، ان معنوں میں ریاست آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع کردیگی، ایک اجارہ دار اقلیت کے خصوصی اداروں (یعنی اجارہ دار سرکاری افسروں، اور مستقل فوج کے سرداروں) کے بجائے اکثریت خود براہ راست سب فرائض انجام دے سکتی ہے، اور ریاستی قوت کے فرائض کی ادائیگی کا بار جتنا زیادہ عمومی حیثیت سے عوام کے کندھوں پر پڑتا جاتا ہے، اتنی ہی کم ضرورت اس قوت کے وجود کی رہ جاتی ہے۔

اس سلسلے میں کمیون کا وہ اقدام جس پر مارکس نے اتنا زور دیا ہے اور جو خاص طور سے قابل غور ہے یہ ہے افسروں کے تمام بھتے اور روپیہ کے متعلق ان کے ساری خصوصی حقوق ختم کر دیئے جائیں، سارے سرکاری ملازمتوں کی تنخواہیں کم کردی جائیں، اور انھیں "مزدوروں کی اجرت" کے برابر اجرت دی جائے۔ اور کسی بھی جگہ کی بہ نسبت یہاں نہایت صاف طور سے نظر آتا ہے کہ بورژوا جمہوریت اور پرولتاری جمہوریت میں کیا فرق ہے ——— ظالموں کی جمہوریت اور مظلوم طبقوں کی جمہوریت میں، ایک خاص طبقے پر "استبداد کے لئے ایک خصوصی طاقت"، کی حیثیت سے ریاست، اور عوام، یعنی مزدوروں اور کسانوں، کی اکثریت کی ساری قوت کے ہاتھوں ظالموں پر استبداد میں، اور اسی سب سے زیادہ قابل غور چیز کے بارے میں، جو ریاست کے مسئلے کے اعتبار سے شاید اہم ترین ہے۔ مارکس کی تعلیمات کو بالکل بھلا دیا گیا ہے! عام پسند تشریحوں میں، جن کا کوئی شمار نہیں رہا ہے، اس بات کا ذکر بھی نہیں

ہوتا، اس کے بارے میں خاموش رہنا، مناسب، سمجھا جاتا ہے، گویا یہ کوئی پرانی قسم کی ،، سادہ لوحانہ،، بات ہو، بالکل اسی طرح جیسے عیسائیت کے ریاستی مذہب کا درجہ حاصل کر لینے کے بعد عیسائی قدیمی عیسائیت کی ''سادہ لوحانہ'' باتوں اور اس کی جمہوریت پسندانہ انقلابی روح کو ''بھول'' گئے تھے۔

ریاست کے سب سے اونچے افسروں کی تنخواہ گھٹا دینا ''صرف'' ایک سادہ لوح اور قدیمی جمہوریت کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے، موجودہ موقع پرستی کے ''بانیوں'' میں سے ایک یعنی ایڈورڈ برن شٹائن نے جو پہلے سماجی جمہوریت پسند تھا، ''قدیمی،، جمہوریت کے خلاف مبتذل بورژوا چوٹیں اور طنزیہ فقرے دہرانے میں اکثر اپنا کمال صرف کیا ہے۔ ہمارے زمانے کے کوتسکی کے مقلدین سمیت سارے موقع پرستوں کی طرح وہ اس بات کو قطعی سمجھ ہی نہیں سکا ہے کہ سب سے پہلے تو کسی حد تک ''قدیمی،، جمہوریت کی طرف ،، مراجعت،، کے بغیر سرمایہ داری سے اشتراکیت تک پہنچنا ناممکن ہے (اس منزل تک پہنچنے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے جہاں ریاست کے سارے فرایض آبادی کی اکثریت اور آبادی کے ہر فرد کے ہاتھوں سرانجام پائیں؟) اور دوسرے، وہ یہ بھول جاتا ہے کہ سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ کلچر کی بنیاد پر ''قدیمی جمہوریت،، وہی قدیمی جمہوریت نہیں ہے جو تاریخ سے قبل والے زمانے یا سرمایہ داری سے پہلے کے زمانے میں تھی، سرمایہ دارانہ کلچر نے وسیع پیمانے والی پیداوار، کارخانوں، ریلوں، ڈاک کے محکمے، ٹیلیفون وغیرہ کی تخلیق کی ہے اور اس بنیاد پر پرانی ''ریاستی قوت'' کے بہت زیادہ فرائض اتنے آسان اور سیدھے سادے ہو گئے ہیں، اور گھٹ کر درج کرنے، مسل بنانے اور جانچ پڑتال کرنے کے ایسے کام

رہ گئے ہیں کہ ہر پڑھا لکھا آدمی انھیں سمجھ سکے گا۔ اور مزدوروں کی اجرت" پر انھیں سر انجام دینا ممکن ہو گا ـــــ چنانچہ اس صورتِ حال میں یہ ہو سکتا ہے، بلکہ لازمی ہے، کہ ان فرائض کے ساتھ اب کوئی خاص رعایتیں "افسرانہ شان و شوکت" باقی نہ رہے۔

بغیر کسی استثنیٰ کے سارے افسر انتخاب کے ذریعے چنے جائیں، اور انھیں عوام کی مرضی کے مطابق ہر وقت برخاست کیا جا سکے۔ ان کی تنخواہیں "مزدوروں کی اجرت" کے برابر رہ جائیں ـــــ یہ سیدھے سادے اور "صاف ظاہر" جمہوری قانون، جو مزدوروں اور کسانوں کی اکثریت کے مفادات کو متحد کر دیتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان پل کا کام بھی دیتے ہیں ان قانونوں کا تعلق ریاست سے ہے یعنی سماج کی خالص طور سے سیاسی تشکیل نو سے، لیکن انھیں اپنی پوری معنویت اور اہمیت صرف "غاصبوں کی بے دخلی" کے سلسلے میں حاصل ہوتی ہے جو پوری ہو چکی ہو یا جس کی تیاری ہو، یعنی ذرائع پیداوار کی سرمایہ دارانہ شخصی ملکیت کو سماجی ملکیت میں بدلنے کے سلسلے میں، مارکس لکھتا ہے: "خرچ کے دو سب سے بڑے ذریعوں، یعنی مستقل فوج اور ریاست کی منصبیت، کو برباد کر کے کمیون نے بورژوا انقلابوں کے اس نعرے سستی حکومت، کو ایک حقیقت بنا دیا"

کسانوں کے طبقے سے، اور اسی طرح نچلے متوسط طبقے کے اور گروہوں میں سے بھی صرف دو چار آدمی "چوٹی پر پہنچتے ہیں"، "بورژوا معنوں میں" "آسمان کے نیچے ایک جگہ" حاصل کرتے ہیں یعنی خوش حال اور امیر بنتے ہیں یا خاص حقوق رکھنے والی ملازمتیں پاتے ہیں، ہر اس سرمایہ دارانہ ملک میں جہاں کسانوں کا طبقہ موجود ہے (اور سرمایہ دارانہ ملکوں کی اکثریت اسی قسم کی ہے) کسانوں کی بہت بڑی اکثریت حکومت کے

ہاتھوں دُکھ سہتی رہتی ہے، اور اس کا تختہ الٹنے کی آرزو، "سستی" حکومت کی آرزو کرتی رہتی ہے۔ اس آرزو کو صرف پرولتاریہ حقیقت میں تبدیل کر سکتا ہے، اور اس کی تکمیل سے پرولتاریہ ساتھ ہی ساتھ ریاست کی اشتراکی تشکیل نو کیطرف ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے۔

۳۔ پارلیمانیت کی بربادی

مارکس کہتا ہے: "کمیون کا مقصد صرف پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنے والی جماعت ہونا تھا جو قانون سازی کے فرائض بھی ادا کرے اور نظم و نسق کے بھی ۔ ۔ ۔ ۔

دو تین یا چھ سال میں ایک مرتبہ یہ فیصلہ کرنے کی بجائے کہ حکمراں طبقے کا کون سا رکن پارلیمنٹ میں عوام کی نمائندگی کریگا، یہ طے ہوا کہ کمیونوں میں بیٹھے ہوئے عوام کی خدمت عالم گیر حق رائے دہندگی کرے گا، جیسے رائے دہندگی کا انفرادی حق ہر اس آجر کی خدمت کرتا ہے جو اپنی تجارت کے لئے کام کرنے والوں یا منتظموں کی تلاش میں ہو"

آج کل جنگ جویانہ قسم کی سماجی وطن پرستی اور موقع پرستی کے غلبے کی بدولت، پارلیمانیت پر یہ ۱۸۷۱ء والی قابل غور تنقید بھی مارکسیت کے "بھولے ہوئے لفظوں" میں شامل ہے، وزیروں اور پیشہ ور پارلیمانیوں، پرولتاریہ کے غداروں اور ہمارے زمانے کے اشتراکی" ٹھگوں" نے پارلیمانیت پر ساری تنقید نراجیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دی ہے، اور اس حیرت ناک طور پر دانش مند دلیل کی بنا پر، پارلیمانیت کی ہر تنقید کو "نراجیت" کہہ کر اسکی مذمت کرتے ہیں! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ سب سے زیادہ "ترقی یافتہ" پارلیمانی ملکوں کا پرولتاریہ شانڈے مان، ڈیوڈ، لیگین، سان با، رینوڈیل، ہینڈرسن، وانڈرویلڈ،

اسٹاؤننگ، براسٹننگ، لبولانی جیسے اشتراکیوں سے بیزار ہو کر، اپنی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ نراجیت پسند کسی اشتراکیت ——— یہ چیز بھی موقع پرستی کی جڑ والی بہن ہے ——— کو دیدیا ہو۔

لیکن مارکس کے لئے انقلابی جدلیات کوئی خالی خولی فیشن ایبل فقرہ نہیں تھا، نہ محض جھن جھنا ——— جیسا کہ پلخانوف، کوتسکی اور دوسرے لوگوں نے اسے بنا دیا ہے۔ چوں کہ نراجیت بورژوا پارلیمانیت کے "اصطبل"، کو استعمال کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی اور خاص طور سے ایسے زمانے میں کہ جب صورت حال انقلابی نہیں تھی، اس لئے مارکس اس چیز کو سمجھ کر نراجیت سے بڑی سنگدلی کے ساتھ علیحدہ ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ پارلیمانیت پر حقیقی انقلابی اور پرولتاری قسم کی تنقید کس طرح کرے۔

ہر چند سال میں ایک دفعہ یہ فیصلہ کرنا کہ حکمراں طبقے کے کون سے اراکین پارلیمنٹ کے ذریعے عوام کو دبائیں گے اور ان پر ظلم و ستم کرینگے ——— یہی اصل خلاصہ بورژوا پارلیمانیت کا ——— صرف پارلیمانی دستوری والی شاہی حکومتوں ہی میں نہیں، بلکہ انتہائی جمہوری قسم کی عوامی حکومتوں میں بھی۔

لیکن اگر ریاست کا سوال پیدا ہوتا ہے، اگر پارلیمانیت کو ریاست کا ایک ادارہ سمجھا جاتا ہے تو اس دائرے میں پرولتاریہ کے فرائض کے نقطہ نظر سے پارلیمانیت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کیا ہوگا؟ ہم اس کے بغیر کس طرح کام چلا سکتے ہیں؟

ہمیں بار بار یہ بات دُہرانی پڑیگی۔ مارکس کی تعلیمات کو، جن کی بنیاد کمیون کے مطالعے پر ہے، اتنے مکمل طریقے سے بھلا دیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے کے "سماجی جمہوریت پسند" (اسے یوں پڑھیے: ہمارے

زمانے کے اشتراکیت کے غدار سمجھ میں یہ بات آہی نہیں سکتی کہ نراجیوں یا رجعت پسندوں کے علاوہ کوئی اور بھی پارلیمانیت پر تنقید کر سکتا ہے۔

پارلیمانیت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ نمائندہ اداروں اور انتخاب کے اصول کو ختم کر دیا جائے، بلکہ نمائندہ اداروں کو "باتوں کے بازار" سے بدل کر کام کرنے والی جماعت بنایا جائے۔ "کمیون کا مقصد پارلیمانی جماعت نہیں بلکہ کام کرنے والی جماعت ہونا تھا، جو قانون سازی کا کام بھی کرتی ہو اور نظم و نسق کا بھی"۔

"پارلیمانی نہیں، بلکہ کام کرنے والی جماعت" —— اس فقرے سے ہمارے زمانے کے پارلیمانیوں اور پارلیمانیت کے سہارے پلنے والے سماجی جمہوریت پسندوں کی خاص کمزوری پر چوٹ پڑتی ہے۔ امریکہ سے سوئٹزرلینڈ تک، فرانس سے انگلستان اور ناروے وغیرہ تک کوئی پارلیمانی ملک لے لیجئے —— "ریاست" کا اصلی کام پردے کے پیچھے ہوتا ہے، اور محکموں، دفتروں اور سرکاری ملازمتوں کے ہاتھوں سرانجام پاتا ہے۔ خود پارلیمنٹ میں "عام آدمیوں" کو بے وقوف بنانے کے لئے محض باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں، یہ بات اتنی درست ہے کہ روسی عوامی حکومت میں بھی، جو متوسط طبقے کی جمہوری عوامی حکومت ہے، ایک حقیقی پارلیمنٹ بننے سے پہلے ہی، پارلیمانیت کے یہ سارے مقاصد فوراً بے نقاب ہو گئے۔ گلی سڑی انقلاب دشمنی کے ایسے ہیروؤں نے جیسے اسکوبلیف تسریتیلی، چرنوف اور آوکسن تیف، عوامی پنچایتوں (SOVIETS) تک کو گندا کر دیا ہے، اور انھیں نچلے متوسط طبقے کی انتہائی قابل نفرت پارلیمانیت کے نمونے پر ڈھال کے انھیں بھی بالکل کھوکھلا اور "باتوں کا بازار" بنا دیا ہے۔ سوویٹوں میں عالی وقار "اشتراکی" وزرا ان پر اعتماد کرنے والے کسانوں کو تجویزوں اور فقرے سازی سے بے وقوف بنا رہے ہیں۔

خود حکومت میں ایک قسم کی مستقل چوہتیا کھیلی جا رہی ہو تا کہ، ایک طرف تو، جتنے اس۔آر۔ایس اور مینشیویکوں کو ممکن ہو سکے عمدہ عمدہ ملازمتیں مل جائیں، اور دوسری طرف لوگوں کی توجہ ہٹی رہی، اس تمام عرصے میں "ریاست" کا اصلی کام دفتروں اور محکموں میں ہو رہا ہے۔

حکمراں اشتراکی انقلاب پسند جماعت کے اخبار "دیلونارودا" نے حال ہی میں اپنے ایک اداریہ میں اُس "اچھی سوسائٹی" کے جہاں "سب" سیاسی عصمت فروشی پر مشغول ہیں، لوگوں کے سے بے نظیر بے لاگ پن کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ خود "اشتراکیوں" کی (اس اصطلاح کی معافی چاہتا ہوں) وزارتوں میں بھی نوکر شاہی کی ساری مشین بالکل اسی طرح قایم ہے جیسے پہلے تھی، اسی طرح کام کر رہی ہے اور "آزادی" سے انقلابی اقدامات کے راستے میں روڑے اٹکا رہی ہے۔ اگر ہمارے سامنے یہ اعتراف نہ بھی ہوتا تو کیا حکومت میں اس۔آر۔اس اور مینشیویکوں کی شرکت کی اصل تاریخ سے یہ ثابت نہ ہو جاتی؟ یہ بات امتیازی خصوصیت رکھتی ہے کہ فوجی افسروں کے ساتھ وزارت میں شریک ہو کر چیرنوف، اوسانوف، زینزینوف اور "دیلونارودا" کے دوسرے ایڈیٹروں نے ایسی ساری شرم وحیا کھو دی ہے کہ بالکل اس طرح جیسے کسی تاش کے کھیل کا ذکر ہو، ذرا شرمائے بغیر اعلان کرتے ہیں کہ "ان کی وزارتوں میں ہر چیز اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی! سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے انقلابی اور جمہوری فقرے، سرمایہ داروں کے "فائدے" کے لئے نوکر شاہی اور دفتری کارروائی —— یہ ہے اس "باوقار" مشترکہ وزارت کا اصلی نچوڑ۔

بورژوا سماج کی گلی سڑی اور ضمیر فروشانہ پارلیمانینت کی جگہ کمیون

ہیں ایسے ادارے لیتے ہیں جہاں رائے اور بحث کی آزادی ذلیل ہو کر جعل سازی میں نہیں تبدیل ہو جاتی، کیوں کہ پارلیمانیوں کو اپنے آپ کام کرنا پڑتا ہے، اپنے قانونوں کا اجرا اپنے آپ کرنا پڑتا ہے، اپنے قانونوں کے نتائج کا اندازہ اصلی زندگی میں اپنے آپ لگانا پڑتا ہے، اپنے انتخاب کرنے والوں کے سامنے خود براہِ راست جواب دہ ہونا پڑتا ہے، نمایندہ ادارے باقی رہتے ہیں۔ لیکن ایک مخصوص نظام کی حیثیت سے، اراکین کے لیئے خصوصی حقوق رکھنے والے درجے کی حیثیت سے، پارلیمانیت باقی نہیں رہتی۔ نمایندے اداروں کے بغیر ہم جمہوریت کا تصور نہیں کر سکتے پرولتاری جمہوریت کا بھی نہیں، لیکن ہم جمہوریت کا تصور پارلیمانیت کے بغیر کر سکتے ہیں، اور یہ ہمیں کرنا پڑیگا اگر ہمارے لیئے بورژوا سماج کی تنقید صرف خالی خولی الفاظ نہیں ہیں، اگر ہمارے اندر متوسط طبقے کی حکمرانی کا تختہ الٹنے کی خواہش سنجیدہ اور پرُخلوص ہے، اور مزدوروں کی رائیں حاصل کرنے کے لئے محض دو انتخابی نعرہ" نہیں ہے جیسا کہ مینشویک S. R. s سانڈ سے مان، لیگین، سان با، وانڈرویلڈ وغیرہ لوگوں کے یہاں۔

اس بات پر غور کرنا بہت سبق آموز چیز ہے کہ ان سرکاری افسروں کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے جو کمیون اور پرولتاری جمہوریت دونوں میں ضروری ہیں، مارکس ان کا مقابلہ "ہر دوسرے آجر" کے کام کرنیوالوں سے کرتا ہے۔ یعنی ہر معمولی سرمایہ دارانہ تجارتی کمپنی کے کام کرنے والوں سے جس میں "مزدور اور منتظم" سب ہوتے ہیں۔

مارکس کے یہاں خیالی دنیا میں بنانے کی طرف ذرا سی بھی رجحان نہیں پایا جاتا۔ یعنی ایک "نئی" سماج ایجاد کر لینے یا اس کا تصور کر لینے کے معنوں میں نہیں، وہ پرانی سماج کے بطن سے نئی سماج کی پیدائش اور ان دونوں کے درمیان کی شکلوں کا مطالعہ تاریخ طبیعی کے ایک

عمل کی حیثیت سے کرتا ہے، وہ ایک عوامی پرولتاری تحریک کے اصلی تجربے کو لے لیتا ہے اور اس سے عملی سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ کمیون سے کچھ "سیکھتا ہے" جس طرح تمام بڑے بڑے انقلابی مفکر مظلوم طبقوں کی عظیم تحریکوں کے تجربے سے سبق حاصل کرنے میں کبھی نہیں جھجکے! اور نہ اس نے کبھی عوام کو فضیلت مآبانہ انداز سے "وعظ" دی (جیسے پلیخانوف نے کہا تھا "انھیں ہتھیار نہیں اٹھانے چاہئیں تھے"، یا تسرتیلی نے کہا تھا: "ہر طبقے کو جاننا چاہیے کہ اپنے اوپر کس طرح کوئی حد عائد کی جائے")

افسر شاہی کو فوراً، ہر جگہ، پوری طور سے برباد کر دینا ـــــ اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ یہ ایک خیالی دنیا ہے۔ لیکن پرانی نوکر شاہی کی مشین کو توڑ دینا اور فوراً ایک نئی مشین کی تعمیر میں لگ جانا جو ہمیں ساری افسر شاہی کو آہستہ آہستہ ختم کر دینے کے قابل بنا دیگی ـــــ یہ خیالی دنیا نہیں ہے، یہ کمیون کا تجربہ ہے، یہ انقلابی پرولتاریہ کا سب سے لازمی اور اولین فریضہ ہے۔

سرمایہ داری نے "ریاست" کے نظم و نسق کے کاموں کو بے حد سادہ بنا دیا ہے۔ اس نے یہ ممکن کر دیا ہے کہ "حکم دینے والے" طریقوں کو بالکل ترک کر دیا جائے، اور ہر چیز کو گھٹا کر صرف اتنی سی بات بنا دیا جائے کہ (حکمراں طبقے کی حیثیت سے) پرولتاریوں کی تنظیم ہو اور ساری سماج کی طرف سے "کام کرنے والوں، منتظموں، اور محاسبوں" کو کرایے پر رکھ لیا جائے۔

ہم خیالی دنیائیں بنانے والے نہیں ہیں، ہم ان "خوابوں" میں نہیں پڑتے کہ نظم و نسق کے سارے نظام اور ہر قسم کی فرماں برداری اور ماتحتی کو فوراً ختم کر دینے کا بہترین طریقہ کون سا ہے، یہ نراجی خواب، جن کی بنیاد پرولتاری آمریت کے فریضے کو اچھی طرح نہ سمجھ سکنے پر ہے۔ بنیادی طور سے مارکسیت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے، اور درحقیقت یہ تو اشتراکی انقلاب کو اس زمانے تک کے لئے ملتوی کر دیتے ہیں جب تک کہ

انسانی فطرت نہ بدل جائے۔ نہیں، ہم تو اشتراکی انقلاب اسی انسانی فطرت کے ساتھ چلاتے ہیں جیسی کہ وہ اب ہے، اس انسانی فطرت کے ساتھ جو ماتحتی، پابندی اور "منتظمین" کے بغیر کام نہیں چلا سکتی۔

لیکن اگر ماتحتی ہے تو سارے مظلوموں اور محنت کشوں کے ہر اول دستے یعنی پرولتاریہ کی ماتحتی ہونی چاہیے، ریاست کے افسروں کے مخصوص "حکم دینے" والے طریقے بدلے جا سکتے ہیں، بلکہ انھیں فوراً چوبیس گھنٹے کے اندر بدل دینا چاہیے۔ اور ان کے بجائے "منتظمین" اور حساب کتاب رکھنے والوں کے سیدھے سادے طریقہائے عمل رائج کرنے چاہئیں ——— وہ طریقے جنھیں عمل میں لانے کی صلاحیت شہر میں بسنے والا ہر اوسط درجے کا آدمی رکھتا ہے، اور جو "مزدوروں کی اجرت" پر سر انجام دے سکتے ہیں۔

سرمایہ داری جو کچھ تخلیق کر چکی ہے اس سے شروع کرتے ہوئے ہم وسیع پیمانے پر پیداوار کی تنظیم کریں گے، ہم مزدور لوگ خود مزدوروں کی حیثیت سے اپنے تجربے پر بھروسہ کرتے ہوئے اور ایک سخت اور آہنی نظام عمل قائم کرتے ہوئے جسکی مدد کے لئے مسلح مزدوروں کی ریاستی قوت موجود ہوگی، ریاستی افسروں کی حیثیت کو گھٹا کر بس اتنا کر دیں گے کہ وہ ذمہ دار، مناسب قسم کی تنخواہ پانے والے "منتظمین" کی حیثیت سے (جن میں ہر قسم اور ہر طرح اور ہر درجہ کا فنی علم موجود ہوگا) بس سیدھی سادی طرح ہماری ہدایتوں کو عمل میں لے آیا کریں، یہ ہمارا پرولتاری فریضہ ہے، اور جب ہم پرولتاری انقلاب کو انجام کو پہنچا رہے ہوں تو ہمیں اسی سے شروع کرنا چاہیئے۔ وسیع پیمانے کی پیداوار کی بنیاد پر اس قسم کی شروعات اپنے آپ اس پر منتج ہوگی کہ ساری "نوکر شاہی" آہستہ آہستہ غائب ہوتی چلی جائے، اور بتدریج ایک نیا نظام تعمیر ہو، ایک ایسا نظام جسے

وادین میں نہیں لکھا جاتا، اور ایسا نظام جس کا اُجرتی غلامی سے کوئی تعلق نہیں ہو۔ ایسا نظام جس میں نگرانی اور حساب کتاب کے طریقے زیادہ سے زیادہ آسان ہوتے جائیں گے اور ہر آدمی اپنی باری پر انھیں عمل میں لا سکے گا پھر وہ ایک عادت بن جائیں گے۔ اور آخر میں آبادی کے ایک خاص طبقے کے خاص فرائض کی حیثیت سے بالکل ختم ہو جائیں گے۔

سنہ ۱۸۷۰ء کے قریب کے ایک بذلہ سنج جرمن سماجی جمہوریت پسند نے ڈاک خانے کو اشتراکی نظام کی ایک مثال بتایا ہے، یہ بالکل ٹھیک ہے آج کل ڈاک خانہ ایک تجارت ہے جیسے ریاست کے سرمایہ دارانہ اجارے کے طریقے سے منظم کیا گیا ہے، سامراجیت سارے تجارتی اشتراکوں کو بتدریج اسی قسم کے اداروں میں تبدیل کر رہی ہے، یہاں "عام" مزدوروں کے اوپر، جو کام اور فاقہ کشی کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، وہی بورژوا نوکر شاہی مسلط ہے، لیکن سماجی انتظام کی مشین یہاں بنی بنائی موجود ہے۔ سرمایہ داروں کا تختہ الٹ دیجئے، مسلح مزدوروں کے آہنی ہاتھ سے ان لوٹنے کھسوٹنے والوں کی مدافعت کو پیس ڈالئے۔ موجودہ زمانے کی ریاست کی نوکر شاہی والی مشین کو توڑ ڈالئے ——— اور آپ کے سامنے ایک ایسا مشینی نظام موجود ہوگا۔ جو ایسے ا چھے کل پرزوں سے مزین ہوگا "مفت خوروں" سے آزاد ہو چکا ہوگا، اور جس میں یہ اہلیت ہوگی کہ متحد مزدور خود اسے حرکت میں لے آئیں۔ مزدور اپنے مشین چلانے والوں، ناظموں، حساب کتاب رکھنے والوں، سب کو خود کرائے پر رکھیں، اور ان سب کو، بلکہ "ریاست" کے ہر ملازم کو، مزدوروں کی عام اجرت کی شرح سے تنخواہ دیا کریں۔ یہ ایک ٹھوس اور ——— قابل عمل کام ہے جو سارے تجارتی اشتراکوں کے سلسلے میں فوراً تکمیل کو پہنچ سکتا ہے ——— ایک ایسا کام جو مزدوروں کو لوٹ کھسوٹ سے آزاد کر دیتا

ہے، اور جس تجربے کو کمیون نے عملاً ظاہر کرنا شروع کیا تھا اُسے استعمال میں لاتا ہے (خاص طور سے ریاست کی تعمیر کے ضمن میں)

سارے قومی معاشی نظام کو ڈاک خانے کی طرح اس طریقے سے منظم کرنا کہ مشین کا کام جاننے والے، منتظمین، حساب رکھنے والے اور سارے افسر بھی "مزدوروں کی اجرت" سے زیادہ تنخواہ نہ پائیں، اور سب مسلح پرولتاریہ کی رہنمائی اور نگرانی کے ماتحت کام کرتے ہوں — یہ ہے ہمارا فوری مقصد یہ ہے وہ ریاست اور معاشی بنیاد جس کی ہمیں ضرورت ہے، یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعے پارلیمانیت کی بربادی رُونما ہوگی، اور نمائندہ ادارے بھی باقی رہیں گے۔ مزدور طبقے کے لئے یہ ادارے متوسط طبقے کی غلامی سے اس ترکیب کے ذریعے آزاد ہوں گے۔

۴۔ قومی اتحاد کی تنظیم

"قومی تنظیم کے ایک بھدے سے خاکے میں جسے پوری طرح تیار کرنے کا وقت کمیون کو نہیں ملا، صاف طور سے کہا گیا ہے کہ چھوٹے سے نگلے کی سیاسی شکل بھی کمیون کی ہوگی ......

ان کمیونوں سے پیرس کی "قومی نمائندہ مجلس" منتخب کی جائے گی"

— "جو تھوڑے سے لیکن اہم فرائض مرکزی حکومت کے لئے رہ جاتے ہیں انھیں ختم کر دینا مقصود نہیں تھا، جیسا کہ ارادتاً غلط بیانی کی گئی ہے، بلکہ انھیں کمیون کے، یعنی سختی سے ذمے دار قسم کے کارکنوں کے ہاتھوں سرانجام دیا جانا تھا، قوم کے اتحاد کو توڑنا منظور نہیں تھا، بلکہ اس کے برخلاف اس کی تنظیم کمیون کے دستور کے ذریعے ہونی تھی، اور اس ریاستی قوت کی بربادی کے ذریعے اسے ایک حقیقت بننا تھا جو اس اتحاد کی تجسیم ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور ساتھ ہی اپنے آپ کو قوم سے آزاد اور بلند تر سمجھتی ہے

حالاں کہ قوم کے جسم پر وہ غیر ضروری اور فاضل بدگوشت کی طرح پیدا ہوئی ہے۔ پرانی والی حکومت کی قوت کے خالص جابرانہ اعضا کو کاٹ دینا تھا، لیکن اس کے جائز فریضوں کو ایک ایسی طاقت کے ہاتھ سے چھین کر جس نے سماج کی طاقت غصب کرلی ہے۔ اور اپنے آپ کو سماج سے برتر اور بلند تر بنا دیا ہے سماج کے ذمے دار نمائندوں کے قبضے میں دینا تھا،،

["از مارکس فرانس میں خانہ جنگی]

موجودہ زمانے کی سماجی جمہوریت پسندی کے موقع پرست مارکس کے ان بیانات کو کتنا کم سمجھ سکے ہیں ـــــ غالباً یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ سمجھنا نہیں چاہا ہے ـــــ اس کا بہترین اندازہ غدار برن شٹائن کی مشہور (ہیروسٹراٹیز کی قسم کی) کتاب ،، انقلابی اشتراکیت،، سے ہوگا۔ مارکس کے مندرجہ بالا بیان کے سلسلے میں برن شٹائن نے لکھا ہے کہ یہ پروگرام ،، اپنے سیاسی مطالب کے اعتبار سے اپنی ساری لازمی خصائص میں پرودوں کی وفاقیت سے زبردست مماثلت رکھتا ہے..... مارکس اور ،، نچلے متوسط طبقے کے ،، پرودوں [برن شٹائن ان الفاظ ،، نچلے متوسط طبقے ،، کو واوین میں رکھتا ہے تاکہ اُن میں طنزیہ لب ولہجہ پیدا ہوسکے] کے درمیان تمام دوسرے اختلافات کے باوجود ان چیزوں کے متعلق ان کے سوچنے کے طریقے ایک دوسرے سے بہت ہی زیادہ ملتے جلتے ہیں،،

برن شٹائن کہتا ہے کہ میونسپلٹیوں کی اہمیت تو واقعی بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن ،،...... مجھے یہ بات بڑی مشکوک نظر آتی ہے کہ جمہوریت کا پہلا کام یہ ہوگا کہ موجودہ زمانے کی ریاستوں کو اس طرح ختم کردیا جائے اور ان کے نظام کی شکل کو ایسے مکمل طریقے سے بدل دیا جائے جیسا کہ مارکس اور پرودوں نے بیان کیا ہے (یعنی ایک قومی مجلس کی تشکیل جو صوبوں یا ضلعوں کی مجلسوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی، اور یہ صوبوں

یا ضلعوں کی مجلسیں کمیونوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوں گی، تاکہ قومی نمائندگی کا پہلے والا سارا طریقہ سرے سے غائب ہو جائے"

"ریاستی قوت کے خاتمے" اور" اس فاضل بدگوشت" کو برباد کر دینے کے بارے میں مارکس کے خیالات اور پردوں کی وفاقیت کو اس طرح گڈمڈ کر دینا واقعی انتہائی مہمل بات ہے۔ لیکن یہ کوئی اتفاقیہ چیز نہیں ہے، کیوں کہ موقع پرست کے ذہن میں کبھی یہ بات آتی ہی نہیں کہ یہاں مارکس مرکزیت کے برخلاف وفاقیت کا ذکر نہیں کر رہا ہے، بلکہ ریاست کی پرانی بورژوا مشین کی بربادی کا جو ساری بورژوا ریاستوں میں موجود ہے۔

موقع پرست کے ذہن میں صرف وہی بات آتی ہے جو وہ اپنے چاروں طرف نچلے متوسط طبقے کی انقلاب دشمنی اور "اصلاح پسندانہ" جمود کی سماج میں دیکھتا ہے یعنی صرف "میونسپلٹیاں"! رہا پرولتاری انقلاب، تو اس کا تو تصور کرنا بھی موقع پرست بھول گیا ہے۔

یہ بڑی مزیدار بات ہے، لیکن قابل غور چیز یہ ہے کہ اس سوال کے ضمن میں کسی نے بھی برن شٹائن کے خلاف کوئی بات نہیں کہی! برن شٹائن کے رد میں اکثر لوگوں نے لکھا ہے، خاص طور سے روس میں پلیخانوف نے اور یورپ میں کوتسکی نے لیکن برن شٹائن نے مارکس کی یہ جو تخریب کی ہے اس کے بارے میں ان دونوں میں سے کسی نے بھی کوئی بات نہیں کہی۔

موقع پرست انقلابی انداز سے سوچنا اس حد تک بھول گیا ہے اور اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ انقلاب کے متعلق کس طرح غور و فکر کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مارکس کے سر "وفاقیت" مڑھ دیتا ہے، اور اس کو نراجیت کے بانی پرودوں کے ساتھ گڈمڈ کر دیتا ہے۔ اور کوتسکی اور

سخانوف جنہیں صحیح مارکسسٹ ہونے اور انقلابی مارکسیت کی تعلیمات کے دفاع کی اتنی بے چینی رہتی ہے، اس باب میں بالکل خاموش رہتے ہیں!

مارکسیت اور نراجیت کے مابین جو فرق ہے اس سے متعلق خیالات کو مبتذل بنانے میں کوتسکی کے مقلدوں اور موقع پرستوں دونوں نے حصہ لیا ہے۔ یہاں اس ابتذال کی ایک جھلک ملتی ہے، ہم اس ابتذال پر بحث آگے چل کے کریں گے۔

کمیون کے تجربے کے بارے میں مارکس کے جو بیانات نقل کیے گئے ہیں ان میں وفاقیت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مارکس پرودوں سے ٹھیک اس بات میں متفق ہے جسے برن شٹائن دیکھ ہی نہیں سکا ہے۔ مارکس پرودوں سے ٹھیک اس بات میں اختلاف رکھتا ہے جہاں برن اسٹائن دونوں کو متفق دیکھتا ہے۔

مارکس پرودوں سے اس بات میں متفق ہے کہ دونوں موجودہ ریاستی مشین کی "بربادی" چاہتے ہیں مارکسیت اور نراجیت (پرودوں اور باکونن دونوں کے یہاں) کے اس مشترکہ اصول کو نہ تو موقع پرست دیکھنا چاہتے ہیں نہ کوتسکی کے پیرو، کیونکہ اس معاملے میں وہ خود مارکسیت سے ہٹ گئے ہیں۔

وفاقیت کے معاملے میں مارکس پرودوں اور باکونن دونوں سے اختلاف رکھتا ہے (پرولتاریہ کی آمریت کا تو خیر ذکر ہی نہیں) وفاقیت اصولاً، نراجیت کے بارے میں نچلے متوسط طبقے کے خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔ مارکس مرکزیت کا قائل ہے، اس کے جو اقوال اوپر نقل ہوئے ہیں ان میں وہ مرکزیت سے ذرا نہیں ہٹتا۔ صرف وہ لوگ جو ریاست کی بربادی کو مرکزیت کی بربادی سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن اگر پرولتاریہ اور سب سے غریب کسانوں کا طبقہ ریاست کی قوت کو اپنے ہاتھ میں لے لے، اپنی تنظیم کمیونوں کی شکل میں کرے اور ساری کمیونوں کے عمل کو اس طرح متحد کرے کہ سرمائے پر کاری چوٹ پڑے، سرمایہ داروں کی مدافعت کو کچل دیا جائے، ریلوں، کارخانوں، زمین وغیرہ کی ذاتی ملکیت پوری قوم، ساری سماج کے ہاتھوں میں آجائے تو کیا یہ مرکزیت نہیں ہوگی؟ کیا یہ انتہائی مستقیم قسم کی جمہوری مرکزیت نہیں ہوگی؟ بلکہ پرولتاری مرکزیت؟

برن شٹائن اختیاری مرکزیت کے امکان کا تصور بالکل کر ہی نہیں سکتا —— کمیونوں کے اختیاری طور پر متحد ہو کے ایک قوم بن جانے کا، پرولتاری کمیونوں کے اختیاری طور پر آپس میں اس طرح مل جانے کا کہ متوسط طبقے کی برتری ختم ہو جائے اور ریاست کی بورژوا مشین برباد ہو جائے۔ سب انقلاب دشمنوں کی طرح برن شٹائن بھی مرکزیت کا تصور صرف اس طرح کر سکتا ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو اوپر سے عائد کی جاتی ہے، اور صرف نوکرشاہی اور عسکریت کے ذریعے قائم رکھی جا سکتی ہے۔

مارکس کو گویا پہلے ہی سے یہ امکان نظر آ گیا تھا کہ اس کے خیالات کی تخریب کی جائے گی؛ چنانچہ اس نے ارادتاً اس بات پر زور دیا ہے کہ کمیون پر یہ الزام عمداً دروغ باقی ہے کہ وہ قوم کے اتحاد کو برباد کرنا اور مرکزی قوت کو ختم کر دینا چاہتی تھی، مارکس "قوم کے اتحاد کی تنظیم" والا فقرہ ارادتاً استعمال کرتا ہے تاکہ فوجی اور نوکرشاہی والی مرکزیت کا مقابلہ شعوری قسم کی جمہوری پرولتاری مرکزیت سے کر سکے۔

لیکن جو آدمی سننا نہ چاہے اس سے زیادہ بہرا کوئی بھی نہیں ہوتا، موجودہ زمانے کی سماجی جمہوریت پسندی کے موقع پرست ریاستی قوت

کو برباد کرنے، فاضل بد گوشت کو کاٹ پھینکنے کے بارے میں کچھ بھی نہیں سننا چاہتے۔

۵۔ طفیلی ریاست کی بربادی

اس موضوع پر مارکس کے بیانات کا کچھ حصہ ہم نقل کر چکے ہیں اب ہم اس کی پیش کی ہوئی تصویر کو مکمل کرتے ہیں۔ مارکس لکھتا ہے "عام طور سے بالکل نئی تاریخی تخلیقوں کی بدقسمتی یہ ہوتی ہے کہ انھیں سماجی زندگی کی ان پرانی بلکہ مردہ شکلوں کی نقل سمجھ لیا جاتا ہے۔ جن سے وہ تھوڑی بہت مشابہت رکھتی ہوں، چنانچہ اس کمیون کو، جو موجودہ زمانے کی ریاستی قوت کو توڑ پھینکتی ہے۔ ازمنہ متوسطہ کی کمیونوں کی نقل سمجھا گیا ہے۔۔۔ یا چھوٹی ریاستوں کا وفاق (مون تس کیو، ژیروں دیں)۔۔۔ یا ضرورت سے زیادہ مرکزیت کے خلاف قدیم جدوجہد کی ایک مبالغہ آمیز شکل۔۔۔ ۔۔۔ ریاست کا طفیلی کیڑا جو سماج کے جسم سے غذا حاصل کر رہا ہے اور اس کی آزادانہ نقل و حرکت کو روکے ہوئے ہے۔ جن قوتوں کو اب تک اپنے قبضے میں کیے ہوئے ہے ان سب کو کمیون کا دستور سماجی جسم کو واپس دے دیتا۔ صرف اس ایک چیز سے یہ دستور فرانس کی نئی زندگی کا آغاز کر دیتا۔۔۔ کمیون کا دستور گاؤوں کے پیدا کرنے والوں کو اپنے ضلعوں کے مرکزی شہروں کی ذہنی رہنمائی میں لے آیا، اور مزدوروں کی شکل میں انھیں اپنے مفادات کے فطری نگہبان دے دیئے، کمیون کا وجود بذات خود مقامی بلدیاتی آزادی پر دلالت کرتا تھا، لیکن اب اس آزادی کی حیثیت ریاستی قوت کے راستے میں ایک رکاوٹ کی نہیں تھی کیونکہ یہ قوت تو اب ختم ہی ہو گئی تھی"

"موجودہ زمانے کی ریاستی قوت کو توڑ پھینکتی ہے" ریاستی قوت

"فاضل بدگوشت" ہے، اسے "کاٹ پھینکنا"، اسے "برباد کر دینا" وہ ریاستی قوت جو اب ختم ہو گئی تھی" ——— یہ ہیں وہ فقرے جو مارکس نے ریاست کے متعلق اس وقت استعمال کئے ہیں۔ جب وہ کمیون کے تجربے کی قدر و قیمت جانچ رہا تھا اور اس کا تجزیہ کر رہا تھا۔

یہ سب آدھی صدی سے کچھ کم ہوئے لکھا گیا تھا، اور مارکسیت کو اپنی اصلی شکل میں عوام کے علم میں لانے کے لئے اب تو گویا کھدائی کرنا لازمی ہے۔ اس آخری عظیم انقلاب کے مشاہدے سے، جسے مارکس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، جو نتائج اس نے اخذ کئے ہیں انھیں ایسے وقت بھلا دیا گیا ہے کہ جب عظیم پرولتاری انقلابوں کا وقت آ گیا ہے۔

"کمیون کی طرح طرح سے تشریحیں کی گئی ہیں، اور طرح طرح کے مفادات نے اسے وہ معنی پہنائے ہیں جو ان کے فائدے کے ہوں ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک بہت زیادہ پھیلنے کی صلاحیت رکھنے والی سیاسی ہیئت تھی۔ اس کے برخلاف حکومت کی اس سے پہلی والی ساری شکلیں خالص جابرانہ تھیں، اس کا اصلی راز یہ تھا، اپنی اصلیت کے لحاظ سے یہ مزدور طبقے کی حکومت تھی ——— لوٹ کھسوٹ کرنے والے طبقے کے خلاف پیداوار کرنے والے طبقے کی جدوجہد کی پیداوار، بہت دنوں میں دریافت کی ہوئی سیاسی ہیئت جس کے ماتحت محنت کی معاشی آزادی کی تکمیل ہو سکتی تھی۔

"اس آخری شرط کے بغیر کمیون کا دستور ایک ناممکن چیز اور ایک دھوکا ہوتا۔" خیالی دنیائیں بنانے والے ایسی سیاسی شکلیں "دریافت" کرنے میں مشغول ہو گئے جن کے ماتحت سماج کی اشتراکی تشکیل نو صورت پذیر ہو سکے، نراجیوں نے سیاسی شکلوں کے سوال ہی سے بالکل منہ پھیر لیا۔ موجودہ زمانے کی سماجی جمہوریت پسندی کے موقع پرستوں

نے پارلیمانی جمہوری ریاست کی بورژوا سیاسی شکلوں کو اس حد کی حیثیت سے قبول کر لیا جس سے آگے جایا ہی نہیں جا سکتا۔ اس بُت کے آگے سجدے کرتے کرتے انھوں نے اپنی پیشانی گھس ڈالی، اور اِن شکلوں کو برباد کرنے کی ہر کوشش کو نراجیت کہہ کر اس کی مذمت کرنے لگے۔

اشتراکیت اور سیاسی جدوجہد کی ساری تاریخ سے مارکس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ریاست کا غائب ہو جانا لازمی ہے، اور اس کے غائب ہونے کی عبوری شکل (سیاسی ریاست سے ریاست کی غیر موجودگی تک کی تغییری شکل)، "حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ" ہوگی لیکن مارکس نے اس آنے والی منزل کی سیاسی شکلوں کو دریافت کرنے کا کام اپنے ذمے نہیں لیا، اس نے اپنے آپ کو بس یہیں تک محدود رکھا کہ فرانسیسی تاریخ کا صحیح مشاہدہ کرے، اس کا تجزیہ کرے، اور وہ نتیجہ اخذ کرے جس کی طرف سنہ ۱۸۵۱ء رہنمائی کرتا ہے، یعنی حالات کا رُخ یہ بتاتا ہے کہ ریاست کی بورژوا مشین برباد ہو جائیگی۔

اور جب پرولتاریہ کی عوامی انقلابی تحریک ایک دم سے شروع ہو گئی تو اس تحریک کے ناکام ہو جانے کے باوجود، اس کی مختصر سی عمر اور اس کی لازمی کمزوری کے باوجود، مارکس نے یہ مطالعہ شروع کیا کہ اُس سے کون سی سیاسی شکلیں ظاہر ہوئی ہیں۔

کمیون وہ شکل ہے جسے پرولتاری انقلاب نے "آخر دریافت کر لیا ہے" اور جس کے ماتحت محنت کی معاشی آزادی تکمیل پا سکتی ہے۔

کمیون پرولتاری انقلاب کی پہلی کوشش ہے، ریاست کی بورژوا مشین کو توڑ دینے کی، اور یہ وہ سیاسی "شکل" ہے جسے "آخر دریافت کر لیا گیا ہے" اور جو اس ٹوٹی ہوئی مشین کی جگہ لے سکتی ہے۔ بلکہ ایسا ہونا

لازمی ہے۔

ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں نے مختلف ماحول میں اور مختلف حالات کے ماتحت کمیون کے کام کو جاری رکھا، اور مارکس کی فسطائیت نے جو تاریخی تجزیہ کیا تھا اُسے صحیح ثابت کر دکھایا۔"

چوتھا باب
اینگلز کی تکمیلی تشریحات

کمیون کے تجربے کے معنی والے مسئلے کے متعلق مارکس نے بنیادی باتیں بتائیں ہیں۔ اینگلز نے اسی سوال پر بار بار بحث کی ہے، اور مارکس کے تجربے اور نتائج کی تشریح کرتے ہوئے بعض دفعہ مسئلے کے دوسرے پہلوؤں کو اتنی نمایاں حیثیت دی ہے کہ ہمیں ان تشریحات پر الگ سے غور کرنا چاہیئے۔

۱۔ مکانوں کا مسئلہ

مکانوں کے مسئلے کے متعلق اپنی کتاب میں (۱۸۷۳ء) اینگلز نے کمیون کے تجربے پر غور کیا ہے، اور بار بار ریاست کے متعلق انقلاب کے فریضوں پر بحث کی ہے، یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اس ٹھوس موضوع پر بحث کے دوران میں دو باتیں صاف ہو جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ پرولتاری ریاست اور موجودہ ریاست کے درمیان کون سے خصائص مشترکہ ہیں —— وہ خصائص جن کی بدولت ہم دونوں کو ریاست کہہ سکتے ہیں —— اور دوسرے یہ کہ ان دونوں میں کون سی باتیں فرق پیدا کرتی ہیں، یا ریاست کس طرح برباد ہوگی۔

"مکانوں کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے؟ موجودہ زمانے کی سماج میں یہ اُسی طرح حل کیا جاتا ہے جیسے ہر دوسرا سماجی مسئلہ یعنی طلب و رسد کے معاشی طور پر بتدریج برابر کر دیے جانے کے ذریعے، یہ ایسا حل ہے جو ہمیشہ اسی مسئلے کو پھر سے پیدا کر دیتا ہے لہٰذا یہ کوئی حل نہیں ہے۔ کوئی سماجی انقلاب اس مسئلے کو کس طرح حل کریگا، اس کا انحصار محض اس زمانے کے حالات پر نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق بہت زیادہ دُور تک پہنچنے والے سوالات سے بھی ہے جن میں سے سب سے اہم سوالات میں سے ایک یہ ہے کہ شہر اور دیہات کی مخالفت کو ختم کر دیا جائے، چونکہ ہمارا کام آئندہ کی سماج کی تنظیم کے لئے خیالی نقشے بنانا نہیں ہے، اس لئے اس سوال پر بحث بیکار ہے۔ لیکن کم سے کم اتنی بات یقینی ہے کہ اگر مکانوں کو معقول طریقے سے استعمال کیا جائے تو "مکانوں کی کمی" کے حقیقی مسئلے کو فوراً حل کرنے کے لئے بڑے بڑے شہروں میں اب بھی کافی مکان موجود ہیں۔ یہ صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ موجودہ مالکوں کو بے دخل کر دیا جائے، اور جو مزدور بے گھر ہیں یا جن کے موجودہ مکانوں میں بہت زیادہ آدمی ہونے کی وجہ سے بالکل جگہ نہیں ہے، انھیں اُن مکانوں میں بسایا جائے، اور سیاسی قوت پر پرولتاریہ کا قبضہ ہوتے ہی یہ اقدام جو عوام کی بھلائی کے لئے بہت ضروری ہے، اتنا آسان ہو جائے گا جیسے آج کل کی ریاست کی دوسری بے دخلیاں اور دوسرے احکام" ("مکانوں کا مسئلہ" از اینگلز)

یہاں ریاستی قوت کی شکل میں تبدیلی پر غور نہیں کیا گیا، بلکہ صرف اس کے عمل کے مافیہ پر، بے دخلی اور مکانوں پر قبضہ تو آج کل والی ریاست کے حکم سے بھی ہوتا ہے، رسمی نقطۂ نظر سے پرولتاری ریاست بھی مکانوں پر قبضے اور عمارتوں سے بے دخلی کا "حکم" دیگی،

لیکن صاف ظاہر ہے کہ پرانی انتظامی مشین یعنی متوسط طبقے سے متعلق نوکرشاہی میں پرولتاری ریاست کے احکام کو بجالانے کی اہلیت نہیں ہوگی۔

...... لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ محنت کے سارے ذرائع پر "حقیقی قبضہ"، یعنی مزدور طبقے کا ساری صنعت کو اپنے ہاتھ میں لے لینا، پرودوں والے "حل"، کا بالکل تضاد ہے۔ موخرالذکر "حل"، میں تو انفرادی مزدور مکان، یا کھیت یا محنت کے آلات کا مالک ہو جاتا ہے؟ لیکن اول الذکر طریقے میں "مزدور طبقہ" مکانوں، کارخانوں، اور محنت کے آلات کا اجتماعی مالک رہتا ہے، اور کبھی بھی، کم سے کم عبوری دور میں۔ ان چیزوں سے استفادے کے حق افراد یا کمپنیوں کو نہیں دیگا جب تک کہ یہ لوگ ان کا خرچ نہ برداشت کریں، بالکل وہی بات ہے جیسے زمین کی ملکیت کا خاتمہ جس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زمین کا کرایہ ختم کر دیا جائے گا، بلکہ صرف اسے سماج کی طرف تبدیل کر دیا جائیگا ــــــ وہ چاہے ترمیم شدہ شکل ہی میں سہی۔ محنت سارے آلات پر مزدور طبقے کے حقیقی قبضے کے معنی یہ نہیں کہ کرائے اور لگان کے تعلقات باقی نہیں رہیں گے۔

ایک مسئلے پر جس کا یہاں ذکر ہوا ہے، یعنی ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے معاشی اسباب، ہم اگلے باب میں بحث کرینگے، اینگلز اپنا مطلب بڑی احتیاط کے ساتھ واضح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پرولتاری ریاست "کبھی بھی" وہ "کم سے کم عبوری دور میں" بغیر کرائے کے مکان نہیں دیگی، ساری قوم کی ملکیت والے مکانوں کو الگ الگ خاندانوں کو کرائے پر دینے کے معنی یہ ہیں کہ کرایہ وصول کیا جائیگا، مکانوں کو کرائے پر دینے کے کچھ قاعدے ہوں گے اور کچھ نہ

کچھ نگرانی بھی ہوگی۔ ان سب کاموں کے لئے ایک قسم کی ریاست کی تو ضرورت ہے، لیکن ایک مخصوص نوکر شاہی والی اور فوجی مشین کی بالکل ضرورت نہیں جس میں افسروں کو خاص حقوق اور امتیازی درجہ حاصل ہو۔ اس صورتِ حال کا تعلق جب کرائے کے بغیر مکان ملنا ممکن ہوگا۔ ریاست کے آہستہ آہستہ پوری طرح "غائب ہو جانے" سے ہے۔

کمیون کے بعد اور اس کے تجربے کے زیر اثر (BLANQUIST) لوگوں کے مارکسی اصولوں کو مان لینے کا ذکر کرتے ہوئے، اینگلز ان اصولوں کی تشکیل اس طرح کرتا ہے! "۔۔۔ پرولتاریہ کے سیاسی عمل کی ضرورت، اور طبقوں کے خاتمے اور ان کے ساتھ ریاست کے خاتمے کے لئے اس کی آمریت۔۔۔۔۔"

جن لوگوں کو بال کی کھال اتارنے کی عادت ہے، اور متوسط طبقے کے وہ لوگ جو "مارکسیت کو ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں" "اینٹی ڈوہرنگ "ANTI DUHRING" کے اس مندرجۂ اقتباس میں ایک تضاد دیکھیں گے ——— "ریاست کے خاتمے" کے متعلق اس بیان اور نراجیوں کی قسم کے ایک نظریے کی تردید کے درمیان یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہوگی۔ اگر موقع پرست لوگ اینگلز پر بھی "نراجی" کی مہر لگا دیں، کیوں کہ جنگ جویانہ سماجی وطن پرستی کے پیرو یہ طریقہ کار زیادہ سے زیادہ اختیار کر رہے ہیں کہ وہ بین الاقوامیت کے قائلوں کو نراجیت کا الزام دیتے ہیں۔

مارکسیت نے ہمیشہ یہی تعلیم دی ہے کہ طبقوں کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ریاست بھی ختم ہو جائے گی۔

"مارکسیت کے "آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے متعلق جو مشہور بیان ہے وہ نراجیوں پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ وہ ریاست کو ختم کر دینے کے

حق میں نہیں، بلکہ ان پر یہ تعلیم دینے کا الزام ہے کہ ریاست "چوبیس گھنٹے کے اندر" ختم کی جا سکتی ہے۔

ریاست کے خاتمے کے سوال کے بارے میں مارکسیت کا نراجیت سے جو تعلق ہے اُسے آج کل کی غالب "سماجی جمہوریت پسندی" کا نظریہ بالکل بگڑی ہوئی شکل میں پیش کرتا ہے۔ اس چیز کے پیش نظر یہ بہت مفید ہوگا کہ نراجیوں کے خلاف مارکس اور اینگلز کی ایک بحث کو پھر دوبارہ ایک نظر ڈالی جائے۔

۲۔ نراجیوں کے خلاف بحث

یہ بحث ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ مارکس اور اینگلز نے اٹلی کے ایک اشتراکی رسالے میں پرودوں کے مقلدین، "خود مختاری کے پرستاروں" یا "حکومت کے مخالفوں" کے خلاف مضامین لکھے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ان مضمونوں کا جرمن زبان میں ترجمہ نیوزائٹ NEW ZEIT میں شائع ہوا۔ ⊛

نراجیوں کے سیاسی عمل کو رد کرنے کا مذاق اڑاتے ہوئے مارکس نے لکھا ہے: "جب مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد انقلابی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جب مزدور متوسط طبقے کی آمریت کی جگہ اپنی انقلابی آمریت قایم کر دیتے ہیں، تب ان سے اصول سے منحرف ہو جانے کا ہولناک جرم سرزد ہوتا ہے، کیونکہ اپنی حقیر، مبتذل، اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، متوسط طبقے کی مدافعت کو توڑ ڈالنے کے لئے، وہ ہتھیار رکھ دینے اور ریاست کو ختم کر دینے کے بجائے ریاست کو ایک انقلابی اور عبوری شکل دیتے ہیں"۔

⊛ ["نیوزائٹ" جلد ۳۲ — ا، ۱۹۱۳-۱۴ء صفحہ ۴۰]

نراجیوں کی تردید کرتے ہوئے، مارکس ریاست کے بالکل اسی قسم کے "غاتمے" کے خلاف لڑ رہا تھا! وہ اس نظریے کے خلاف نہیں لڑ رہا تھا کہ جب طبقے غائب ہو جائیں تو ریاست بھی غائب ہو جائیگی یا جب طبقے ختم کر دیے جائیں گے تو ریاست کو بھی ختم کر دیا جائے گا بلکہ اس تجویز کے خلاف کہ "متوسط طبقے کی مدافعت کو توڑ ڈالنے" کے لئے مزدوروں کو ہتھیار، یا منظم قوت، یعنی ریاست کو استعمال کرنا چاہیئے۔

اس خیال سے کہ کہیں نراجیون کے خلاف اس کی لڑائی کے اصلی معنی کو توڑ مروڑ کے بیان نہ کیا جائے، مارکس ارادتاً اس ریاست کی "انقلابی اور عبوری شکل" پہ زور دیتا ہے جو پرولتاریہ کے لئے ضروری ہے، پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت صرف تھوڑے دنوں کے لئے ہے، ریاست کو ختم کر دینے کے سوال پر مقصد کی حیثیت سے ہمارا نراجیوں سے بالکل اختلاف رائے نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے لئے لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کے خلاف ریاستی قوت کے آلات، ذرائع اور طریقے عارضی طور پر استعمال کرنے ضروری ہیں، جیسا کہ طبقوں کو ختم کر دینے کے لئے مظلوم طبقوں کی آمریت عارضی طور پر ضروری ہے، نراجیوں کے خلاف اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے مارکس نے سب سے صاف اور روشن طریقہ اختیار کیا ہے: جب مزدور سرمایہ داروں کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکیں، تو کیا انھیں "ہتھیار رکھ دینے چاہئیں، یا سرمایہ داروں کی مدافعت کو کچل ڈالنے کے لئے ہتھیاروں کو ان کے خلاف استعمال کرنا چاہیئے؟ لیکن دوسرے طبقے کے خلاف ایک طبقہ کا باقاعدہ ہتھیاروں کا استعمال ریاست کی "عبوری شکل" کے [illegible] اور کیا چیز ہے؟

ہر سماجی جمہوریت پسند کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیئے: غیراجول سے بحث کرتے ہوئے کیا میں نے زیادہ سمت کے مسئلے پر اسی نقطۂ نظر سے غور کیا ہے؟ کیا دوسری انٹرنیشنل کی سرکاری سماجی جمہوریت پسند جماعتوں کی اکثریت اسی طریقے سے اس مسئلے پر غور کرتی ہے؟

اینگلز انھیں خیالات کو اور بھی زیادہ تفصیل اور زیادہ سادگی کے ساتھ نشوونما دیتا ہے۔ پہلے تو وہ پرودوں کے مقلدین کے گڈمڈ خیالات کا مذاق اڑاتا ہے۔ جو اپنے آپ کو "حکومت کے مخالف" کہتے تھے یعنی وہ ہر قسم کے اقتدار، ہر قسم کی ماتحتی، ہر قسم کی قوت سے انکار کرتے تھے۔ اینگلز کہتا ہے کہ کوئی کارخانہ، کوئی ریل گاڑی، کوئی سمندر میں چلنے والا جہاز لے لیجئے ——— کیا یہ ظاہر بات نہیں ہے کہ ان پیچیدہ مشینی وحدتوں میں سے، جن کا دارومدار مشینوں کے استعمال اور بہت سے لوگوں کے منظم تعاون پر ہے۔ ایک بھی تھوڑی بہت ماتحتی، اور نتیجتاً تھوڑی سی حکومت یا طاقت کے بغیر کام نہیں کر سکتی! اینگلز لکھتا ہے۔

"جب میں سب سے کٹر "حکومت کے مخالفین" کے خلاف یہ دلیلیں پیش کرتا ہوں تو وہ صرف یہ جواب دے سکتے ہیں: اوہو یہ تو ٹھیک ہے، لیکن یہاں نمایندوں کو اختیار دیے جانے کا سوال نہیں ہے، بلکہ یہ تو اس ذمہ داری کا سوال ہے جو ہم انھیں سونپ دیتے ہیں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نام بدل کر اس چیز کو بھی بدل سکتے ہیں . . . ."

اس طرح اینگلز یہ ثابت کرتا ہے کہ اقتدار اور خود مختاری اضافی اصطلاحیں ہیں، ان کے عاید ہونے کا دائرہ سماجی ارتقا کے مختلف ادوار کے ساتھ بدل جاتا ہے، اور انھیں مطلق تصورات سمجھنا مہمل بات ہے پھر وہ بتاتا ہے کہ مشین اور وسیع پیمانے والی پیداوار کے استعمال کا دائرہ ہمیشہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد اینگلز اقتدار پر ایک عام بحث

سے آگے چل کر ریاست کے سوال پر آتا ہے۔

"اگر معاشیات کے ماہرین صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے کہ مستقبل کی سماجی تنظیم اقتدار کو صرف اس حد تک رہنے کی اجازت دیگی جہاں تک کہ پیداوار کے تعلقات سے ناگزیر بنا دیئے گئے، تو ان سے مصالحت کرنا ممکن ہوتا، لیکن انھیں ان تمام امور کا کوئی احساس نہیں جو اقتدار کو ضروری بنا دیتے ہیں" اور وہ اس لفظ کے خلاف بڑی شدت سے لڑتے ہیں۔

"اقتدار کے مخالفین سیاسی اقتدار کے خلاف، ریاست کے خلاف آواز بلند کرنے پر کیوں نہیں اکتفا کرتے؟ سب اشتراکی اس بات پر متفق ہیں کہ آنے والے سماجی انقلاب کے نتیجے کے طور پر ریاست اور اس کے ساتھ سیاسی اقتدار غائب ہو جائے گا۔ یعنی قومی کاموں کی سیاسی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور ان کی سیدھی سادی انتظامی فریضوں کی سی شکل رہ جائے گی کہ سماجی مفادات کی نگرانی کی جائے۔ لیکن اقتدار کے مخالفین مطالبہ کرتے ہیں کہ جن سماجی تعلقات سے ریاست پیدا ہوئی ہے اُن کے ختم ہونے سے بھی پہلے سیاسی ریاست کو یک قلم ختم کر دینا چاہیئے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ سماجی انقلاب کا پہلا کام اقتدار کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔

"کیا ان حضرات نے کبھی انقلاب دیکھا ہے؟ بلا شک و شبہ انقلاب سب سے زیادہ با اقتدار چیز ہے۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جس میں آبادی کا ایک حصہ بندوقوں، سنگینوں اور توپوں کے ذریعے، یعنی انتہائی با اقتدار ذرائع سے، اپنی مرضی کو دوسرے حصے پر عائد کرتا ہے اور فتح مند جماعت ناگزیر طور پر مجبور ہوتی ہے کہ اپنی برتری کو اس خوف کے ذریعے قایم رکھے جو اس کے ہتھیاروں سے رجعت پسندوں کے دل

میں پیدا ہوتا ہے، اگر پیرس کمیون نے متوسط طبقے کے خلاف مسلح عوام کے اقتدار پر بھروسہ نہ کیا ہوتا تو کیا وہ ایک دن بھی چل سکتی تھی؟ اس کے برخلاف کیا ہمیں کمیون کو یہ الزام دینے کا حق نہیں ہے کہ اس نے اس اقتدار کا کافی استعمال نہیں کیا؟ چنانچہ: یا تو یہ یا وہ: یا تو اقتدار کے مخالفین جانتے ہی نہیں کہ وہ کس چیز کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں، اس صورت میں وہ صرف معاملے کو الجھائے دے رہے ہیں، یا پھر وہ جانتے ہیں، اس صورت میں وہ پرولتاریہ سے غداری کر رہے ہیں، دونوں میں سے جو صورت بھی ہو وہ رجعت پسندی کے مفادات کی خدمت کر رہے ہیں"۔

اس بحث میں ایسے سوالات چھیڑے گئے ہیں جن کا ریاست کے "آہستہ آہستہ غائب" ہو جانے کے دوران میں سیاسیات اور معاشیات کے باہمی تعلق کے موضوع کے سلسلے میں غور سے مطالعہ کرنا چاہیے (اگلا باب اسی موضوع پر ہے) اس قسم کے سوالوں میں ایک قومی کاموں کی سیاسی فرائض کے بجائے سیدھے سادے انتظامی فرائض بن جانے کا سوال ہے، اور دوسرے "سیاسی ریاست" کی یہ آخری اصطلاح جو خاص طور سے غلط فہمی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے: - غائب ہونے کی ایک خاص منزل پر اس مخصوص حالت میں ریاست کو غیر سیاسی ریاست کہا جا سکتا ہے۔

اینگلز کا جو اقتباس ہم نے پیش کیا ہے اس میں سب سے قابل غور چیز پھوہڑ انداز ہے جس میں اس نے نراجیوں کے خلاف اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ سماجی جمہوریت پسندوں نے، اینگلز کے پیرو بننے کی خواہش کرتے ہوئے اس سوال پر ۱۸۷۳ء سے لے کر اب تک لاکھوں مرتبہ نراجیوں

سے بحث کی ہے، لیکن انھوں نے اس انداز سے بحث نہیں کی جیسے کہ مارکسی کر سکتے تھے اور انھیں کرنا چاہیئے، ریاست کو ختم کرنے کا نراجی تصور بہت ہی گڈ مڈ اور غیر انقلابی ہے ـــــ اینگلز نے مسئلے کو اس طرح پیش کیا ہے، انقلاب، اس کا رونما ہونا اور نشوونما پانا، تشدد، اقتدار، طاقت، ریاست کے متعلق اس کے مخصوص کام ـــــ یہ ہیں وہ چیزیں جنھیں نراجی نہیں دیکھنا چاہتے۔

نراجیت پر موجودہ زمانے کی سماجی جمہوریت پسندی کا عام اعتراض گھٹ کر خالص ترین کور چشمانہ ابتذال رہ گیا ہے۔ "ہم ریاست کو تسلیم کرتے ہیں- اور نراجی تسلیم نہیں کرتے،، فطری طور پر اس ابتذال سے ان تمام انقلابی مزدوروں کو نفرت ہوگی جو ذرا بھی سوچتے سمجھتے ہیں، اینگلز بالکل مختلف بات کہتا ہے، وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سارے اشتراکی لوگ اشتراکی انقلاب کے نتیجے کے طور پر ریاست کے غائب ہو جانے کے قائل ہیں، پھر وہ انقلاب کے ٹھوس سوال سے بحث کرتا ہے ـــ یہی سوال جسے عام طور پر سماجی جمہوریت پسند، اپنی موقع پرستی کی وجہ سے گول کر جاتے ہیں، اور جس کا،، فیصلہ وہ صرف نراجیوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، سوال کو اس طرح پیش کرتے ہوئے اینگلز دلیرانہ مسئلے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا ہے۔ کیا کمیون کو ریاست کی انقلابی طاقت، یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم اور مسلح پرولتاریہ کا زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہیئے تھا؟

انقلاب میں پرولتاریہ کے ٹھوس کاموں سے متعلق سوال کو مروجہ سرکاری سماجی جمہوریت پسندی نے یا تو کور چشمانہ اور احمقانہ طریقے سے کندھے جھٹکا کر نظر انداز کر دیا، یا زیادہ سے زیادہ اس ٹالنے والی باطل دلیل کے ساتھ کہ "انتظار کرو اور دیکھو،، چنانچہ ایسی سماجی جمہوریت پسندی

کے بارے میں نراجی یہ کہنے میں حق بہ جانب ہے کہ اس نے محنت کش طبقے کو انقلاب کے لئے تعلیم دینے کے کام سے غداری کی ہے۔ اینگلز آخری پرولتاری انقلاب کے تجربے کو خاص طور سے اس بات کا ٹھوس تجزیہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے کہ بینکوں اور ریاست کے سلسلے میں پرولتاریہ کو کیا کرنا چاہئے، اور یہ کام کس طریقے سے کرنا چاہئے،

۳- بیبل کے نام خط

مارکس اور اینگلز کی تحریروں میں ریاست کے متعلق جو بیانات ملتے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ قابل غور نہیں تو کم سے کم سب سے زیادہ قابل غور بیانات میں سے ایک وہ ہے جو بیبل کے نام اینگلز کے ۱۸-۲۸ مارچ ۱۸۷۵ء والے خط کے مندرجہ ذیل اقتباس میں ملتا ہے، چلتے چلتے ہم یہ بھی بتا دیں کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، یہ خط بیبل نے پہلی مرتبہ اپنی سرگزشت کی دوسری جلد میں شائع کیا تھا۔ جو ۱۹۱۱ء میں چھپی تھی، یعنی خط کے لکھے جانے اور ڈاک میں ڈالے جانے کے چھتیس سال بعد۔

گوتھا پروگرام کے جس خاکے پر مارکس نے بریک کے نام اپنے مشہور خط میں اعتراض کیا تھا، اسی پر اینگلز نے بھی بیبل والے خط میں تنقید کی ہے۔ خاص طور پر ریاست کے سلسلے کا ذکر کرتے ہوئے اینگلز کہتا ہے:-

"...... عوام کی آزاد ریاست کو آزاد ریاست میں بدل دیا گیا ہے۔ قواعد کی رو سے الفاظ کے جو معنے ہوتے ہیں اس اعتبار سے، آزاد ریاست وہ ہے۔ جہاں اپنے باشندوں کے سلسلے میں ریاست

آزاد ہوتی ہے۔ یعنی مطلق العنان حکومت والی ریاست، ریاست کے بارے میں اس ساری بکواس کو ختم کر دینا ہی بہتر ہوگا، خاص طور سے کمیون کے بعد جو اس لفظ کے مخصوص معنوں میں ریاست تھی ہی نہیں۔ نراجی مدت سے ہمیں اس "عوام کی ریاست" کا طعنہ دے رہے ہیں، حالانکہ پرودوں کے خلاف مارکس کی کتاب میں، اور پھر کمیونسٹ اعلان نامہ، میں صاف طور سے کہہ دیا گیا ہے کہ سماج کا اشتراکی نظام آجانے کے بعد ریاست خود بخود تحلیل ہوتی چلی جائے گی، اور غائب ہوجائے گی، چوں کہ ریاست صرف ایک عبوری مظہر ہے جس کا استعمال، جد و جہد میں، انقلاب میں، اپنے مخالفوں کو زبردستی کچل دینے کے لئے لازمی ہے۔ اس لئے عوام کی آزاد ریاست کا ذکر کرنا بالکل مہمل بات ہے جب تک پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت ہے، اس کی ضرورت آزادی کے مفاد کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کے مخالفوں کو کچلنے کے لئے۔ اور جب آزادی کا ذکر کرنا ممکن ہو جائے گا۔ تو فوراً ہی ریاست کی حیثیت سے ریاست کا وجود ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر جگہ "ریاست" کے بجائے "جماعت"، GEMEINWESEN کا لفظ لکھا جائے جو بڑا پرانا اور عمدہ جرمن لفظ ہے اور فرانسیسی لفظ "کمیون" کے ہم معنے ہے"

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس خط میں پارٹی کے اس پروگرام کا بھی ذکر ہے جس پر مارکس نے اپنے خط میں تنقید کی تھی جو اینگلز کے خط کے صرف چند ہفتے بعد لکھا گیا تھا (مارکس کے خط پر ۵ مئی ۱۸۷۵ء کی تاریخ ہے) اور اس زمانے میں اینگلز لندن میں مارکس کے ساتھ رہ رہا تھا چنانچہ جب وہ آخری جملے میں "ہم" لکھتا ہے تو بلاشک و شبہ اینگلز جرمنی کے مزدور جماعت کے رہنما کے سامنے اپنی اور مارکس دونوں کی طرف سے

یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ پروگرام سے لفظ "ریاست" اڑا دیا جائے اور اس کے بجائے لفظ "جماعت" رکھا جائے۔

آج کل کی "مارکسیت" کے جس میں موقع پرستوں کی ضروریات کے مطابق طرح طرح کی آمیزش کی گئی ہے، لیڈروں کے سامنے اگر پروگرام میں ایسی اصلاح کرنے کی تجویز پیش کی جائے تو وہ "نراجیت" کے بارے میں کتنا کچھ غل شور مچائیں گے!

انھیں غل مچانے دیجئے متوسط طبقہ ان کی اس بات کی تعریف کرے گا۔

لیکن ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہئے، اپنی جماعت کے پروگرام کو دہراتے ہوئے مارکس اور اینگلز کی نصیحت کا ضرور خیال رکھنا چاہئے تاکہ ہم حقیقت کے قریب تر پہنچ سکیں، مارکسیت کو دوبارہ قائم کر سکیں اس میں جو تحریفات پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو سکیں، اور اپنی آزادی کے لئے محنت کش طبقے کی جد و جہد کی زیادہ صحیح طریقے سے رہنمائی ہو سکے۔ بولشویکوں میں یقیناً کوئی ایسا آدمی نہیں ہوگا جو اینگلز اور مارکس کی نصیحت کی مخالفت کرے۔ شاید صرف اصطلاحات کے متعلق مشکلات پیدا ہوں، جرمن زبان میں "جماعت" کے معنوں میں دو الفاظ ہیں، ان دونوں میں سے اینگلز نے وہ لفظ انتخاب کیا ہے جو صرف ایک واحد جماعت پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ ایک کل پر، جماعتوں کے نظام پر روسی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، اور شاید ہمیں فرانسیسی لفظ "کمیون" استعمال کرنے کا فیصلہ کرنا پڑے، حالانکہ اس میں بھی خامیاں ہیں۔

"اس لفظ کے مخصوص معنوں میں کمیون ریاست تھی ہی نہیں" — نظریاتی اعتبار سے یہ اینگلز کا سب سے اہم بیان ہے، جو کچھ اوپر

پیش کیا گیا ہے اس کے بعد یہ بیان بالکل صاف ہو جاتا ہے، کمیون اس حد تک اور ان معنوں میں ریاست نہیں رہی تھی کہ اُسے آبادی کو اکثریت پر جبر نہیں کرنا پڑتا تھا، بلکہ اقلیت پر (لوٹ کھسوٹ کرنے والوں پر) اس نے ریاست کی بورژوا مشین کو توڑ دیا تھا، ایک مخصوص جابرانہ قوت کے بجائے ساری آبادی خود میدان میں آگئی تھی، یہ سب اپنے اصلی معنوں میں ریاست سے انحراف ہے، اور اگر کمیون ایک بہت دن تک باقی رہنے والی قوت کی حیثیت سے ڈٹی رہتی تو ریاست کے باقی ماندہ عناصر بھی اس کے اندر ہی اندر اپنے آپ "آہستہ آہستہ غائب" ہو جاتے؛ اس کے اداروں کو "ختم کرنا" ضروری نہ ہوتا؛ جوں جوں ان کے پاس کام کم ہوتا جاتا وہ معطل ہوتے جاتے۔

"نراجی ہمیں اس "عوام کی ریاست" کا طعنہ دیتے ہیں" یہ کہتے ہوئے اینگلز کے ذہن میں خاص طور سے باکونن کا نام ہے، اور جرمنی کے سماجی جمہوریت پسندوں پر اس کے حملے۔ اینگلز ان حملوں کو اس حد تک اور ان معنوں میں جائز قرار دیتا ہے کہ "عوام کی ریاست" بھی اتنی ہی مہمل چیز اور اشتراکیت سے اتنا ہی بڑا انحراف ہے، جتنا "عوام کی آزاد ریاست"، اینگلز نراجیوں کے خلاف جرمن سماجی جمہوریت پسندوں کی جد و جہد کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے —— اصول کے لحاظ سے اس جد و جہد کو درست کرنے کی اُسے ریاست کے بارے میں موقع پرستانہ تعصبات سے پاک کرنے کی۔ افسوس! چھتیس سال سے اینگلز کا خط طاق نسیان میں رکھا ہے۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ اینگلز کا خط چھپ جانے کے بعد بھی کوتسکی ضد پر اڑا ہوا ہے اور اصلاً انھیں غلطیوں کو دہرا رہا ہے جن کے خلاف اینگلز نے آگاہ کیا تھا۔

بیبل نے ۲۱ ستمبر ۱۸۷۵ء کو لکھے ہوئے خط میں اینگلز کو جواب

دیا، اور دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ یہ لکھا کہ پروگرام کے خاکے پر اینگلز کی تنقید سے میں "پوری طرح متفق ہوں"، اور میں نے لیبک نیکٹ کو سرزنش کی ہے کہ وہ رعایتیں کرنے پر اتنا آمادہ کیوں رہتا ہے لیکن اگر ہم بیبل کے رسالے Unsere Ziele کو لیں، تو وہاں ہمیں ریاست کے بارے میں بالکل غلط خیالات ملتے ہیں۔ "ریاست کی شکل کو بدل کر بس طبقاتی اقتدار پر مبنی ریاست کے بجائے عوام کی ریاست بنا دینا چاہیے"

یہ بیبل کے رسالے کے نویں ایڈیشن (نویں!) میں چھپا ہوا ہے۔ پھر کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ریاست کے بارے میں متواتر دہرائے جانے والے موقع پرستانہ خیالات کو جرمن سماجی جمہوریت پسندی نے اپنے اندر جذب کر لیا، خاص طور پر اس وجہ سے کہ اینگلز کی انقلابی تشریحات بڑی حفاظت سے طاق نسیاں پر رکھی تھیں، اور روزمرہ کی زندگی کے سارے حالات اس قسم کے تھے کہ لوگوں کو بہت عرصے تک انقلاب سے الگ رکھ سکتے تھے۔

۴۔ ایرفرٹ پروگرام کے خاکے پر تنقید

ریاست کے بارے میں مارکسیت کے نظریوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ایرفرٹ پروگرام کے خاکے پر اس تنقید کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جو ۲۹ جون ۱۸۹۱ء کو اینگلز نے کوتسکی کو بھیجی تھی اور جو صرف دس سال بعد Neue Zeit میں شائع ہوئی، کیونکہ یہ تنقید خاص طور سے ریاست کی تنظیم کے مسئلے پر سماجی جمہوریت پسندی کے موقع پرستانہ خیالات سے متعلق ہے۔

چلتے چلتے ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ معاشیات کے میدان میں

بھی اینگلز نے ایک انتہائی بیش قیمت خیال پیش کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی توجہ اور غور و فکر کے ساتھ موجودہ زمانے کی سرمایہ داری کا مطالعہ کر رہا تھا، اور اس نے ہمارے یعنی سرمایہ دارانہ دور کے مسائل کو کس طرح ایک حد تک پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا۔ وہ بات یہ ہے:

پروگرام کے خاکے میں ایک فقرہ "کام کے نقشے کی عدم موجودگی" (PLANLESSNESS) استعمال ہوا تھا، اور اس چیز کو سرمایہ داری امتیازی خصوصیت بتایا گیا تھا، اس کے بارے میں اینگلز لکھتا ہے:

"جب ہم مشترک سرمائے کی کمپنیوں سے آگے چل کر تاجروں کے اتحادوں، ٹرسٹ، پر پہنچتے ہیں جن کا قبضہ اور اجارہ صنعت کی پوری پوری شاخوں پر ہوتا ہے، تو اس منزل پہ نہ صرف شخصی پیداوار ختم ہو جاتی ہے، بلکہ کام کے نقشے کی عدم موجودگی بھی" [Neue Zeit جلد × ۲۰ - ۱۹۰۱-۱۹۰۲ء صفحہ ۸]

یہاں ہمیں وہ چیز ملتی ہے جو سرمایے کے آخری دور، یعنی سامراجیت کو نظریاتی طور سے سمجھنے کے لئے انتہائی مفید ہے، اور وہ چیز یہ ہے کہ سرمایہ داری اجارے والی سرمایہ داری بن جاتی ہے، اس چیز پر خاص طور سے زور دیا جانا چاہیئے، کیونکہ متوسط طبقے کا اصلاح پسندانہ نظریہ کہ اجارے والی سرمایہ داری یا ریاست کے اجارے والی سرمایہ داری بالکل سرمایہ داری باقی ہی نہیں رہتی بلکہ اسے ریاست کی اشتراکیت، یا اسی قسم کی کوئی چیز کہا جا سکتا ہے۔ ایک دور دور پھیلی ہوئی غلطی ہے۔ پوری اور مکمل نقشہ بندی کو ٹرسٹوں نے نہ تو تخلیق کیا ہے، نہ اب تخلیق کر رہے ہیں، اور نہ کر سکتے ہیں، لیکن چاہے وہ کتنا ہی بڑا نقشہ کیوں نہ تیار کریں، بڑے بڑے سرمایہ دار پہلے ہی سے قومی اور بین الاقوامی پیمانے پہ پیداواری حدوں کا کتنا ہی صحیح اندازہ

کیوں نہ لگالیں، اور اس کی تنظیم کتنے ہی باقاعدہ طور پر کیوں نہ کرلیں پھر بھی ہم رہتے ہیں۔ سرمایہ داری ہی کے ماتحت ——— یہ ٹھیک ہے کہ یہاں سرمایہ داری اپنی نئی منزل میں ہے، لیکن پھر بھی بلاشک وشبہ ہے سرمایہ داری ہی۔ ایسی سرمایہ داری سے اشتراکیت کی "قربت" کو تو پرولتاریہ کے اصلی نمایندوں کو اس بات کی دلیل کے طور پر استعمال کرنا چاہئے کہ اشتراکی انقلاب قریب ہے، آسان ہے، ممکن ہے، لازمی ہے، انھیں یہ نہیں چاہیے کہ اس بات کو ایسے انقلاب کی تردید کو برداشت کرنے کے لئے دلیل قرار دیں، یا سرمایہ داری کو زیادہ دلکش بنانے کے لئے ——— جس کام میں سارے اصلاح پسند مشغول ہیں۔

اب ریاست کے مسئلے کی طرف واپس آیئے۔ یہاں اینگلز تین قابل قدر تجویزیں پیش کرتا ہے، پہلی تو عوامی حکومت کے سلسلے میں دوسری قومی سوال اور ریاست کی شکل کے درمیان تعلق کے بارے میں تیسری مقامی خود مختارانہ حکومت کے بارے میں۔

جہاں تک عوامی ریاست کا تعلق ہے، اینگلز نے اس چیز کو ایرفرٹ پروگرام کے خاکے پر اپنی تنقید کا مرکز ثقل بنایا، اور جب ہم یہ بات یاد کرتے ہیں کہ ایرفرٹ پروگرام نے بین الاقوامی سماجی جمہوریت میں کیا اہمیت حاصل کرلی ہے، یہ ساری دوسری انٹرنیشنل کا مثالی نمونہ کس طرح بن گیا ہے۔ تو بغیر کسی مبالغے کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اینگلز یہاں ساری دوسری انٹرنیشنل کی موقع پرستی پر تنقید کر رہا تھا، اینگلز لکھتا ہے:-

"اس خاکے کے سیاسی مطالبات میں ایک بہت بڑی خامی ہے وہ بات جو خاص طور سے بیان کی جانی چاہیے تھی، ان مطالبات میں ہے ہی نہیں،" [الفاظ کے نیچے سطر اینگلز نے کھینچی ہے]

اور بعد میں وہ صاف طور سے کہہ دیتا ہے کہ جرمن دستور محض

۱۸۵۰ء کے رجعت پسندانہ دستور کی نقل ہے، اور ریخسٹاگ، جیسا کہ ول ہیلم لیبک نیکٹ نے کہا ہے "مطلق العنانی کی ستر پوشی کے لئے ایک انجیر کا پتہ ہے"، اور ایک ایسے دستور کی بنیاد پر جو چھوٹی ریاستوں کے وجود اور چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں کے وفاق کو قانوناً جائز قرار دیتا ہے، "سارے ذرائع پیداوار کو عوامی ملکیت بنانے" کی خواہش کرنا صاف طور سے مہمل بات ہے"

اس بات کو پوری طرح جانتے ہوئے کہ جرمنی میں عوامی حکومت کے مطالبے کو کھلے ہوئے لفظوں میں پروگرام میں داخل کرنا، پولیس کے ڈر سے ناممکن ہے، اینگلز کہتا ہے "یہ موضوع چھیڑنا خطرناک ہے"۔ لیکن اس صاف کھلی ہوئی وجہ سے جس سے "ہر آدمی" مطمئن ہو جائے گا۔ اینگلز مرعوب ہو کے نہیں رہ جاتا، وہ آگے چل کر کہتا ہے۔

"لیکن کسی نہ کسی طرح اس سوال کو حل ضرور ہونا چاہیئے۔ یہ کتنی ضروری چیز ہے، اس کا صحیح اندازہ آج کل اس موقع پرستی سے ہو گا جو سماجی جمہوریت پسندوں کے اخبارات کے بہت بڑے حصے میں غالب آتی چلی جا رہی ہے، چونکہ وہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں اشتراکیوں کے خلاف دوبارہ قانون نہ بنا دیا جائے، چوں کہ انھیں وہ سارے اعلانات یاد ہیں جو اس زمانے میں وقت سے پہلے کر دیئے گئے تھے جب وہ قانون رائج تھا، تو اب ہم سے یکایک یہ کہا جاتا ہے کہ آج کل جرمنی میں قانونی طور سے جو صورت حال ہے وہ ہماری جماعت کے سارے مطالبات کو پُرامن طریقوں سے تکمیل تک پہنچانے کے لئے بالکل مناسب ہو سکتی ہے"

اینگلز اس بنیادی چیز پر خاص طور سے زور دیتا ہے کہ جرمن سماجی جمہوریت پسندوں کا اصلی باعث تحریک یہ ڈر تھا کہ کہیں خصوصی قانون

دوبارہ جاری نہ ہو جائے۔ بغیر کسی جھجک کے وہ ایسے موقع پرستی کہتا ہے اور صاف صاف اعلان کر دیتا ہے کہ جرمنی میں عوامی حکومت اور آزادی نہ ہونے کے سبب "پُرامن" راستے کے خواب بالکل مہمل اور بے معنی ہیں۔ اینگلز اتنی احتیاط ضرور برتتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ نہیں باندھ لیتا، اُسے اعتراف ہے کہ عوامی حکومت والے یا بہت آزاد ملکوں میں اشتراکیت کی طرف "پُرامن نشو ونما کا" تصور کیا جا سکتا ہے" (صرف "تصور"!) لیکن

"...... جرمنی میں جہاں حکومت تقریباً مطلق الکل ہے، اور رائشتاگ اور تمام دوسری نمایندہ جماعتوں کے پاس کوئی حقیقی قوت نہیں ہے، اس قسم کی بات کا اعلان کرنا ——— اور خاص طور پر ایسی حالت میں کہ جب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ——— مطلق العنانی پر سے انجیر کا پتہ ہٹا کر اس کی برہنگی کی پردہ پوشی اپنے جسم سے کرنا ہے"،

جرمن سماجی جمہوریت پسند جماعت کے سرکاری لیڈروں کی زبردست اکثریت جس نے اس مشورے کو طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے، واقعی مطلق العنانی کے لئے اسی قسم کا پردہ ثابت ہوئی ہے۔

"اس قسم کی پالیسی کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ خود ان کی جماعت مستقل طور سے بھٹک جائے۔ عمومی اور مطلق و مجرد سیاسی سوالات کو وہ لوگ بالکل سامنے لے آئے ہیں، اس طرح فوری اور ٹھوس مسائل بالکل چھپ گئے ہیں، وہ مسائل جو زبردست واقعات کے زمانے میں، سب سے پہلے سیاسی بحران کے زمانے میں، روزمرہ کے مسائل بن جاتے ہیں، اس کا صرف یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ فیصلہ کُن لمحے پر یکایک جماعت بے بس ہو جائے گی، اور سب سے فیصلہ کُن چیزوں کے متعلق نہ تو اتحاد ہوگا نہ کوئی صاف اور روشن خیال، کیونکہ ان چیزوں کے متعلق کبھی بحث ہی نہیں کی گئی......

آپ کا بہن

"روزمرہ کے وقتی مفادات کے لئے زبردست بنیادی مسائل کو نظر انداز کرنا، آئندہ نتائج کا لحاظ کئے بغیر وقتی کامیابی کے لئے کوشش اور جد وجہد کرنا جماعت کی فوری حیثیت کے لئے اس کے مستقبل کو قربان کر دینا ——— ان سب چیزوں میں ممکن ہے کہ مقصد اور نیت "ایماندارانہ" ہو لیکن یہ موقع پرستی ضرور ہے، اور باقی رہیگی، مگر "ایماندارانہ" موقع پرستی شاید سب سے زیادہ خطرناک ہے . . .

"اگر کوئی بات یقینی ہے تو یہ کہ ہماری جماعت اور مزدور طبقہ صرف جمہوری طرز کی عوامی حکومت والی شکل کے ماتحت اقتدار حاصل کر سکتے ہیں، یہی پرولتاریہ کی آمریت کی خصوصی شکل ہے ——— جیسا کہ فرانس کے عظیم انقلاب میں دیکھا جا چکا ہے"

یہاں اینگلز خاص طور سے پُرزور شکل میں وہ بنیادی خیال دُہراتا ہے جو مارکس کی ساری کتابوں میں لال تاگے کی طرح پرویا ہوا ہے یعنی یہ کہ جمہوری طرز کی عوامی حکومت پرولتاریہ کی آمریت سے نزدیک ترین چیز ہے کیونکہ ایسی عوامی حکومت ——— سرمائے کے اقتدار، اور اس لئے عوام پر ظلم وستم اور طبقاتی کشمکش کو ختم کئے بغیر ——— اس کشمکش کو ناگزیر طور پر اس طرح توسیع اور نشو ونما دیتی ہے، اُسے اس طرح بروئے کار لاتی ہے اور تیز و تند کر دیتی ہے کہ جیسے ہی مظلوم طبقوں کے بنیادی مفادات کے تسکین پانے کا امکان پیدا ہوتا ہے ویسے ہی یہ امکان ناگزیر طور پر صرف پرولتاریہ کی آمریت کی شکل میں، پرولتاریہ کے ذریعے عوام کی رہنمائی کی شکل میں تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، ساری دوسری انٹرنیشنل کے لئے یہ بھی مارکسیت کے "بھولے ہوئے الفاظ" ہیں، اور اس "بھول" کا مظاہرہ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے پہلے نصف سال کے دوران میں منشویک جماعت کی تاریخ بڑی روشن شکل میں کرتی

ہے۔

آبادی کی قومی تشکیل کے سلسلے میں وفاقی عوامی حکومت کے مسئلے پر اینگلز لکھتا ہے "موجودہ زمانے کی جرمنی کی جگہ کیا چیز لے، جہاں رجعت پسندانہ قسم کا شاہی حکومت والا دستور موجود ہے، اور ملک ابھی رجعت پسندانہ طریقے سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا ہے۔ جہاں پروشا کے اثرات اس صورت حال کو مستقل طور سے قائم رکھے ہوئے ہیں اور بحیثیت مجموعی جرمنی میں جذب نہیں ہونے دیتے؟ میرے خیال میں پرولتاریہ صرف ایک واحد اور ناقابل تقسیم عوامی حکومت کی شکل کو استعمال کر سکتا ہے، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے زبردست محروسہ علاقے میں وفاقی قسم کی عوامی حکومت مجموعی طور سے اب بھی لازمی ہے، حالاں کہ مشرقی ریاستوں میں اب اس سے رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ انگلستان میں یہ آگے کی طرف ایک قدم ہوگا۔ کیونکہ وہاں دو جزیروں میں چار قومیں رہتی ہیں، اور ایک واحد پارلیمنٹ کے باوجود آج بھی قانون سازی کے تین مختلف طریقے پہلو بہ پہلو موجود ہیں، اُس چھوٹے سے ملک سوئٹزرلینڈ میں یہ ہیئت مدتوں سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے، جو صرف اس وجہ سے قابل برداشت ہے کہ سوئٹزرلینڈ یورپ کے ریاستی نظام کا خالص طور سے بے حرکت رکن رہنے پر قانع ہے، جرمنی کے لئے سوئٹزرلینڈ کی قسم کا وفاق پیچھے کی طرف بہت لمبا قدم ہوگا۔ وفاقی ریاست وحدانی ریاست سے دو باتوں میں مختلف ہوتی ہے! پہلی بات تو یہ کہ وفاق میں شامل ہونے والی ہر ریاست میں دیوانی اور فوجداری قانون بنانے کا نظام اور عدالت کا نظام اپنا الگ الگ ہوتا ہے، اور دوسری بات یہ کہ قانون ساز مجلس کے ایک عوامی ایوان کے ساتھ ساتھ ریاستوں کے نمائندوں کا بھی ایوان ہوتا ہے جس میں ہر صوبہ، چھوٹا ہو یا بڑا، صوبے کی حیثیت سے رائے دیتا

ہے۔ خوش قسمتی سے ہم پہلی بات سے تو بچ نکلے ہیں، اور ہم ایسی طفلانہ حرکت کبھی نہیں کریں گے کہ اُسے پھر رائج کر دیں، اور دوسری چیز ہمارے یہاں وفاقی مجالس کی شکل میں موجود ہے، اور ہمارا گزارہ اس کے بغیر بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے، خاص طور سے اس لئے کہ ہماری ،، وفاقی ریاست ،، وحدانی ریاست تک پہنچنے کی عبوری شکل ہے۔ اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۰ء میں جو انقلاب ہوا ہے اسے اوپر سے بدل دیں، بلکہ نیچے سے تحریک شروع کر کے اس انقلاب کو ضروری تکمیل اور نشو و نما پہنچانی چاہئیے"

اینگلز ریاست کی شکلوں کے سوال کو نہ صرف نظر انداز نہیں کرتا، بلکہ اس کے بر خلاف انتہائی احتیاط کے ساتھ ان عبوری شکلوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ہر علیحدہ شکل کی ٹھوس تاریخی خصوصیات کے مطابق یہ تعین کر دے کہ ایک مخصوص عبوری شکل کس چیز سے پیدا ہوئی ہے اور کیا چیز بنتی جا رہی ہے۔

پرولتاریہ اور پرولتاری انقلاب کے نقطۂ نظر سے مارکس کی طرح اینگلز بھی جمہوری مرکزیت پر، ایک واحد ناقابل تقسیم عوامی حکومت پر زور دیتا ہے، وفاقی طرز کی عوامی حکومت کو وہ یا تو ، استثنیٰ اور ارتقا میں ایک رکاوٹ سمجھتا ہے یا شاہی طرز کی حکومت اور مرکزی عوامی حکومت کے درمیان کی عبوری شکل ، یا چند خاص حالات میں ،، آگے کی طرف ایک قدم،، ان خاص حالات کے ضمن میں قومی سوال پیدا ہوتا ہے۔

حالانکہ مارکس اور اینگلز دونوں نے چھوٹی ریاستوں کی رجعت پسندانہ فطرت پر بے رحمانہ تنقید کی ہے، اور حالانکہ بعض ٹھوس مثالوں میں اس چیز کو قومی سوال بالکل ڈھک لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود مارکس کی طرح اینگلز کے یہاں بھی قومی سوال کو نظر انداز کر دینے کا شائبہ تک نہیں —— یہ وہ خواہش ہے جس کے مجرم ہالینڈ اور پولینڈ کے

مارکسی اکثر ہوتے ہیں، اور عموماً ایسی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تنگ نظر اور کورچشم قوم پرستی کی انتہائی طور پر جائز مخالفت کی وجہ سے۔

انگلستان میں بھی، جہاں معلوم ہوتا ہے کہ جغرافیائی حالات، مشترکہ زبان اور کئی صدیوں کی تاریخ نے انگلستان کے چھوٹے چھوٹے مختلف حصوں میں قومی سوال کا "خاتمہ" کر دیا ہوگا —— یہاں بھی اینگلز کو اس لازمی امر کا احساس ہے کہ قومی سوال پر پوری طرح غلبہ حاصل نہیں ہوا اور چنانچہ اسے اعتراف ہے کہ یہاں وفاقی طرز کی عوامی حکومت کا قیام "آگے کی طرف ایک قدم" ہوگا ظاہر ہے کہ یہاں وفاقی طرز کی عوامی حکومت کے معائب پر تنقید کرنے سے انکار کرنے کا شائبہ تک نہیں ہے، اور نہ انتہائی مصمم ارادے کے ساتھ پروپیگنڈ کرنے اور ایک متحدہ اور مرکزی جمہوری عوامی حکومت کے لئے لڑنے سے انکار کرنے کا۔

لیکن اینگلز جمہوری مرکزیت سے وہ نوکر شاہی والا مطلب نہیں لیتا جن معنوں میں یہ اصطلاح نراجیوں سمیت متوسط اور نچلے متوسط طبقے کے نظریہ ساز استعمال کرتے ہیں، اینگلز کے یہاں مرکزیت کے مفہوم سے ایسی وسیع مقامی خود اختیاری حکومت خارج نہیں ہے جس میں "کمیونوں" اور ضلعوں کے ذریعے ریاست کے اتحاد کا اختیاری دفاع اور ساری نوکر شاہی اور اوپر سے "حکم دینے" کے سارے سلسلے کا مکمل خاتمہ دونوں شامل ہوں۔

ریاست کے بارے میں مارکسیت کے اصولی نظریے پیش کرتے ہوئے اینگلز لکھتا ہے: "...... چنانچہ وحدانی قسم کی عوامی حکومت ہو لیکن موجودہ فرانسیسی عوامی حکومت کے معنوں میں نہیں جو محض سنہ ۱۷۹۸ء میں قائم کی ہوئی سلطنت ہے جس میں صرف شہنشاہ نہیں ہے۔ سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۷۹۸ء تک فرانس کے ہر صوبے اور ہر علاقے کو مکمل طور پر امریکہ کے نمونے پر خود مختاری حاصل تھی۔ اور اسی کی ہم کو بھی ضرورت ہے،

خود مختارانہ حکومت کی تنظیم کس طرح ہونی چاہیئے، اور ہم نوکر شاہی کے بغیر کس طرح گزارا کر سکتے ہیں، اس کا نمونہ ہمیں امریکہ اور پہلی فرانسیسی عوامی حکومت نے دکھایا ہے، اور آج بھی آسٹریلیا، کنیڈا، اور دوسری انگریزی نوآبادیات دکھا رہی ہیں، اس قسم کی صوبجاتی اور مقامی خود اختیاری حکومت، مثال کے طور پر، سوئٹزرلینڈ کی قسم کی وفاقیت سے کہیں زیادہ آزاد ہوتی ہے، جہاں یہ تو درست ہے کہ کینٹن مجموعی اعتبار سے ساری وفاقی ریاست کے سلسلے میں بہت آزاد ہوتی ہے، لیکن ضلع کے اور مقامی علاقے کے سلسلے میں آزاد ہوتی ہے، کینٹن کی حکومتیں ضلع کے منتظموں اور افسروں کو مقرر کرتی ہیں ——— یہ ایسی چیز ہے جو انگریزی بولنے والے ملکوں میں نہیں ملتی، اور جسے آئندہ چل کر ہمیں پروشا کے فوجی حاکموں، ضلع کے پولیس افسروں، گورنروں، اور اوپر سے مقرر ہونے والے سارے افسروں کے ساتھ ساتھ یہاں بھی ختم کر دینا پڑے گا۔

چنانچہ اس خیال کے بموجب اینگلز یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ خود اختیاری حکومت کے بارے میں پروگرام میں جو دفعہ ہے اسے اس طرح بدل دیا جائے:۔

"عالمگیر حق رائے دہندگی سے منتخب ہونے والے افسروں کے ذریعے صوبوں، ضلعوں، اور مقامی علاقوں کو مکمل خود مختاری؛ ریاست کے مقرر کئے ہوئے سارے مقامی اور صوبجاتی افسروں کا خاتمہ"

"پراودا" میں ۱۰ / جون ۱۹۱۷ء جسے کیرنسکی اور دوسرے "اشتراکی" وزیروں کی حکومت نے بند کر دیا ہے، میں یہ بتا چکا ہوں کہ اس معاملے میں (اور صرف اسی معاملے میں نہیں) جھوٹی انقلابی جمہوریت کے جھوٹے اشتراکی نمایندے کیسے بے شرم طریقے سے جمہوریت سے منحرف ہو گئے

ہیں، جو لوگ سامراج پرست متوسط طبقے کے ساتھ "مشترک وزارت" میں شامل ہو گئے ہیں، انھوں نے فطری طور پر اس تنقید کی طرف سے کان بہرے کر لئے۔

اس بات کو خوب غور سے دیکھ لینا ضروری ہے کہ اینگلز حقائق کی مدد سے بڑی روشن مثال دے کر اس باطل دلیل کو غلط ثابت کرتا ہے جو خصوصاً نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسندوں میں بہت پھیلا ہوا ہے، وہ یہ کہ وفاقی طرز کی عوامی حکومت میں لازمی طور پر مرکزی قسم کی عوامی حکومت سے زیادہ آزادی ہوتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے، یہ خیال ان حقائق کی رو سے غلط ثابت ہوتا ہے جو اینگلز نے سنہ ۹۲-۱۷۹۸ء کی فرانسیسی عوامی حکومت اور سوئٹزرلینڈ کی وفاقی عوامی حکومت کے بارے میں پیش کئے ہیں، اس حقیقی طور پر جمہوری مرکزی عوامی حکومت میں وفاقی عوامی حکومت کی بہ نسبت زیادہ آزادی تھی۔ دوسرے الفاظ میں مقامی، صوبجاتی اور دوسرے قسم کی آزادی جو تاریخ آج تک زیادہ سے زیادہ دی گئی ہے وہ مرکزی قسم کی عوامی حکومت نے دی تھی، وفاقی طرز کی عوامی حکومت نے نہیں۔

ہماری جماعت کے پروپیگنڈے وغیرہ میں اس امر پر کافی توجہ صرف نہیں کی گئی اور نہ کی جا رہی ہے، اسی طرح وفاقی اور مرکزی عوامی حکومتوں اور مقامی خود اختیاری حکومت کے سوال پر بھی پوری طرح توجہ نہیں کی جاتی۔

۵- مارکس کی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی" کا سنہ ۱۸۹۱ء والا دیباچہ

"فرانس کی خانہ جنگی" کے تیسرے ایڈیشن کے دیباچے میں (اس دیباچے پر ۱۸ مارچ سنہ ۱۸۹۱ء کی تاریخ ہے۔ اور یہ پہلے NEW ZEIT میں شائع ہوا تھا) اینگلز ریاست کے متعلق رویئے کے سوال پر بہت

سی دل چسپ باتیں کہتا ہے، اور کمیون کے سبقوں کا ایک انتہائی قابل غور خلاصہ پیش کرتا ہے، کمیون اور مصنف کے درمیان جو بیس سال کا فاصلہ ہے اس کا سارا تجربہ اس خلاصے کی صداقت پر گواہی دیتا ہے، یہ خلاصہ خاص طور سے "ریاست پر توہم پرستانہ اعتقاد" کے خلاف ہے جو جرمنی میں بہت زیادہ پھیلا ہوا تھا، اس بیان کو ہم زیر غور مسئلے پر مارکسیت کا آخری لفظ کہہ سکتے ہیں۔

اینگلز کہتا ہے کہ فرانس میں ہر انقلاب کے بعد مزدور مسلح ہو جاتے تھے" اس لئے جو کوئی بورژوا بھی ریاست میں برسر اقتدار ہوا اس کا پہلا حکم یہ ہوتا تھا کہ مزدوروں سے ہتھیار لے لئے جائیں، چنانچہ مزدوروں کے جیتے ہوئے ہر انقلاب کے بعد ایک نئی جدو جہد شروع ہوتی ہے، جس کا اختتام مزدوروں کی شکست پر ہوتا ہے"۔

بورژوا انقلابوں کا یہ خلاصہ معنی خیز بھی ہے اور مختصر بھی، یہاں حیرت ناک عمدگی کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ اس سارے معاملے کا اصلی نچوڑ کیا ہے —— ساتھ ہی ساتھ، ریاست کے مسئلے کا بھی (کیا مظلوم طبقے کے پاس ہتھیار ہیں؟) یہی اصلی چیز ہے جسے بورژوا نظریے کے ماتحت پروفیسر لوگ بھی نظر انداز کر جاتے ہیں اور نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسند بھی۔ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب میں بورژوا انقلابوں کا یہ راز فاش کر دینے کی عزت "مینشویکوں اور "مارکسی" تیسرے تیلی کے حصے میں آئی۔ اپنی ۲۲ جون والی "تاریخی" تقریر میں تیسرے تیلی نے متوسط طبقے کا یہ فیصلہ سنایا کہ پیٹروگراڈ کے مزدوروں سے ہتھیار لے لئے جائیں —— اس نے اس فیصلے کو اپنا فیصلہ بتایا اور کہا کہ "ریاست" کے لئے یہ چیز بہت ہی ضروری ہے۔

اشتراکی انقلابیوں اور مینشویکوں کا گروہ، تیسرے تیلی کی رہنمائی

میں کس طرح انقلابی پرولتاریہ کے خلاف متوسط طبقے سے جا ملا تھا اس کی ایک روشن ترین مثال ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بر موّرخ کو ٹیسرڈیتلی کی تاریخی تقریر میں ملے گی۔

اینگلز کا ایک اور اتفاقیہ بیان، جو ریاست کے سوال سے متعلق ہی مذہب سے بحث کرتا ہی، یہ مشہور بات ہی کہ جرمنی کی سماجی جمہوریت پسندی کو جیسے جیسے زوال آتا گیا اور وہ زیادہ سے زیادہ موقع پرست ہوتی گئی، اتنا ہی زیادہ وہ اس مشہور فقرے (یعنی "مذہب ایک شخصی معاملہ ہے") کی کور چشمانہ اور غلط تعبیر کی طرف ڈھلکتی چلی گئی، اس فقرے میں توڑ مروڑ کر یہ معنی پیدا کئے گئے کہ انقلابی پرولتاریہ کی جماعت کے لئے بھی مذہب کا سوال شخصی معاملہ ہی! پرولتاریہ کے انقلابی پروگرام سے یہ زبردست غداری تھی جس کے خلاف اینگلز نے احتجاج کیا ۱۸۹۱ء میں اس نے اپنی جماعت میں موقع پرستی کی بہت ہی خفیف سی شروعات دیکھی تھی، چنانچہ اس نے اپنے الفاظ میں بہت احتیاط برتی:

"چوں کہ بغیر کسی استثنیٰ کے کمیون میں مزدور یا مزدوروں کے مسلمہ نمایندے بیٹھتے تھے، اس لئے اس کے فیصلوں میں واضح طور سے پرولتاری رجحان ہوتا تھا۔ یا تو انھوں نے ایسی اصلاحیں کیں جو عوامی حکومت کا قائل متوسط طبقہ بزدلی کی وجہ سے نہیں کر سکا تھا، لیکن جو مزدور طبقے کے آزادانہ عمل کے لئے ایک ضروری بنیاد فراہم کرتی تھیں۔ جیسے یہ اصول اختیار کرنا کہ جہاں تک ریاست کا تعلق ہے، مذہب ایک خالص طور سے شخصی معاملہ ہے ——— یا پھر انھوں نے ایسے احکام نافذ کیے جو براہ راست مزدور طبقے کے مفاد میں تھے اور کسی حد تک سماج کے پرانے نظام کی جڑ کاٹتے تھے۔"

اینگلز نے ادا کیا" جہاں تک ریاست کا تعلق ہے،" والے الفاظ پر زور دیا ہے تاکہ براہ راست جرمن موقع پرستی پر چوٹ پڑے جس نے اعلان کر دیا تھا کہ جہاں تک پارٹی کا تعلق ہے مذہب ایک شخصی معاملہ ہے اور اس طرح انقلابی پرولتاریہ کی جماعت کو انتہائی مبتذل "آزاد خیال" اور کورچشم لوگوں کی سطح پر پہنچا دیا تھا، پارٹی کو غیر فرقہ وارانہ رہنے کی تو اجازت دی تھی، مگر عوام کو بیوقوف بنانے والی مذہبی افیم کے خلاف جماعت کی طرف سے جد و جہد کرنے کا حق ترک کر دیا تھا۔

جرمنی کی سماجی جمہوریت پسندی کے آئندہ مورخ کو ۱۹۱۴ء میں اس کے شرمناک خاتمے کے بنیادی اسباب ڈھونڈتے ہوئے اس سوال کے متعلق دلچسپی کا بہت سامان ملے گا۔ اُسے پہلے تو اس جماعت کے نظریہ ساز رہنما کوتسکی کے مضامین بھی ٹال مٹول کرنے والے بیانات ملیں گے جنھوں نے موقع پرستی کے لئے دروازہ کھول دیا، اور آخر میں کلیسا کو توڑنے کی تحریک کے متعلق ۱۹۱۳ء میں اس جماعت کا رویہ سامنے آئیگا

لیکن اب دیکھیے کہ کمیون کے بیس سال بعد اینگلز نے لڑنے والے پرولتاریہ کے لئے اس کے سبقوں کا خلاصہ کس طرح بیان کیا ہے۔

یہ ہیں وہ سبق جنھیں اینگلز نے سب سے زیادہ اہمیت دی ہے،

"..... پہلے والی مرکزی حکومت کی اسی جابرانہ قوت —— فوج، سیاسی پولیس، اور نوکر شاہی جسے ۱۷۹۸ء میں نپولین نے پیدا کیا تھا، اور جسے بعد میں ہر نئی حکومت نے کارآمد ہتھیار سمجھ کر اختیار کر لیا تھا اور اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کیا تھا —— اس جابرانہ قوت کو ہر جگہ شکست پانی چاہیے تھی، جیسا کہ پیرس میں ہو چکا تھا۔

"کمیون شروع ہی سے یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوئی کہ ایک مرتبہ

اقتدار حاصل کر لینے کے بعد مزدور طبقہ ریاست کی پرانی مشین کے ساتھ کام نہیں چلا سکتا تھا، دوسرے اس لئے کہ جو اقتدار اس نے ابھی حاصل کیا تھا کہیں وہ پھر ہاتھ سے نہ جاتا رہے، اس مزدور طبقے کو ایک طرف تو پرانی جابرانہ مشین کو ختم کر دینا چاہئے جو پہلے اس کے خلاف استعمال ہوتی تھی اور دوسری طرف خود اپنے نمایندوں اور افسروں کے خلاف اپنی حفاظت اس طرح کرنی چاہئے کہ بغیر کسی استثنے کے ان سب کے بارے میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ انھیں کسی وقت بھی برخاست کیا جا سکتا ہے ۔۔۔۔"

اینگلز بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ صرف شاہی طرز حکومت ہی نہیں بلکہ جمہوری طرز کی عوامی حکومت میں بھی ریاست ریاست ہی رہتی ہے یعنی اس کا یہ بنیادی اور امتیازی وصف باقی رہتا ہے کہ افسروں کو، سماج کے خادموں کو، اس کے آلات کار کو سماج کے آقاؤں میں تبدیل کر دیا جائے۔

"ریاست اور ریاست کے آلات کار کے اس طرح شکل بدل کر سماج کے خادموں کے بجائے سماج کے آقا بن جانے کے خلاف —— جو ایک ایسا عمل ہے جو پہلے والی تمام ریاستوں میں ناگزیر تھا —— کمیون نے دو تیر بہدف دوائیں استعمال کیں، پہلی بات تو یہ کہ اس نے ساری جگہوں کو —— انتظامی عدالتی اور تعلیمی سب جگہوں کو —— عالمگیر حق رائے دہندگی کی بنیاد پر انتخاب کے ذریعے پر کیا، اور انتخاب کرنیوالوں کو یہ حق دیا کہ جس وقت چاہیں اپنے نمایندے کو واپس بلا لیں، اور دوسری بات یہ کہ چھوٹے بڑے سب افسروں کو وہی تنخواہیں دی جاتی تھیں جو دوسرے مزدوروں کو ملتی ہیں، کمیون نے جو سب سے زیادہ تنخواہ دی وہ چھ سو فرانک تھی (عام طور سے اس کے معنی ہوتے ہیں، چوبیس سو روبل فی سال، آج کی شرح تبادلہ کے مطابق چھ ہزار روبل)، وہ بالشویک جو ساری ریاست کے لئے چھ ہزار روبل کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ تجویز کرنے کے بجائے

— جو ہر آدمی کے لئے کافی ہے — مثال کے طور پر، بلدی انتظامیہ کے اراکین کے لئے نو ہزار روبل کی تنخواہ تجویز کرتے ہیں، بڑی ناقابل معافی غلطی کر رہے ہیں] اس طرح منصب کی تلاش اور جاہ پرستی کے راستے میں بہت موثر رکاوٹ پیدا کر دی گئی، اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ جو نمائندہ جماعتیں تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی تھیں، ان کے نمائندوں کو ہدایات دے دی گئیں ....."

اینگلز یہاں اس دلچسپ مقام پر پہنچ جاتا ہے، جہاں ایک طرف تو، مستقیم جمہوریت شکل بدل کر اشتراکیت بن جاتی ہے، اور دوسری طرف اشتراکیت کے آغاز کا مطالبہ کرتی ہے، کیوں کہ ریاست کو برباد کرنے کے لئے لازمی ہے کہ سرکاری کام کے فرائض کو نگرانی اور حساب کتاب کی ایسے سادہ عوامل میں بدل دیا جائے کہ آبادی کی بہت بڑی اکثریت اور آخر میں ہر فرد انھیں سرانجام دے سکے، جاہ پرستی کو بالکل ختم کر دینے کے لئے لازمی ہے کہ سرکاری "باعزت"، مگر بغیر تنخواہ کی ملازمت سے فائدہ اٹھا کر کوئی آدمی بنکوں یا شترک سرمائے والی کمپنیوں کی بے انتہا فائدہ مند ملازمتوں پر نہ پہنچنے پائے، جیسا کہ آزاد ترین سرمایہ دار ملکوں میں برابر ہوتا رہتا ہے۔

لیکن اینگلز نے وہ غلطی نہیں کی جو چند مارکسیوں نے کسی قوم کے حق خود اختیاری سے بحث کرتے ہوئے کی ہے۔ وہ یہ کہ ایسا حق اختیاری سرمایہ داری کے ماتحت تو ناممکن ہے اور اشتراکیت کے ماتحت غیر ضروری ہوگا، اس قسم کا بیان جو ظاہر میں تو بڑا عقلمندانہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اصل میں ہر غلط، کسی بھی جمہوری ادارے کے متعلق دہرایا جا سکتا ہے، کیونکہ سرمایہ داری کے ماتحت پوری طرح سے یک رنگ اور با اصول جمہوریت ناممکن ہے اور اشتراکیت کے ماتحت ہر قسم کی جمہوریت آہستہ آہستہ غائب

ہو جائے گی۔

یہ ایک باطل دلیل ہے اور اس کا مقابلہ اس پر اپنے منافقیہ مسئلے کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک آدمی کا ایک بال گر جائے تو وہ گنجا ہو رہا ہے یا نہیں جمہوریت کو اس کی منطقی حد تک پہنچانا، اس ارتقا کی شکلیں ڈھونڈنا، انھیں عمل میں لاکر اُن کا امتحان لینا، وغیرہ وغیرہ ——— یہ ساری باتیں اشتراکی انقلاب کے لئے جد و جہد کے بنیادی کاموں میں سے ہیں۔ کسی طرح کی بھی جمہوریت ہو، بجائے خود اور چیز وہاں سے الگ ہو کر اشتراکیت پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن اصلی زندگی میں جمہوریت کو اور چیزوں سے کبھی الگ نہیں کیا جاسکتا، اسے دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر اختیار کرنا ہوگا، اس کا اثر معاشی زندگی پر پڑے گا، اور اوسکی نئی تشکیل کی رفتار تیز ہوگی پھر معاشی نشو و نما کا اثر اس پر پڑے گا۔ اور اسی طرح اور آگے یہ ہے زندہ تاریخ کی جدلیات۔

انیگلز آگے چل کر کہتا ہے "پہلے والی ریاستی قوت کی یہ شکست و ریخت اور اس کے بجائے ایک نئی اور واقعی جمہوری ریاست کی آمد کا بیان بڑی تفصیل کے ساتھ "خانہ جنگی" کے تیسرے حصے میں کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں اس کے چند اوصاف پر دوبارہ کچھ کہنا پڑا، کیونکہ جرمنی میں ریاست پر توہم پرستانہ اعتقاد صرف فلسفہ نہیں رہا، بلکہ آگے بڑھ کر متوسط طبقے، بلکہ بہت سے مزدوروں کے عام شعور میں داخل ہو گیا ہے، فلسفیانہ تصور کے مطابق، ریاست تصور کی تشکیل ہے یا زبان میں، زمین پر خدا کی بادشاہت ہے۔ وہ میدان ہے جہاں ابدی صداقت اور انصاف حقیقت کا جامہ پہنتا ہے یا ایسا ہونا چاہئے، اس سے نتیجے کے طور پر ریاست اور ریاست سے متعلق ہر چیز کے لئے ایک توہم پرستانہ احترام پیدا ہوتا ہے۔ جو اس وجہ سے اور بھی جلدی جڑ پکڑ لیتا ہے کہ لوگ بچپن سے یہ سمجھنے کے عادی ہو چکے

ہیں کہ وہ معاملات اور مفادات جن کا تعلق ساری سماج سے ہی صرف اسی طریقے سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور سر انجام پا سکتے ہیں جیسے کہ ماضی میں، یعنی ریاست اور اس کے بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے افسروں کے ذریعے، اور جب لوگ اپنے دل سے موروثی شاہی حکومت پر اعتقاد کو دور کر دیتے ہیں اور جمہوری عوامی حکومت کے طرف دار بن جاتے ہیں، تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت غیر معمولی اور دلیرانہ قدم اٹھا رہے ہیں، لیکن دراصل ریاست صرف ایک طبقے پر دوسرے طبقے کے جبر کا آلۂ کار ہے، شاہی حکومت میں بھی اور جمہوری عوامی حکومت میں بھی زیادہ سے زیادہ یہ ایک ایسی بلا ہے جو طبقاتی برتری کے لئے اپنی فتح مندانہ جنگ کے بعد پرولتاریہ کو ورثے میں ملی ہی جس کے سب سے خراب پہلوؤں کو، کمیون کی طرح پرولتاریہ کو بھی جلد سے جلد کاٹنا چھانٹنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ ایک نئی نسل رونما ہو، جو نئے اور آزاد سماجی حالات کے ماتحت پلی بڑھی ہو، اور اس ریاست کے کباڑ کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دے۔"

اینگلز نے جرمنوں کو آگاہ کیا کہ اگر شاہی حکومت کی جگہ عوامی حکومت قائم ہو جائے تو عمومی حیثیت سے ریاست کے مسئلے پر اشتراکیت کی بنیادی باتوں کو نہ بھولیں، اس کی تنبیہ تسیرے تیلی اور چرنوف کو براہ راست وعظ معلوم ہوتی ہی، جن کی مشترکہ وزارت والی سرگرمیوں سے ریاست پر توہم پرستانہ اعتقاد اور اس کی عزت جھلکتی ہی!

دو باتیں اور ہیں، پہلی یہ کہ جب اینگلز کہتا ہی کہ شاہی کی طرح جمہوری عوامی حکومت میں بھی ریاست "ایک طبقے پر دوسرے طبقے کے جبر کا آلہ کار" باقی رہتی ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پرولتاریہ کے لئے جبر کی شکل توجہ طلب چیز نہیں ہی، جیسا کہ بعض نراجیوں کی "تعلیم" ہی

طبقاتی کشمکش اور طبقاتی جبر کی وسیع تر، آزادتر اور زیادہ کھلی ہوئی شکل تمام طبقوں کے خاتمے کے لئے اس کی جدوجہد میں پرولتاریہ کی بہت مدد کرتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ریاست کے سارے کوڑے کو پوری طرح سے پھینک دینے کی صلاحیت صرف ایک نئی نسل میں کیوں ہوگی۔ —— اس سوال کا بڑا گہرا تعلق جمہوریت پر غالب آنے کے سوال سے ہے، اب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۶۔ جمہوریت پر غالب ہونے کے بارے میں اینگلز کی رائے

اینگلز نے اس موضوع پر اس اصطلاح "سماجی جمہوریت پسند" کے سائنٹفک اعتبار سے غلط ہونے کے سوال پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

۱۸۷۰ء کے بعد دس سال میں اس نے جو مضامین مختلف موضوعات، خصوصاً بین الاقوامی سوالوں پر لکھے تھے ان کے ایک ایڈیشن کے دیباچے میں جس پر ۳ جنوری ۱۸۹۴ء کی تاریخ ہے، یعنی جو اس کی موت سے ڈیڑھ سال پہلے لکھا گیا تھا، اینگلز لکھتا ہے کہ اپنے سارے مضامین اس نے "سماجی جمہوریت پسند" نہیں، بلکہ "کمیونسٹ" کا لفظ استعمال کیا ہے، کیوں کہ اس زمانے میں فرانس میں پرودوں کے پیرو اور جرمنی میں لاسال کے پیرو اپنے آپ کو سماجی جمہوریت پسند کہا کرتے تھے وہ لکھتا ہے!

"میرے اور مارکس کے لئے اپنے خصوصی نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لئے ایسی لچک دار اصطلاح استعمال کرنی ناممکن تھی، لیکن آج حالات دوسرے ہیں اور لفظ "سماجی جمہوریت پسند" شاید چل سکتا ہے

چاہے یہ اب بھی اس جماعت کے لئے کتنا ہی ناموزوں کیوں نہ ہو جس کا پروگرام صرف عمومی حیثیت سے اشتراکی نہیں بلکہ براہِ راست کمیونسٹ ہے، اور جس کا آخری سیاسی مقصد ساری ریاست اور اس لئے جمہوریت پر بھی غالب آجاتا ہے۔ لیکن اصلی [سطر اینگلز نے کھینچی ہے] سیاسی جماعتوں کے نام کبھی بھی پوری طرح موزوں نہیں ہوا کرتے جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور نام وہی باقی رہتا ہے"

جدلیات کا پرستار اینگلز مرتے دم تک جدلیات کا وفادار رہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرے اور مارکس کے پاس جماعت کے لئے بڑا شاندار اور سائنٹفک اعتبار سے درست نام تھا لیکن کوئی اصلی جماعت یعنی پرولتاریہ کی عوامی جماعت نہیں تھی، اب انیسویں صدی کے آخر میں اصلی جماعت موجود ہے، لیکن اس کا نام سائنٹفک اعتبار سے درست نہیں ہے، کوئی بات نہیں، "یہ چل پڑیگا"، جماعت کو ذرا بڑھنے دو، اس کے نام کی سائنٹفک نادرستی کو اس طرح نہ چھپاؤ، اور نہ اس چیز کو صحیح جانب میں اس کے ارتقا کے راستے میں رکاوٹ بننے دو!

شاید کوئی مزاح نویس ہم بالشویکوں کی تسلی اینگلز کے طریقے سے کرسکے: ہماری ایک اصلی جماعت ہے، یہ بڑے شاندار طریقے سے ترقی کررہی ہے، بالشویک، جیسی بے معنی اور ان گھڑ اصطلاح سے بھی "کام چل جائے گا، حالانکہ اس سے صرف یہ اتفاقی امر ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی بروسیلز اور لندن والی کانگریس میں ہماری اکثریت تھی۔ [اس کانگریس میں لینن اور اس کے ساتھیوں کو تنظیم کے بنیادی سیاسی سوال پر اکثریت حاصل ہوگئی تھی، بعد میں انھیں بالشویک کہا گیا جو روسی لفظ "بالشنس تو" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اکثریت۔ مخالف گروہ کے لوگ منشویک کہلائے۔ یہ لفظ "مین شنس تو" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اقلیت]۔

...... شاید اب جب کہ اگست اور جولائی میں متوسط طبقے کی عوامی حکومت پسندانہ اور "انقلابی" جمہوریت کے ہاتھوں ہماری جماعت پر ظلم و ستم ہو چکنے کے بعد لفظ "بالشویک" کی ہر طرف عزت ہونے لگی ہے، جب کہ ہماری جماعت نے اپنے اصلی ارتقا میں ایک عظیم تاریخی قدم آگے کی طرف اٹھا لیا ہے جس کی نمائندگی اس ظلم و ستم سے ہوتی ہے۔ تو اب تو شاید جماعت کا نام بدلنے کے بارے میں اپنی اپریل والی تجویز دہراتے ہوئے میں بھی جھجکوں گا۔ شاید میں اپنے ساتھیوں کے سامنے "سمجھوتے" کی ایک شکل پیش کروں گا، وہ یہ کہ اپنی جماعت کو کمیونسٹ پارٹی کہیں، لیکن خطوط وحدانی میں لفظ "بالشویک" بھی برقرار رکھیں،

لیکن جماعت کے نام کا سوال ریاست سے انقلابی پرولتاریہ کے تعلق کے سوال کی بہ نسبت بہت ہی کم اہمیت رکھتا ہے۔

ریاست کے بارے میں آج کل جو مباحثے ہوتے ہیں، ان میں وہ غلطی برابر ہوتی ہے جس کے خلاف اینگلز نے یہاں تنبیہ کی ہے، اور جیسے ہم اوپر بتا چکے ہیں، یعنی یہ بات عموماً بھلا دی جاتی ہے کہ ریاست کی بربادی کے معنی جمہوریت کی بربادی بھی ہیں، اور ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہو جانے کے معنی یہ بھی ہیں کہ جمہوریت بھی آہستہ آہستہ غائب ہو جائے گی۔

پہلی نظر میں تو یہ بیان انتہائی عجیب و غریب اور ناقابل فہم معلوم ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بعض آدمیوں کو تو یہ ڈر پیدا ہونے لگے کہ ہم سماج کے ایسے نظام کا انتظار کر رہے ہیں جہاں اقلیت کے اکثریت کے ماتحت ہونے کے اصول کو ختم کر دیا جائیگا ــــ کیوں کہ جمہوریت کیا صرف اسی اصول کا اعتراف نہیں ہے؟ نہیں جمہوریت اور اقلیت کا اکثریت کے ماتحت ہونا ایک چیز نہیں ہے جمہوریت ایک ایسی ریاست ہے جو اکثریت کے سامنے اقلیت کی ماتحتی کو تسلیم کرتی ہے،

یعنی ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے پر آبادی کے ایک حصے کے ہاتھوں دوسرے حصے پر باقاعدہ تشدد کرنے کے لئے منظم ادارہ،

ہمارا آخری مقصد یہ ہے کہ ریاست کو ختم کر دیں گے، یعنی ہر منظم اور باقاعدہ تشدد کو، عمومی حیثیت سے انسان کے خلاف تشدد کے ہر استعمال کو، ہم سماج کے کسی ایسے نظام کا انتظار نہیں کر رہے ہیں، جہاں اکثریت کے سامنے اقلیت کی ماتحتی کے اصول پر عمل نہیں ہوگا، لیکن اشتراکیت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے، ہمیں یقین ہے کہ یہ نشوونما پاکر کمیونزم بن جائے گی، ہمیں یقین ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ قوت کی ضرورت، ایک آدمی کے سامنے دوسرے آدمی کے دینے کی ضرورت آبادی کے ایک حصے کو دوسرے کا مغلوب ہونے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی کیوں کہ لوگوں کو قوت اور ماتحتی کے بغیر سماجی زندگی کی ابتدائی شرائط پوری کرنے کی عادت پڑ جائے گی،

اس عادت کے عنصر پر زور دینے کے لئے انیگلز ایک نئی نسل کا ذکر کرتا ہے جو "نئے اور آزاد سماجی حالات کے ماتحت پرورش پائے گی،" اور "ریاست کے اس کباڑ کو" ـــــــ جمہوری عوامی حکومت والی ریاست سمیت ہر قسم کی ریاست کو ـــــــ "کوڑے کے انبار پر پھینک سکیگی،"

اس بات کی تشریح کے لئے ریاست کے آہستہ آہستہ غائب ہونے کی معاشی بنیاد کا تجزیہ ضروری ہے۔

پانچواں باب

ریاست کے غائب ہونے کی معاشی بنیاد

اس سوال کی بہت ہی مفصل تشریح مارکس نے "گوتھا پروگرام پر تنقید" میں کی ہی (بریک کے نام خط، ۱۵ مارچ ۱۸۷۵ء، جو ۱۸۹۱ء میں NEW ZEIT جلد ۹ - ۱ میں اور ایک خاص رُوسی ایڈیشن میں شائع ہوا ہی)

اس قابل غور کتاب کا مناظرے والا حصہ جس میں لاسالیت پر تنقید کی گئی ہی، اس کے مثبت حصے یعنی ریاست کے غائب ہونے اور کمیونزم کے ارتقا کے درمیان تعلق کے تجزیے پر چھا گیا ہے۔

۱۔ مارکس کے قلم سے اس سوال کا بیان

بریک کے نام مارکس کے خط (۱۵ مئی ۱۸۷۵ء) کا بیبل کے نام اینگلز کے خط سے جس کا اوپر تجزیہ کیا گیا ہی، سرسری مقابلہ کرنے سے شاید یہ معلوم

ہوگا کہ مارکس اینگلز سے زیادہ "ریاست کا طرفدار" ہے، اور دونوں لکھنے والوں میں ریاست کے سوال پر بہت اختلاف ہے۔

اینگلز بیبل سے کہتا ہے کہ ریاست کے بارے میں ساری بکواس بند کر دینی چاہیئے۔ پروگرام میں سے لفظ "ریاست" نکال کر اس کی جگہ لفظ "جماعت" رکھنا چاہیئے۔ اینگلز یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ کمیون اس لفظ کے مخصوص معنوں میں ریاست تھی ہی نہیں، اور مارکس "کمیونسٹ سماج میں آئندہ ریاست" تک کا ذکر کرتا ہے، یعنی ظاہر میں تو وہ کمیونزم کے ماتحت بھی ریاست کی ضرورت کا اعتراف کر رہا ہے۔

لیکن یہ خیال بنیادی طور پر غلط ہوگا۔ زیادہ غور سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ریاست کے غائب ہو جانے کے بارے میں مارکس اور اینگلز دونوں کے خیالات بالکل ایک تھے، اور مارکس کا جو فقرہ اوپر نقل کیا گیا ہے، اس کا اشارہ ریاست کے غائب ہو جانے کی طرف ہے۔

ظاہر ہے کہ زمانۂ مستقبل میں ریاست کے غائب ہو جانے کا ٹھیک وقت بتانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ——— اس وجہ سے اور بھی کہ ظاہر ہے، یہ ذرا لمبا عمل ہوگا۔ مارکس اور اینگلز کے درمیان جو ظاہری فرق ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ مختلف موضوعات سے بحث کر رہے تھے اور ان کے مقاصد بھی مختلف تھے، اینگلز کا مقصد صاف و سادہ، اور بہت ہی نمایاں مگر مختصر طریقے سے بیبل کو یہ دکھانا تھا کہ ریاست کے بارے میں جو باطل عقیدے رواج پا گئے ہیں اور جن میں خود لاسال بھی کافی حد تک شریک ہے، کتنے مہمل ہیں، اس کے برخلاف مارکس نے اس سوال کا ذکر محض یوں ہی چلتے چلتے کیا ہے،

اس کی دل چسپی کا مرکز دوسرا موضوع تھا یعنی کمیونسٹ سماج کا ارتقا، مارکس کا سارا نظریہ یہ ہے کہ اس میں ارتقا کے نظریے کو ——
اپنی سب سے ہم آہنگ، مکمل، سوچی سمجھی اور بار آور شکل میں ——
موجودہ زمانے کی سرمایہ داری پر عائد کیا گیا ہے، مارکس کے لئے اس نظریے کو سرمایہ داری کی آنے والی شکست اور مستقبل کی کمیونزم کے آئندہ ارتقا دونوں پر عائد کرنے کا سوال اٹھانا فطری چیز تھی۔

مستقبل کی کمیونزم کی آئندہ ارتقا پر کن معلوم حقائق کی بنیاد پہ غور کیا جائے؟

اس امر کی بنیاد پر کہ وہ سرمایہ داری سے پیدا ہوئی ہے، تاریخی اعتبار سے اس کا ارتقا سرمایہ داری سے شروع ہوتا ہے، ایک سماجی قوت کے عمل کا نتیجہ ہے جسے سرمایہ داری نے پیدا کیا ہے۔ مارکس خیالی دنیا بنانے کی جن چیزوں کو نہیں جانا جا سکتا ان کے بارے میں خیالی گدے لڑانے کی، ذرا بھی کوشش نہیں کرتا، مارکس کمیونزم کے سوال پر بالکل اسی طرح بحث کرتا ہے جیسے کوئی سائنس داں، مثال کے طور پر، کسی نئی حیاتیاتی نوع کے نشو و نما پر بحث کرتا ہے، بشرطیکہ اُسے یہ معلوم ہو کہ اس کا مخرج کیا تھا اور وہ سمت کیا تھی جس میں وہ بدلتی رہی۔

ریاست اور سماج کے درمیان تعلقات کے مسئلے پر گوتھا پروگرام نے جو خلفشار پیدا کر دیا تھا، مارکس سب سے پہلے اسے ختم کر دیتا ہے، وہ لکھتا ہے۔

"موجودہ زمانے کی سماج، سرمایہ دارانہ سماج ہے جو ازمنہ متوسطہ کی آمیزش سے کم و بیش آزاد، ہر ملک کے مخصوص تاریخی ارتقا کے ہاتھوں کم و بیش ترمیم شدہ صورت میں، اور کم و بیش ترقی یافتہ شکل میں، سارے مہذب ملکوں میں موجود ہے، اس کے برخلاف "موجودہ

زمانے کی ریاست" ہر ریاست کی سرحد کے ساتھ ساتھ بدل جاتی ہے یہ ریاست پروشا اور جرمنی کی سلطنت میں ایک قسم کی ہے، سوئٹزرلینڈ میں دوسری قسم کی انگلستان میں تیسری قسم کی، امریکہ میں ایک اور قسم کی چنانچہ "موجودہ ریاست" ایک افسانہ ہے۔

"تاہم اپنی شکلوں کی رنگا رنگی کے باوجود مختلف مہذب ملکوں کی مختلف ریاستوں میں ایک بات مشترک ہے۔ ان سب کی بنیاد موجودہ زمانے کی کم و بیش سرمایہ دارانہ طور سے ترقی یافتہ بورژوا سماج پر ہے۔ چنانچہ ان کے درمیان چند بنیادی خصوصیات مشترک ہیں۔ ان معنوں میں اس آئندہ زمانے کے تقابل میں "موجودہ زمانے کی ریاست" کا ذکر ممکن ہے جب اس کی موجودہ جڑ یعنی بورژوا سماج ختم ہو جائے گی۔

"پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کمیونسٹ سماج میں ریاست کی شکل میں کیا تبدیلی ہوگی؟ دوسرے الفاظ میں، ریاست کے موجودہ فرائض سے ملتے جلتے کون سے سماجی فرائض باقی رہ جائیں گے؟ اس سوال کا جواب صرف سائنٹفک طریقے سے دیا جا سکتا ہے، اور چاہے لفظ ریاست کے ساتھ لفظ عوام کتنے ہی ہزار مرتبہ کیوں نہ جوڑا جائے ہم ایک انچ بھی مسئلے کے قریب نہیں آتے ...." (گوتھا پروگرام پر تنقید)

اس طرح "عوام کی ریاست" کے متعلق ساری باتوں کا مذاق اڑانے کے بعد مارکس یہ سوال پیش کرتا ہے اور گویا ہمیں تنبیہ کرتا ہے کہ سائنٹفک جواب تک پہنچنے کے لئے ہمیں صرف پوری طرح مسلمہ، سائنٹفک طور سے معلومہ حقائق پہ بھروسہ کرنا چاہئے۔

وہ پہلی بات جسے پوری صحت اور درستی کے ساتھ ارتقا کے سارے نظریئے نے مجموعی حیثیت سے سائنس نے قائم کردیا ہے ----

وہ بات جیسے خیالی دنیائیں بنانے والے بھول گئے تھے اور جیسے آج کل کے موقع پرست بھی جو اشتراکی انقلاب سے ڈرتے ہیں، بھول گئے ہیں ـــــ یہ ہے کہ تاریخی طور پر بلاشک و شبہ ایک خاص منزل یا سرمایہ داری سے کمیونزم تک کے درمیان عبوری دور ہونا لازمی ہے۔

۲۔ سرمایہ داری سے کمیونزم تک عبور

مارکس آگے چل کر کہتا ہے: "سرمایہ داری اور کمیونسٹ سماج کے درمیان وہ دور ہے جب سرمایہ داری کو انقلابی طور پر کمیونزم کی شکل میں ڈھالا جائے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر ایک عبوری دور ہوگا۔ جب پرولتاریہ کی انقلابی آمریت کے علاوہ ریاست کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی"۔

اس نتیجے کی بنیاد مارکس اس فریضے کے تجزیے پر جو موجودہ سرمایہ دارانہ سماج میں پرولتاریہ ادا کرتا ہے۔ اس سماج کے ارتقا کے متعلق معلومہ حقائق پر، اور پرولتاریہ اور متوسط طبقے کے متضاد مفادات کے ناقابل مصالحت ہونے پر رکھتا ہے۔

اس سے کچھ پہلے سوال کو اس طرح ادا کیا گیا تھا! اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے پرولتاریہ کے لئے متوسط طبقے کا تختہ الٹنا سیاسی طاقت حاصل کرنا اور اپنی انقلابی آمریت قائم کرنا لازمی ہے۔

اب اس سوال کو ذرا مختلف طریقے سے ادا کیا گیا ہے: سرمایہ دارانہ سماج سے، کمیونزم کی طرف، کمیونسٹ سماج کی طرف، عبور ایک سیاسی قسم کے عبوری دور کے بغیر ناممکن ہے، اور اس دور میں ریاست صرف پرولتاریہ کی انقلابی آمریت ہو سکتی ہے۔

تو پھر اس آمریت کا جمہوریت سے کیا تعلق ہے؟

ہم دیکھ چکے ہیں کہ "کمیونسٹ اعلان نامہ" ان دو خیالات کو برابر برابر رکھ دیتا ہے ——— "پرولتاریہ کا حکمراں طبقے میں تبدیل ہو جانا" اور جمہوریت کا قیام"۔ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس کی بنیاد پر ہم زیادہ صحت کے ساتھ یہ بتا سکتے ہیں کہ سرمایہ داری سے کمیونزم تک عبور میں جمہوریت کس طرح بدل جاتی ہے؟

سرمایہ دارانہ سماج میں، اس کے ارتقا کے لئے سب سے موزوں حالات کے ماتحت، ہمیں کم و بیش مکمل جمہوریت جمہوری قسم کی عوامی حکومت میں ملتی ہے۔ لیکن یہ جمہوریت ہمیشہ سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے تنگ دائرے میں محصور رہتی ہے۔ اور نتیجتاً دراصل ہمیشہ اقلیت کے لئے، مالدار طبقوں کے لئے، صرف امیروں کے لئے جمہوریت رہتی ہے۔ سرمایہ دارانہ سماج میں آزادی ہمیشہ بالکل وہی رہتی ہے جو یونان کی قدیم عوامی حکومتوں میں تھی ——— یعنی غلاموں کے آقاؤں کے لئے آزادی۔ سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے حالات کی وجہ سے موجودہ زمانے کے اجرتی غلام غریبی اور مفلسی سے ایسے کچلے ہوئے ہیں کہ "ان کے لئے جمہوریت کوئی چیز نہیں ہے"، "سیاسیات ان کے لئے کوئی چیز نہیں ہے"، اور عام پر امن حالات میں آبادی کی اکثریت سماجی اور سیاسی زندگی میں حصہ نہیں لے سکتی۔

اس بیان کی صحت کو سب سے زیادہ روشن طریقے سے شاید جرمنی ثابت کرتا ہے، کیونکہ اس ریاست میں دستوری قانونیت بہت ہی لمبے عرصے تک ——— تقریباً آدھی صدی (سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۹۱۴ء) تک ——— مضبوطی سے قایم رہی، اور کیونکہ اس عرصے میں دوسرے ملکوں کی بہ نسبت جرمنی میں سماجی جمہوریت پسندی نے "قانونیت سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت کچھ کرلیا، اور مزدور طبقے کی اتنی بڑی تعداد کو سیاسی جماعت کی شکل میں منظم کر لیا جتنا کہیں اور نہیں ہو سکا تھا،

سرمایہ دارانہ سماج میں سیاسی طور پر باشعور اور عملی کام کرنے والے اجرتی غلاموں کا زیادہ سے زیادہ تناسب کیا حاصل ہو سکا ہے؟ ایک کروڑ پچاس لاکھ اجرتی مزدوروں میں سے سماجی جمہوریت پسند جماعت کے دس لاکھ ممبر! ایک کروڑ پچاس لاکھ میں سے تیس لاکھ ٹریڈ یونینوں میں منظم!

بہت ہی معمولی اقلیت کے لئے جمہوریت، امیروں کے لئے جمہوریت —— یہ ہے سرمایہ دارانہ سماج کی جمہوریت، اگر ہم سرمایہ دارانہ جمہوریت کی مشین کو زیادہ غور سے دیکھیں تو ہر جگہ، حق رائے دہندگی کی چھوٹی چھوٹی —— نام نہاد چھوٹی —— تفصیلات میں (سکونت کی شرط، عورتوں پر پابندی وغیرہ) نمایندہ اداروں کے طریقۂ عمل میں یا ایک جگہ جمع ہونے کے حق پر حقیقی پابندیوں میں (پبلک عمارتیں "فقیروں" کے لئے نہیں ہیں!) روزانہ اخبارات کی خالص سرمایہ دارانہ تنظیم میں، وغیرہ وغیرہ —— ہر طرف ہمیں جمہوریت پر طرح طرح کی پابندیاں نظر آتی ہیں۔ غریبوں پر پابندیاں، مستثنیات اور رکاوٹیں بہت معمولی نظر آتی ہیں، خاص طور سے اس آدمی کو جس نے خود کبھی غریبی کی تکلیف نہ اٹھائی ہو، اور جس کا تعلق مظلوم طبقوں کی زندگی سے کبھی نہ رہا ہو (بورژوا مصنفوں اور سیاست دانوں میں سے، سو میں سے ننانوے نہیں تو دس میں سے نو تو ضرور اسی قسم کے ہیں)، لیکن مجموعی اعتبار سے یہ پابندیاں غریبوں کو سیاست سے اور جمہوریت میں عملی حصہ لینے سے روک دیتی ہیں اور انھیں نکال باہر کرتی ہیں۔

مارکس نے سرمایہ دارانہ جمہوریت کی اصلیت کو بڑے شاندار

طریقے سے سمجھ لیا تھا جب کہ اس نے کمیون کے تجربے کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہر چند سال میں ایک دفعہ مظلوموں کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کہ ان کی نمائندگی کرنے اور انھیں دبانے کے لئے ظالم طبقے کے کون سے نمائندے پارلیمنٹ میں جائیں۔

لیکن اس سرمایہ دارانہ جمہوریت سے آگے ——— جو ناگزیر طور پر تنگ، غریبوں کو رد کر دینے والی، اور اس لئے اندر تک جھوٹی اور ریاکارانہ ہے ——— نشوونما براہ راست سیدھے سادے اور ہموار طریقے سے نہیں ہوتی، جیسا کہ آزاد خیال پروفیسر اور نچلے متوسط طبقے کے موقع پرست ہمیں یقین دلانا چاہتے ہیں، نہیں، آگے کی طرف یعنی کمیونزم کی طرف نشوونما پرولتاریہ کی آمریت کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ سرمایہ دار لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کی مدافعت توڑنے کا کام نہ تو کوئی اور کر سکتا ہے اور نہ کسی اور طرح۔

لیکن پرولتاریہ کی آمریت ——— یعنی ظالموں کو کچلنے کے لئے حکمراں طبقے کی حیثیت سے مظلوموں کے ہراول دستے کی تنظیم ——— صرف یہی نہیں کہ بس جمہوریت کی توسیع پیدا کر دے، جمہوریت کی زبردست توسیع کے ساتھ ساتھ جو پہلی مرتبہ امیروں کے لئے جمہوریت نہیں، بلکہ غریبوں کے لئے، عوام کے لئے جمہوریت بن جائے گی، پرولتاریہ کی آمریت ظالموں، لوٹ کھسوٹ کرنے والوں، سرمایہ داروں کے لئے آزادی پر بہت سی پابندیاں عائد کریگی، انسانیت کو اجرتی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے ہمیں ان لوگوں کو کچل دینا چاہئے، ان کی مدافعت کو بزور توڑنا چاہئے، یہ ظاہر ہے کہ جہاں ظلم ہوگا۔ وہاں تشدد بھی ہوگا، آزادی اور جمہوریت نہیں ہوگی۔

اسی خیال کو انیگلز نے بھی بیبل کے نام اپنے خط میں بڑے شاندار

طریقے سے ادا کیا ہو جیسا ہمارے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا اس نے کہا ہے
کہ "جب تک پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت ہے، اسے یہ ضرورت آزادی
کے مفاد کی خاطر نہیں ہے بلکہ اس کے دشمنوں کو کچلنے کے لئے، جب آزادی
کا ذکر کرنا ممکن ہو جائیگا تو ریاست کی حیثیت سے ریاست فوراً ختم
ہو جائے گی"۔

عوام کی زبردست اکثریت کے لئے جمہوریت، اور عوام پر ظلم
کرنے والوں اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کو بزور دبانا اور انھیں جمہوریت
سے خارج کر دینا ـــــ یہ ہے جمہوریت کی وہ ترمیم شدہ شکل جو سرمایہ داری
سے کمیونزم تک کے عبوری دور میں ہوگی۔

صرف کمیونسٹ سماج میں، جب سرمایہ داروں کی مدافعت
بالکل ختم کر دی جا چکے گی، جب سرمایہ دار غائب ہو جائیں گے، جب
طبقے نہیں رہیں گے، (یعنی سماجی ذرائع پیداوار کے سلسلے میں سماج
کے اراکین کے درمیان کوئی فرق نہیں رہیگا)، صرف اس وقت
"ریاست ختم ہوگی"، اور "آزادی کا ذکر ممکن ہوگا"۔ صرف اس وقت
کسی استثنیٰ کے بغیر حقیقی طور پر مکمل جمہوریت ممکن ہوگی اور عملی جامہ پہن
سکے گی، اور صرف اس وقت اس سیدھی سی بات کے سبب خود
جمہوریت بھی غائب ہونا شروع کر دے گی کہ سرمایہ دارانہ غلامی سے سرمایہ
دارانہ لوٹ کھسوٹ کی ان گنت وحشیانہ حرکتوں، ذلالتوں اور جہل باتوں
سے آزاد ہو کر، لوگ بتدریج سماجی زندگی کے ان ابتدائی اصولوں پر
عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے جو صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور
ہزاروں سال سے مدرسوں کی کتابوں میں دہرائے جا رہے
ہیں۔ وہ ان پر بغیر کسی زور یا جبر کے، بغیر کسی ماتحتی کے، بغیر دباؤ کی
اس خصوصی مشین کے جسے ریاست کہا جاتا ہے، عمل کرنے کے عادی

ہو جائیں گے۔

یہ فقرہ یعنی "ریاست آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے" بہت عمدہ چنا گیا ہے، کیونکہ اس سے اس عمل کی تدریجی اور عنصری فطرت دونوں چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، صرف عادت کا اثر اس طرح کا ہو سکتا ہے اور یقیناً ہو گا، کیونکہ ہم لاکھوں دفعہ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں کہ اگر لوٹ کھسوٹ نہ ہو، کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے غصہ پیدا ہو، یا جس کی وجہ سے احتجاج یا بغاوت کا امکان ہو اور اسے دبانا پڑے تو لوگ بڑی خوشی سے مشترک زندگی کے ضروری قاعدوں پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ سرمایہ دارانہ سماج میں ایک ایسی جمہوریت ہے جو کٹی چھٹی مفلس اور جھوٹی ہے، یہ جمہوریت صرف امیروں کے لئے، صرف اقلیت کے لئے ہے، کمیونزم کی طرف عبور کا زمانہ، یعنی پرولتاریت کی آمریت پہلی مرتبہ اقلیت، یعنی لوٹ کھسوٹ کرنے والوں، پر لازمی جبر کے ساتھ ساتھ عوام کے لئے، اکثریت کے لئے جمہوریت پیدا کریگی، صرف کمیونزم میں حقیقی طور پر مکمل جمہوریت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، اور یہ جمہوریت جتنی زیادہ مکمل ہوگی اتنی ہی جلدی یہ بیکار ہو جائے گی اور خود بخود غائب ہو جائے گی۔

دوسرے الفاظ میں: یعنی سرمایہ داری کے ماتحت ریاست اس لفظ کے مخصوص معنوں میں موجود ہے، یعنی ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے پر، اقلیت کے ہاتھوں اکثریت پر جبر کی خصوصی مشین کی حیثیت سے لوٹ کھسوٹ کرنے والی اقلیت کے ہاتھوں مظلوم طبقے پر باقاعدہ جبر جیسے کام کو کامیابی سے سرانجام دینے کے لئے فطری طور پر جبر کے انتہائی وحشیانہ اور بربریت زدہ طریقوں کی ضرورت ہے،

خون کے سمندروں کی ضرورت ہے جن میں سے انسانیت غلامی اور اجرتی محنت سے دبی ہوئی گزر رہی ہے۔

سرمایہ داری سے کمیونزم تک عبور میں بھی جبر لازمی ہے لیکن یہ جبر مظلوموں کی اکثریت کے ہاتھوں لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کی اقلیت پر ہوگا۔ جبر کی خصوصی مشین، یعنی "ریاست" اب بھی لازمی ہوگی لیکن اب یہ عبوری ریاست ہوگی، عام معنوں میں ریاست نہیں ہوگی، کیونکہ کل والے اجرتی غلاموں کی اکثریت کے ہاتھوں لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کی اقلیت کا دبا دیا جانا ایسی آسان، سیدھی سادی اور فطری چیز ہے کہ اس میں اتنا خون بھی نہیں بہے گا، جتنا غلاموں یا کسانوں یا اجرتی مزدوروں کی بغاوت کو دبانے میں بہتا ہے، اور انسانیت کا نقصان بہت کم ہوگا۔ یہ چیز آبادی کی زبردست اکثریت کے درمیان جمہوریت پھیلنے کے ساتھ ساتھ ہو جائے گی، اور جبر کی خصوصی مشین کی ضرورت غائب ہونا شروع ہو جائے گی، فطری طور سے لوٹ کھسوٹ کرنیوالے اس کام کے لئے انتہائی پیچیدہ مشین کے بغیر عوام کو نہیں دبا سکتے لیکن عوام لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کو بہت سی سادہ "مشین" کے ساتھ، بلکہ تقریباً کسی "مشین" کے بغیر، صرف مسلح عوام کی سیدھی سادی تنظیم سے دبا سکتے ہیں (مثلاً مزدوروں اور سپاہیوں کے نمائندوں کی پنچائتوں کا ذکر ہم کچھ پہلے ہی کئے دیتے ہیں)

آخری بات یہ ہے کہ صرف کمیونزم ریاست کو قطعی طور سے غیر ضروری بناتی ہے، کیوں کہ کوئی ایسی چیز باقی ہی نہیں رہتی جسے دبا جائے — یعنی آبادی کے ایک خاص طبقے کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کرنے کے معنوں میں کوئی طبقہ، ہم خیالی دنیا میں بنانے والے نہیں ہیں، اور ہم اس سے ذرا بھی انکار نہیں کرتے کہ افراد کے حد سے بڑھ جانے

کا امکان ہی بلکہ یہ چیز ناگزیر ہے، اور نہ ہم اس سے انکار کرتے ہیں کہ ان حرکتوں کو روکنا ضروری ہے۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کام کے لئے جبر کی کسی خاص مشین کی ضرورت نہیں، یہ کام مسلح عوام خود اسی رضامندی اور سادگی کے ساتھ کرینگے جیسے مہذب لوگوں کا ہجوم، موجودہ سماج میں بھی، دو لڑنے والوں کو الگ کر دیتا ہے، یا کسی عورت کی بے حرمتی نہیں ہونے دیتا، اور دوسرے یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ غیر معتدل حرکتوں کا اصلی سماجی سبب، جو سماجی زندگی کے قاعدوں کی خلاف ورزی پر مشتمل ہے، عوام کی لوٹ کھسوٹ ان کی غربت اور افلاس ہے۔ اس سب سے بڑے سبب کے ختم ہو جانے کے بعد، غیر معتدل حرکتیں بھی ناگزیر طور سے "آہستہ آہستہ غائب ہو جائینگی" ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتنی جلدی اور کس ترتیب سے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ آہستہ آہستہ غائب ہو جائیں گی، ان کے غائب ہونے کے ساتھ ساتھ ریاست بھی آہستہ آہستہ غائب ہو جائے گی۔

خیالی دنیائیں بنائے بغیر، مارکس نے اس مستقبل کے بارے میں اب جو کچھ کہا جا سکتا ہے، اس کی تشکیل بہت ہی مکمل طریقے سے کی یعنی کمیونسٹ سماج کے نیچے اور اونچے ادوار (اس کی منزلوں، اور درجوں) کے درمیان فرق کی۔

۳۔ کمیونسٹ سماج کا پہلا دور

"گوتھا پروگرام پر تنقید" میں مارکس بڑی تفصیل کے ساتھ لاسال کے اس خیال کو غلط ثابت کرتا ہے کہ اشتراکیت کے ماتحت مزدوروں کو "اپنی محنت کی پوری پیداوار"، "بغیر کسی کمی کے" ملا کریگی، مارکس بتاتا

ہے کہ سماج کی ساری محنت میں سے تھوڑا سا حصہ بچا کر رکھنا لازمی ہوگا جو پیداوار کی توسیع، پرانی مشینوں کو بدلنے وغیرہ کے کام آئے گا، پھر خرچ کے ذرائع میں سے بھی انتظامی اخراجات، اسکولوں، اسپتالوں، بدھوک کے لئے گھر بنانے اور دوسری چیزوں کے لئے کچھ حصہ بچا کر رکھنا پڑے گا۔

لاسال کے دھندلے مبہم اور عام فقرے — "مزدور کے لئے اس کی محنت کی ساری پیداوار" — کے بجائے مارکس بڑی احتیاط کے ساتھ اندازہ لگاتا ہے کہ اشتراکی سماج کو اپنے معاملات کا انتظام کس طرح کرنا پڑے گا؟

وہ اُس سماج میں زندگی کے حالات کا ٹھوس تجزیہ کرتا ہے جہاں سرمایہ داری نہیں ہوگی، اور کہتا ہے: "ہم یہاں (جماعت کے پروگرام کا تجزیہ کرتے ہوئے) جس چیز سے بحث کر رہے ہیں، وہ کمیونسٹ سماج نہیں ہے جس نے اپنی بنیادوں پر نشو و نما پائی ہو، بلکہ اس کے برخلاف ایسی سماج ہے جو ابھی سرمایہ دارانہ سماج سے ابھر رہی ہے، اور جو اس لئے معاشی، اخلاقی اور ذہنی ہر اعتبار سے اس پرانی سماج کے پیدائشی نشانات لئے ہوئے ہیں جس کی کوکھ سے وہ پیدا ہوئی ہے"

اور یہی وہ کمیونسٹ سماج ہے — وہ سماج جو سرمایہ داری کی کوکھ سے ابھی پیدا ہوئی ہے۔ اور جس پر ہر اعتبار سے پرانی سماج کی مہر لگی ہوئی ہے — جسے مارکس کمیونسٹ سماج کا "پہلا" یا نیچے والا دور کہتا ہے۔

ذرائع پیداوار افراد کی شخصی ملکیت نہیں رہے ہیں، ذرائع پیداوار ساری سماج کی ملکیت بن گئے ہیں، سماجی طور پر ضروری کام کا تھوڑا سا حصہ سر انجام دینے والے سماج کے ہر رکن کو سماج کی طرف سے یہ سند مل جائے گی کہ اس نے اتنا اتنا کام کیا ہے۔ اس سند کے مطابق اُسے سرکاری

دکانوں سے جہاں خرچ میں آنے والی چیزیں رکھی ہوں گی، اُسی حساب سے چیزیں مل جائیں گی۔ چنانچہ محنت کے تناسب میں سے اتنا حصہ نکال لینے کے بعد جو ساری سماج کے ذخیرے میں رکھا جائیگا، ہر مزدور کو سماج سے اتنا ملے گا، جتنا اس نے سماج کو دیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "مساوات" کی حکمرانی ہوگی۔

لیکن جب ایسے سماجی نظام کو نظر میں رکھتے ہوئے (جسے عام طور پر اشتراکیت کہا جاتا ہے، اور جسے مارکس کمیونزم کا پہلا دور کہتا ہے) لاسال اس چیز کو "عادلانہ تقسیم" کا نام دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ محنت کی مساوی پیداوار پر ہر ایک کا مساوی حق" ہے، تو لاسال غلطی کر رہا ہے، اور مارکس اس کی غلطی کو بے نقاب کرتا ہے۔

مارکس کہتا ہے کہ یہاں دراصل "مساوی حق" موجود ہے، لیکن یہ اب بھی "بورژوا حق" ہے، جو ہر دوسرے حق کی طرح، غیر مساوات کو پہلے سے ذہن میں رکھتا ہے، مساوی حق مختلف لوگوں پر جو ایک سے نہیں ہیں اور ایک دوسرے کے بالکل برابر نہیں ہیں، ایک ہی قاعدہ عائد کرتا ہے۔

اسی وجہ سے "مساوی حق" دراصل مساوات کی خلاف ورزی اور بے انصافی ہے۔ عملی اعتبار سے ہر آدمی جس نے دوسروں کے برابر سماجی محنت کی ہو، سماجی پیداوار کا مساوی حصہ پاتا ہے (صرف اوپر بیان کی ہوئی کٹوتی ضرور ہو جاتی ہے)

لیکن مختلف لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے: ایک طاقتور ہوتا ہے، دوسرا کمزور ہوتا ہے، ایک شادی شدہ ہوتا ہے، دوسرا نہیں، ایک کے اولاد زیادہ ہوتی ہے، ایک کے کم، اور اسی طرح اور بھی، مارکس کہتا ہے:

"..... مساوی محنت کے ساتھ، اور اس لئے سماجی خرچ کے ذخیرے میں مساوی حصے کے ساتھ، در اصل ایک آدمی کو دوسرے سے زیادہ ملتا ہے، ایک آدمی دوسرے کی بہ نسبت زیادہ امیر ہوتا ہے، اور اسی طرح اور باتیں بھی، ان تمام خامیوں سے بچنے کے لئے حقوق مساوی ہونے کے بجائے، غیر مساوی ہونے چاہئیں"

چنانچہ کمیونزم کا پہلا دور انصاف اور مساوات پیدا نہیں کر سکتا دولت کے فرق اور نا منصفانہ فرق اب بھی موجود ہوں گے، لیکن ایک آدمی کے ہاتھوں دوسرے آدمی کی لوٹ کھسوٹ ناممکن ہو جائیگی، کیونکہ ذرائع پیداوار پر کارخانوں، مشینوں، اور زمین وغیرہ پر شخصی ملکیت کی حیثیت سے قبضہ جمانا ناممکن ہو جائے گا۔ مارکس عمومی حیثیت سے "مساوات" اور "انصاف" کے بارے میں لاسال کے نچلے متوسط طبقے والے اور الجھے ہوئے فقرے کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے، اور کمیونسٹ سماج کے ارتقا کا راستہ بتاتا ہے جو پہلے تو مجبور ہوگی کہ صرف اس "بے انصافی" کو برباد کرے جو ذرائع پیداوار کے افراد کے قبضے میں آجانے پر مشتمل ہے، اور اس بے انصافی کو فوراً دور نہیں کر سکے گی جو (ضرورت کے مطابق نہیں بلکہ) "سر انجام دیئے ہوئے کام کے مطابق" خرچ کی چیزوں کی تقسیم پر مشتمل ہے۔

"ہمارا" توگان بارانوفسکی، بورژوا پروفیسر اور مبتذل ماہرین معاشیات برابر اشتراکیوں کو یہ الزام دیتے رہتے ہیں کہ وہ لوگوں کی عدم مساوات کو بھول جاتے ہیں اور اس عدم مساوات کو برباد کرنے کا "خواب دیکھا کرتے ہیں"، جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا ہے، اس قسم کے الزام سے صرف ان بورژوا نظریے کی تلقین کرنے والے حضرات کی انتہائی جہالت ثابت ہوتی ہے۔

مارکس نہ صرف انتہائی صحت اور درستی کے ساتھ انسانوں کی ناگزیر عدم مساوات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ بلکہ اس امر کو بھی کہ صرف ذرائع پیداوار کی ساری سماج کی مشترکہ ملکیت میں تبدیلی (اس لفظ کے عام طور پر مسلمہ معنوں میں "اشتراکیت") "بورژوا حق" کی عدم مساوات اور تقسیم کی خامیوں کو دور نہیں کر سکتی، اور جب تک پیداوار کی تقسیم "سر انجام دیئے ہوئے کام کے مطابق" ہوتی ہے، "بورژوا حق" کی فرماں روائی جاری رہے گی۔ مارکس آگے چل کر کہتا ہے۔

"لیکن جب کمیونسٹ سماج، بڑے لمبے دردِ زہ کے بعد، سرمایہ دارانہ سماج کی کوکھ سے پیدا ہو جائے گی، تو شروع شروع میں اس سماج کے پہلے دور میں یہ خامیاں ناگزیر ہیں۔ انصاف کبھی سماج کے معاشی حالات اور ان کے پیدا کیے ہوئے کلچری ارتقا سے بلند و برتر نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں (جسے عام طور پر اشتراکیت کہا جاتا ہے) "بورژوا حق" کو پوری طرح ختم نہیں کیا جائیگا، بلکہ جزوی حیثیت سے، اس وقت تک جو معاشی تبدیلیاں ہو چکی ہوں گی ان کے اعتبار سے، یعنی ذرائع پیداوار کے لحاظ سے "بورژوا حق" انھیں الگ الگ افراد کی شخصی ملکیت کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے، اشتراکیت انھیں مشترکہ ملکیت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس حد تک، اور صرف اس حد تک، "بورژوا حق" غائب ہوتا ہے۔

لیکن جہاں تک اس کے دوسرے حصے کا تعلق ہے، یہ حق موجود رہتا ہے۔ یہ حق ایک منتظم (ایک تعین کرنے والے عنصر) کی حیثیت سے موجود رہتا ہے جس کے ذریعے پیداوار کی تقسیم ہوتی ہے اور سماج کے اراکین کے درمیان محنت کا تقرر ہوتا ہے۔ "جو کام نہیں کرتا وہ کھائیگا بھی نہیں"

—— یہ اشتراکی اصول حقیقت میں تبدیل ہو چکا ہے محنت کی مساوی مقدار کے بدلے میں پیداوار کی مساوی مقدار" —— یہ اشتراکی اصول بھی حقیقت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بھی کمیونزم نہیں ہے، اور اس سے "بورژوا حق" ختم نہیں ہوا جو غیر مساوی افراد کو، کام کی غیر مساوی (حقیقت میں غیر مساوی) مقدار کے بدلے پیداوار کی مساوی مقدار دیتا ہے۔

مارکس کہتا ہے کہ یہ خامی تو ہے، مگر کمیونزم کے پہلے دور میں ناگزیر ہے، کیونکہ اگر ہم خیالی دنیاؤں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ سرمایہ داری کا تختہ الٹنے کے بعد، لوگ حق کے کسی معیار کے بغیر سماج کے لئے کام کرنا فوراً سیکھ لیں گے، سرمایہ داری کا خاتمہ اس قسم کی تبدیلی کی معاشی بنیادیں فوراً نہیں رکھنی شروع کرتا۔

اور ابھی تک "بورژوا حق" کے علاوہ اور کوئی معیار ہوگا بھی نہیں، چنانچہ ابھی مرکب قسم کی ریاست اس حد تک ضروری ہوگی جو ذرائع پیداوار کو عوام کی ملکیت میں برقرار رکھتے ہوئے، محنت کی مساوات اور پیداوار کی مساوات کو بھی برقرار رکھے۔

ریاست ان معنوں میں آہستہ آہستہ غائب ہو رہی ہوگی کہ نہ تو سرمایہ دار ہوں گے نہ طبقے، چنانچہ کسی طبقے کو دبانے کی ضرورت ہوگی ہی نہیں۔ لیکن ابھی ریاست پوری طرح غائب نہیں ہوئی ہوگی کیوں کہ ابھی بورژوا حق کی حفاظت باقی ہوگی جو حقیقی عدم مساوات کو مقدس بنا دیتا ہے۔ ریاست کے مکمل خاتمے کے لئے مکمل کمیونزم ضروری ہے۔

۴۔ کمیونسٹ سماج کی اونچی منزل

مارکس آگے کہتا ہے: "کمیونسٹ سماج کی اونچی منزل میں جب محنت کی تقسیم کے عمل میں افراد کی غلامانہ ماتحتی غائب ہو جائے گی، اور ذہنی اور جسمانی محنت کی مخالفت بھی، جب محنت نہ صرف زندہ رہنے کا ذریعہ ہو جائے گی بلکہ زندگی کی پہلی ضرورت، جب افراد کی مکمل نشوونما کے ساتھ ساتھ پیداوار کی قوتیں بھی بڑھ جائیں گی، اور سماجی دولت کے سارے سرچشمے آزادی سے بہنے لگیں گے —— صرف اس منزل پر پہنچ کر بورژوا حقوق کے تنگ میدان سے پوری طرح گزر کر آگے جانا اور سماج کے لئے اپنے جھنڈوں پر یہ لکھنا ممکن ہوگا: ہر ایک سے اس کی اہلیت کے مطابق: ہر ایک کو اس کی ضرورتوں کے مطابق!"

اب ہم اینگلز کے ان الفاظ کی پوری درستی اور سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جن میں اس نے لفظ "آزادی" اور "ریاست" کو ایک جگہ ملانے کی مہمل حرکت کا بے رحمی سے مذاق اڑایا تھا جب تک ریاست موجود ہے آزادی نہیں ہو سکتی، جب آزادی ہوگی تو ریاست موجود نہیں ہوگی۔

ریاست کے پوری طرح غائب ہو جانے کی معاشی بنیاد کمیونزم کے ارتقا کی وہ اونچی منزل ہے جب ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان مخالفت دور ہو جائیگی۔ یعنی جب موجودہ سماجی عدم مساوات کے خاص اسباب میں سے ایک دور ہو جائیگا —— ایسا سبب جسے محض ذرائع پیداوار کو عوام کی ملکیت بنا دینے سے، محض سرمایہ داروں کو بے دخل کر دینے سے، فوراً دور کر سکنا ناممکن ہے۔

یہ بے دخلی پیداوار کی قوتوں کے زبردست نشوونما کو ممکن بنادیگی، اور اس بات کے پیش نظر کہ آج کل سرمایہ داری اس نشوونما کو بس ناقابل یقین طور سے روکے ہوئے ہے اور موجودہ طریقۂ کار جہاں تک پہنچ چکا ہے اس کی بنیاد پر بھی کتنی ترقی کی جا سکتی ہے، ہمیں پورے یقین کے ساتھ یہ کہنے کا حق ہے کہ سرمایہ داروں کی بے دخلی انسانی سماج کی پیداوار کی قوتوں کے زبردست نشوونما پر منتج ہوگی، لیکن یہ نشوونما کتنی تیزی سے آگے بڑھیگا، محنت کی تقسیم سے الگ ہونے کے نقطے پر کتنی جلدی پہنچیگا، جہاں ذہنی اور جسمانی محنت کی مخالفت دور ہو جائے، اور کام "زندگی کی پہلی ضرورت" بن جائے ——— اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں۔

چنانچہ ہمیں صرف یہ کہنے کا حق ہے کہ ریاست کا غائب ہو جانا ناگزیر ہے، اس کے ساتھ ہی ہمیں اس پر بھی زور دینا چاہئے کہ یہ عمل بہت لمبا ہوگا، اور اس کا انحصار کمیونزم کی بلند تر و بہتر دور کے ارتقائی تیزی پر ہے، اور غائب ہونے کی مدت اور اس کی ٹھوس شکلوں کے سوال کو بغیر کسی خاص جواب کے چھوڑ دینا چاہئے، کیوں کہ ان سوالوں کو حل کرنے کے لئے مواد مہیا نہیں ہو سکتا۔

ریاست اس وقت پوری طرح غائب ہو جائے گی۔ جب سماج اس اصول پر عمل پیرا ہو جائے گی "ہر ایک اس کی اہلیت کے مطابق، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق، یعنی جب لوگ سماجی زندگی کے بنیادی قاعدوں پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے، اور ان کی محنت اتنی زرخیز ہوگی کہ وہ اختیاری طور پر اپنی اہلیت کے مطابق کام کریں گے" بورژا حق کا تنگ میدان"، جو آدمی کو شائی لوک

کی سی سنگدلی کے ساتھ یہ حساب لگانے پر مجبور کرتا ہے کہ کہیں اس نے دوسروں سے آدھ گھنٹے زیادہ کام تو نہیں کیا یا کہیں اسے دوسروں سے کم تنخواہ تو نہیں مل رہی —— یہ تنگ میدان اس وقت پیچھے رہ جائے گا، اس وقت سماج کو بالکل ٹھیک ٹھیک یہ حساب لگانے کی ضرورت نہیں رہیگی کہ اپنے ہر رکن کو پیداوار کی کتنی مقدار دی جائے، ہر آدمی آزادانہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق لے لیگا۔"

بورژوا نقطۂ نظر سے ایسے سماجی نظام کو "خالص خیالی دنیا" بنانا اور ہر فرد کی محنت پر کسی قسم کی نگرانی کے بغیر ہر آدمی کو سماج کی طرف سے جتنے کھانے، موٹریں، پیانو وہ چاہے مل سکنے کا وعدہ کرنے پر اشتراکیوں کا مذاق اڑانا آسان ہے۔ اب بھی اکثر بورژوا "اہل دانش وران" اس قسم کے طعنے دیتے ہیں، اور اس طرح اپنی جہالت اور سرمایہ داری کی خود غرضانہ مدافعت کو خود بے نقاب کرتے ہیں،

جہالت —— کیونکہ یہ "وعدہ" کرنے کا تو خیال تک کسی اشتراکی کے ذہن میں نہیں گزرا کہ کمیونزم کا بلند ترین درجہ واقعی آجائے گا، اور بڑے بڑے اشتراکیوں نے اس کی آمد کے متعلق پیش بینی کرتے ہوئے ہمیشہ دونوں باتوں کو ذہن میں رکھا ہے یعنی ایک تو یہ کہ اس زمانے میں محنت کی پیداوار کی شرح آج کل کی سی نہیں ہوگی، دوسرے یہ کہ اس زمانے کا آدمی آج کل سے عام آدمی جیسا نہیں ہوگا جو سماجی دولت کے ذخائر کو، سوچے سمجھے بغیر، پومیالوفسکی کی کتاب کے طالب علموں کی طرح، برباد کر ڈالتا ہے، اور ناممکن باتوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ (پومیالوفسکی کی کتاب "مدرسے کی کہانیاں" میں شریر طالب علموں کے ایک گروہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جو

محض دل لگی کی خاطر چیزوں کو برباد کر دیتے تھے)

جب تک کہ کمیونزم کا "بلند تر" درجہ نہ آجائے، اشتراکی محنت کی تعداد اور خرچ کی مقدار پر سماج اور ریاست کی سخت ترین نگرانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ نگرانی سرمایہ داروں کی بے دخلی اور سرمایہ داروں پر مزدوروں کے قبضے سے شروع ہو، اور اس پر عمل در آمد نوکرشاہی والی ریاست کے ذریعے نہیں، بلکہ مسلح مزدوروں کی ریاست کے ذریعے ہو۔

بورژوا نظریہ ساز (اور ان کے تیسرے تیلی اور چرنوف وغیرہ جیسے حاشیہ بردار) خود غرضانہ طور سے سرمایہ داری کی مدافعت اس طرح کرتے ہیں کہ وہ دور دراز مستقبل کے بارے میں جھگڑے اور مباحثے شروع کر دیتے ہیں اور موجودہ پالیسی کے لازمی اور بنیادی سوالات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں یعنی سرمایہ داروں کی بے دخلی، سارے لوگوں کو ایک بہت بڑی "کمپنی" — ساری ریاست — کے مزدوروں اور ملازموں میں تبدیل کر دینا، اور اس کمپنی کے سارے کام کو پوری طرح "مزدوروں اور سپاہیوں کے نمائندوں کی پنچائتوں کی حقیقی طور پر جمہوری ریاست کے ماتحت کر دینا"

درحقیقت جب کوئی عالم پروفیسر، اور اس کی پیروی کرتے ہوئے کوئی کورچشم آدمی، اور اس کی تقلید میں تیرے تیلی اور چرنوف بے معنی خیالی دنیاؤں کا، بالشویکوں کے خطیبانہ وعدوں کا، اشتراکیت کو "رائج کرنے" کے ناممکن ہونے کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں کمیونزم کا وہ اونچا درجہ ہوتا ہے جس کا وعدہ کسی نے کبھی نہیں کیا اور نہ جسے "رائج کرنے" کا خیال کسی کے دماغ میں آیا ہے، کیونکہ عمومی حیثیت سے اسے "رائج" کیا ہی نہیں جاسکتا۔

اب یہاں ہم اشتراکیت اور کمیونزم کے درمیان سائنٹیفک فرق کے سوال پر آتے ہیں، جس کا ذکر انیگلز نے "سماجی جمہوریت پسند" والے نام کے غلط ہونے کے مسئلے پر اپنی اوپر نقل کی ہوئی بحث میں کیا ہے۔ کمیونزم کے پہلے یا نیچے درجے اور اونچے کے درمیان سیاسی فرق کچھ دنوں میں بہت زبردست ہو جائیگا، لیکن اس پر اب سرمایہ داری کے ماتحت زور دینا مضحکہ خیز بات ہے، اور صرف دو چار نراجی ہی اسے اتنی بنیادی اہمیت دے سکتے ہیں (اگر اب بھی نراجیوں میں چند لوگ ایسے باقی ہیں جنھوں نے پلیخانوف کی مانند کروپوٹکن، گریوز، کورنیلیسن اور نراجیت کے دوسرے درخشاں ستاروں، کے عقائد بدل کر سماجی قسم کی جنگ جویانہ وطن پرستی یا اس نظریے کا پرستار بن جانے سے کوئی سبق نہیں سیکھا جیسے گے جو ان چند نراجیوں میں سے ہے جنھوں نے ابھی تک اپنی عزت اور ضمیر کو برقرار رکھا ہے ANARHO-JUSQUANBOUTISM. کہتا ہے (فرانسیسی میں کے معنی ہیں "آخر تک")۔

لیکن اشتراکیت اور کمیونزم کے درمیان سائنٹیفک فرق ظاہر ہے جس چیز کو عام طور سے اشتراکیت کہا جاتا ہے اسے مارکس نے کمیونسٹ سماج کا "پہلا" یا نیچے والا درجہ کہا ہے، جہاں تک کہ ذرائع پیدا وار عوام کی ملکیت بن جاتے ہیں، وہاں تک تو ہم یہاں لفظ "کمیونزم" استعمال کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ہم یہ نہ بھولیں کہ یہ پوری کمیونزم نہیں ہے۔ مارکس کی تشریحات کی زبردست اہمیت و معنویت اس میں ہے کہ یہاں بھی وہ برابر مادی جدلیات اور ارتقا کے نظریے سے کام لیتا ہے، اور کمیونزم کو ایسی چیز سمجھتا ہے جو سرمایہ داری سے پیدا ہوئی ہے، مصنوعی، لمبی چوڑی

عالمانہ تعریفوں اور لفظوں کے معنوں کے متعلق فضول بحثوں کی بجائے (کہ اشتراکیت کیا ہے اور کمیونزم کیا ہے) مارکس ان چیزوں کا تجزیہ پیش کرتا ہے جنھیں کمیونزم کی معاشی پختگی کے مدارج کہا جاسکتا ہے۔

اپنے پہلے درجے یا دور میں کمیونزم ابھی معاشی طور سے پختہ اور سرمایہ داری کی تمام روایتوں اور اثرات سے آزاد نہیں ہوسکتی اسی وجہ سے یہ دلچسپ منظر نظر آتا ہے کہ اپنے پہلے درجے میں کمیونزم "بورژوا حقوق کے تنگ میدان"، کو برقرار رکھے گی۔ خرچ کی چیزوں کی تقسیم کے سلسلے میں بورژوا حقوق ناگزیر طور پر پہلے سے بورژوا ریاست کی موجودگی فرض کر لیتے ہیں، کیونکہ حقوق کی ادائیگی پر بزور عمل کرانے والی مشین کے بغیر حقوق کوئی ہستی نہیں رکھتے۔

نتیجتاً کچھ دنوں تک متوسط طبقے کے بغیر نہ صرف بورژوا حقوق کمیونزم کے ماتحت باقی رہتے ہیں بلکہ بورژوا ریاست بھی!

یہ بات اجتماع ضدین یا جدلیاتی معمہ معلوم ہوتی ہے جس کا الزام مارکسیت پر وہ لوگ اکثر لگاتے ہیں جو اس کے غیر معمولی طور پر گہرے مطالب کا مطالعہ کرنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کرسکتے۔

لیکن دراصل نئی چیز میں پرانی چیز کے عناصر ہمیں زندگی میں قدم قدم پر ملتے ہیں، فطرت میں بھی اور سماج میں بھی، مارکس جان بوجھ کر بورژوا، حقوق کا تھوڑا سا ٹکڑا اچوری چھپے نہیں لے آیا، اس نے وہ چیز بتائی ہے جو سرمایہ داری کی کوکھ سے پیدا ہونے والی سماج میں معاشی اور سیاسی اعتبار سے ناگزیر ہے۔

سرمایہ داروں کے خلاف اپنی آزادی کے لئے جدوجہد میں مزدور طبقے کے لئے جمہوریت بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن جمہوریت کوئی ایسی حد نہیں ہے جس سے آگے جایا ہی نہ جاسکے، یہ تو جاگیرداری

سے سرمایہ داری تک اور سرمایہ داری سے کمیونزم تک ارتقا میں صرف ایک منزل ہے۔

جمہوریت کے معنی ہیں مساوات، مساوات کے لئے پرولتاریہ کی جدوجہد کی زبردست معنویت اور ایک نعرے کی حیثیت سے مساوات کی معنویت فوراً ظاہر ہو جائے گی اگر ہم اس کا صحیح مطلب طبقوں کا خاتمہ سمجھیں۔

لیکن جمہوریت کے معنی صرف رسمی مساوات کے ہیں ذرائع پیداوار کی ملکیت کے بارے میں سماج کے سارے اراکین کو مساوات یعنی محنت کی مساوات اور اجرت کی مساوات، حاصل ہوتے ہی انسانیت کے سامنے ناگزیر طور پر یہ سوال اٹھ کھڑا ہوگا، کہ رسمی مساوات سے آگے بڑھ کر اصلی مساوات تک پہنچا جائے، یعنی اس قاعدے کو عملی جامہ پہنایا جائے کہ "ہر ایک سے اس کی اہلیت کے مطابق، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق" انسانیت اس بلند تر مقصد کو کن منزلوں سے گزر کر اور کن عملی ذرائع سے حاصل کریں گی ـــــ اس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں، اور نہ ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ سمجھنا بہت اہم ہے کہ اشتراکیت کو کسی بے جان، پتھر جیسی، ہمیشہ ایک حالت میں رہنے والی چیز کی حیثیت سے پیش کرنے کا عام بورژوا طریقہ کتنا کاذبانہ ہے، دراصل صرف اشتراکیت کے ماتحت عوام کی تیز اور اصلی ترقی شروع ہوگی جس میں پہلے تو اکثریت اور پھر ساری آبادی حصہ لے گی، یہ ترقی سماج اور انفرادی زندگی کے تمام شعبوں میں ہوگی۔

جمہوریت ریاست کی ایک شکل ہے ـــــ اس کی قسموں میں سے ایک، چنانچہ ہر ریاست کی طرح اس میں بھی انسانوں کے خلاف

قوت کا باقاعدہ استعمال ہوتا ہے، یہ تو ایک بات ہوئی، دوسری طرف اس کے معنی ہیں، تمام شہریوں کے برابر ہونے کا رسمی اعتراف، اور ریاست کے انتظام اور اُس کے ڈھانچے کا تعین کرنے میں ہر آدمی کے مساوی حق کا اعتراف: یہ چیز اس امر سے متعلق ہے کہ جمہوریت اپنے ارتقا میں ایک خاص منزل پر پہنچ کر پہلی مرتبہ پرولتاریہ کو سرمایہ داری کے خلاف کام کرنے والے انقلابی طبقے کی حیثیت سے ایک جگہ جمع کرتی ہے۔ اور اسے ریاست کی بورژوا مشین کو کچلنے، ٹکڑے ٹکڑے کر دینے، اور دنیا سے مٹا دینے کا موقع دیتی ہے —— بورژوا ریاست کی عوامی قسم یعنی مستقل فوج، پولیس اور نوکرشاہی کو بھی، پھر وہ اس کی جگہ ایک زیادہ جمہوری مشین لاتی ہے۔ مگر وہ ہوتی ہے اب بھی ریاست کی مشین، یہ مشین مزدوروں کے مسلح جتھوں کی شکل میں ہوتی ہے، جو آگے چل کر یہ شکل اختیار کر لیتی ہے کہ سب لوگ عوامی فوج میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہاں "کمیت کیفیت میں بدل جاتی ہے"، بورژوا سماج کے ڈھانچے کے خاتمے اور اشتراکی تشکیل نو کے آغاز کے ساتھ اس حد تک جمہوریت متعلق ہے، اگر ہر آدمی واقعی ریاست کے انتظام میں حصہ لے تو سرمایہ داری اپنا اقتدار قایم نہیں رکھ سکتی، اپنے نمبر پر سرمایہ داری بھی جب نشو ونما پاتی ہے، تو وہ خود ریاست کے انتظام میں ہر آدمی کو حصہ لینے کے قابل بنانے کے لئے موزوں حالات پیدا کرتی ہے، ایسے حالات میں ایک تو عالم گیر خواندگی ہے۔ جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں عملی جامہ پہن چکی ہے، پھر ڈاک خانے، ریلوں، بڑے بڑے کارخانوں، زبردست پیمانے والی تجارت، بینک وغیرہ کی زبردست، پیچیدہ اور اشتراکی قسم کی مشین کے ذریعے لاکھوں مزدوروں کی "تعلیم و تربیت اور تنظیم" ہے۔

معاشی اعتبار سے ایسے موزوں حالات کے ساتھ تو یہ بالکل ممکن ہے کہ سرمایہ داروں اور نوکر شاہی والوں کا تختہ الٹنے کے چوبیس گھنٹے بعد پیداوار اور تقسیم اور محنت پر نگرانی کا کام مسلح مزدوروں سارے مسلح عوام کے سپرد کر دیا جائے (نگرانی اور حساب کتاب کے سوال کو سائنٹفک طور سے تعلیم یافتہ انجینیروں اور ماہرین زراعت وغیرہ کے سوال سے گڈمڈ نہیں کرنا چاہیئے، یہ حضرات آج کل سرمایہ داروں کے زیر فرمان ہیں۔ کل یہی لوگ مسلح مزدوروں کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اور بھی اچھی طرح کام کریں گے)

حساب کتاب اور نگرانی ——— کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں سب چیزوں کی تنظیم کرنے اور انھیں ٹھیک طرح چلانے کے لئے یہ دو چیزیں سب سے زیادہ ضروری ہیں، یہاں ریاست مسلح مزدوروں پر مشتمل ہے۔ اور سارے باشندے ریاست کے کرلئے ہوئے ملازم بن جاتے ہیں۔ سارے باشندے ریاست کے ایک واحد قومی "سنڈیکیٹ" (تجارتی اشتراک) کے ملازم اور مزدور بن جاتے ہیں، ان کے لئے بس اتنی بات ضروری ہے کہ مساوی کام کریں، اپنے حصے کا کام ٹھیک طرح کرتے رہیں، اور مساوی تنخواہ لیں۔ اس کے لئے جس نگرانی اور حساب کتاب کی ضرورت پڑے گی اُسے سرمایہ داری نے انتہائی طور پر آسان بنا دیا ہے، یہاں تک کہ وہ غور سے دیکھتے رہنے، اندراج کر لینے اور رسیدیں دینے کے غیر معمولی طور پر سادہ افعال رہ گئے ہیں جو ہر اس آدمی کی گرفت میں آسکتے ہیں جو لکھنا پڑھنا اور حساب کے چار قاعدے جانتا ہو (جب ریاست کے زیادہ تر فرائض گھٹ کر اتنے رہ جائیں گے کہ مزدور خود نگرانی اور حساب کتاب کر لیا کریں، تو ریاست درسیاسی ریاست" نہیں رہے گی، اور

"قومی فرائض میں سیاسی رجحان باقی نہیں رہیگا اور وہ صرف انتظامی فرائض رہ جائیں گے"۔

مقابلے کے لئے چوتھے باب کا دوسرا حصہ دیکھئے جہاں نراجیوں کے خلاف اینگلز کی بحث دی گئی ہی]

جب عوام کی اکثریت ہر جگہ خود حساب کتاب رکھنا، اور سرمایہ داروں پر (جواب ملازم رہ گئے ہوں گے) اور ذہنی کام کرنیوالوں پر (جن میں ابھی سرمایہ دارانہ عادتیں باقی ہوں گی) نگرانی کرنا شروع کردیگی، تو یہ نگرانی حقیقت میں عالمگیر، عمومی اور قومی ہو جائے گی، اور اس سے بچ نکلنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا، اس سے کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

ساری سماج ایک دفتر اور ایک کارخانہ بن جائے گی، جہاں مساوی کام اور مساوی تنخواہ ہوگی۔

لیکن یہ "کارخانے" والا نظام، جو سرمایہ داروں کی شکست اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کا تختہ الٹ جانے کے بعد، پرولتاریہ ساری سماج میں پھیلائے گا، ہمارا آدرش ہمارا آخری مقصد نہیں ہی، یہ تو صرف قدم جمانے کی جگہ ہی جو سماج کو بنیادی طور سے سرمایہ دارانہ لوٹ کی ساری گندگی اور بدصورتی سے پاک کرنے کے لئے، آگے کی طرف بڑھنے کے لئے ضروری ہے۔

اسی لمحے سے کہ جب سماج کے سارے اراکین، یا غالب اکثریت ریاست پر اپنے آپ حکمرانی کرنا سیکھ لے گی، یہ کام اپنے ہاتھوں میں سنبھال لے گی، سرمایہ داروں کی بہت ہی حقیر اقلیت پر، سرمایہ دارانہ رجحان رکھنے والے شریفوں پر، اور اُن مزدوروں پر جن کی اخلاقی حالت سرمایہ داری نے بالکل تباہ کردی ہی، پورا قبضہ جمالیگی، ——— اسی لمحے سے کسی حکومت کی ضرورت غائب ہونا شروع

ہو جائے گی. جمہوریت جتنی زیادہ مکمل ہو گی اتنا ہی قریب وہ لمحہ ہوگا جب وہ غیر ضروری ہونا شروع ہو جائے گی۔ مسلح مزدوروں پر مشتمل ریاست، جو "اپنے مخصوص معنوں میں ریاست ہے ہی نہیں"، جتنی زیادہ جمہوری ہوگی۔ اتنی ہی تیزی سے ہر ریاست غائب ہونا شروع ہو جائے گی،

کیوں کہ جب سب لوگ انتظام کرنا سیکھ لیں گے، اور خود مختارانہ طور سے حقیقت میں اپنے آپ سماجی پیداوار کا انتظام کر رہے ہوں گے حساب کتاب رکھتے ہوں گے، مفت خوروں، شریف لوگوں، دھوکے بازوں اور "سرمایہ دارانہ روایات" کے ایسے ہی محافظوں پر نگرانی کر رہے ہوں گے، تو اس وقت یہ ناگزیر ہے کہ قومی حساب کتاب اور نگرانی سے بچ نکلنا اتنا زیادہ سے زیادہ مشکل ہوتا چلا جائے گا، ایسی نایاب استثنی بن جائے گا، اور غالباً اس کی سزا اتنی جلد اور اتنی سخت ملے گی (کیوں کہ مسلح مزدور عملی زندگی کے مرد میداں ہوتے ہیں، جذباتی قسم کے ذہن پرست نہیں، اور کسی کو خفیف الحرکاتی کی اجازت نہیں دیں گے) کہ روزمرہ کی سماجی مشترک زندگی کے سادہ اور بنیادی اصولوں پر عمل کرنے کی ضرورت بہت جلد ایک عادت بن جائیگی۔

اس وقت کمیونسٹ سماج کے پہلے دور سے بلند تر دور کی طرف عبور کرنے کا دروازہ کھل جائے گا ———— اور اسی کے ساتھ ساتھ ریاست کے غائب ہو جانے کا بھی۔

———— :(۰:۰): ————

چھٹا باب

موقع پرستوں کے ہاتھوں مارکس کی گت

دوسری انٹرنیشنل کے سب سے مشہور نظریہ سازوں اور مصنفوں نے عمومی حیثیت سے انقلاب کے سوال کی طرح، ریاست کے سماجی انقلاب سے تعلق اور سماجی انقلاب کے ریاست سے تعلق پر بہت ہی کم توجہ صرف کی، لیکن موقع پرستی کی تدریجی نشوونما کے اس عمل میں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۴ء میں دوسری انٹرنیشنل بالکل بیٹھ گئی، سب سے خاص چیز یہ ہی کہ جب ان لوگوں کا اس سوال سے براہِ راست واسطہ پڑا بھی تو انھوں نے اس سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی یا اسے دیکھ ہی نہیں سکے۔

عمومی حیثیت سے کہا جا سکتا ہی کہ پرولتاری انقلاب سے ریاست کے تعلق کے سوال سے اس طرح پہلو بچانے کا نتیجہ —— اس پہلو تہی کا جو موقع پرستی کے لئے بہت کار آمد تھی اور جس نے

موقع پرستی کو پالا پوسا ——— یہ ہوا کہ مارکسیزم کی شکل بگاڑ دی گئی اور اسے بالکل متبذل بنا دیا گیا۔

اس قابلِ افسوس عمل کو مختصر طور سے بیان کرنے کے لئے، ہم مارکسیزم کے سب سے مشہور نظریہ سازوں پلیخانوف اور کوتسکی کو لیتے ہیں۔

۱۔ نراجیوں کے خلاف پلیخانوف کی پُرجوش تقریر

نراجیت اور اشتراکیت کے تعلق کے سوال پر پلیخانوف نے ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس کا نام "نراجیت اور اشتراکیت" ہے اور جو ۱۸۹۴ء میں جرمن زبان میں شائع ہوا ہے۔

پلیخانوف نے اس موضوع پر کچھ اس طرح بحث کی ہے کہ نراجیت سے کشمکش میں سب سے ضروری، وقت کے لحاظ سے انتہائی اہم، اور سیاسی اعتبار سے لازمی چیز کو چھوا تک نہیں ——— یعنی انقلاب کا ریاست سے تعلق اور عمومی حیثیت سے ریاست کا سوال! اس کا رسالہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ پہلا حصہ تاریخی اور ادبی ہے جس میں اسٹرنر، پرودوں وغیرہ کے نظریے کی تاریخ کے متعلق قابلِ قدر مواد ملتا ہے، دوسرا حصہ انقلاب دشمنی پر مشتمل ہے، اور یہاں اس موضوع پر بڑی بے ڈھنگی بحث ملتی ہے کہ نراجی اور ڈاکو میں کوئی فرق نہیں۔

یہ موضوعات کا بڑا دل چسپ اجتماع ہے، اور روس میں انقلاب سے کچھ پہلے اور انقلابی زمانے میں پلیخانوف کی جو کچھ سرگرمیاں رہی ہیں اُن کا بہترین نمونہ ہے۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے دوران میں پلیخانوف نے اپنے آپ کو نصف نظریہ ساز اور نصف انقلاب دشمن کی حیثیت سے ظاہر کیا

ہو جو سیاسی اعتبار سے متوسط طبقے کی پیروی کر رہا ہو۔

ہم نے دیکھا ہے کہ نراجیوں کے خلاف لکھے ہوئے مارکس اور انیگلز نے انقلاب کے ریاست سے تعلق کے بارے میں اپنی رائیں کتنے مکمل طریقے سے بیان کی ہیں۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں مارکس کی کتاب "گوتھا پروگرام پر تنقید" کے شائع ہونے پر اینگلز نے لکھا کہ "ابھی (پہلی) انٹرنیشنل کی ہاگ کانگرس کو دو سال بھی نہیں ہوئے تھے اور ہم (یعنی مارکس اور اینگلز) باکونن اور اس کے نراجیوں سے انتہائی شدید جنگ میں مصروف تھے"۔

نراجی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ پیرس کمیون "اُنکی" ہے اور اُن کی تعلیمات کو صحیح ثابت کرتی ہے۔ اس طرح وہ ظاہر کر رہے تھے کہ نہ تو کمیون کے سبق ان کی سمجھ میں آئے تھے نہ ان سبقوں کا مارکس والا تجزیہ نراجیت کوئی ایسی چیز نہیں پیش کر سکی جو ان ٹھوس سیاسی مسائل کا تھوڑا بہت ہی حقیقی حل ہو، یعنی کیا ریاست کی پرانی مشین کو توڑ دینا چاہیئے، اور اسکی جگہ کیا چیز رکھنی چاہیئے؟

لیکن "نراجیت اور انتراکیت" کا ذکر کرنا، ریاست کے سارے سوال کو نظر انداز کر دینا اور کمیون سے پہلے اور اس کے بعد مارکسیت کے سارے نشوونما کو بالکل نہ دیکھنا ——— ان سب باتوں کا مطلب موقع پرستی کی دلدل میں گر پڑنا ہے۔ کیوں کہ یہی تو موقع پرستی چاہتی ہے ——— کہ ابھی جن دو سوالوں کا بیان ہوا ہے انھیں نہ اٹھایا جائے، یہ موقع پرستی کی فتح ہے۔

۲۔ موقع پرستوں کے خلاف کوتسکی کا مناظرہ

کوتسکی کی اتنی زیادہ کتابوں کا ترجمہ کسی اور زبان میں نہیں ہوا

جتنا روسی میں جب جرمن سماجی جمہوریت پسند کبھی کبھی مذاق میں کہتے ہیں کہ کوتسکی کو جرمنی سے زیادہ روس میں پڑھا جاتا ہے تو اس بات کا واقعی جواز موجود ہے (ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مذاق میں اتنی گہری تاریخی معنویت ہے جو اس مذاق کے مصنفوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی، ۱۹۰۵ء میں روسی مزدوروں نے دنیا کے بہترین سماجی جمہوریت پسندانہ ادب کا انتہائی سخت اور بے مثال مطالبہ کیا، اور انھیں ان کتابوں کے ترجمے اتنی زیادہ تعداد میں ملے جو پہلے کبھی دوسرے ملکوں میں سنی بھی نہیں گئی تھی، اس طرح انھوں نے ایک ہمسایہ اور زیادہ ترقی یافتہ ملک کے زبردست تجربے کو بہت زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ہمارے یہاں کی پرولتاری تحریک کی غیر مزروعہ زمین میں لگایا)

مارکسیت کو مقبول بنانے کے علاوہ، کوتسکی کی شہرت ہمارے ملک میں خاص طور سے موقع پرستوں، اور خصوصاً برن شٹائن کے خلاف اس کے مناظروں کی وجہ سے ہے لیکن ایک چیز کا کسی کو پتہ نہیں جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۹۱۴-۱۵ء میں زبردست بحران کے زمانے میں کوتسکی ذہنی خلفشار اور جنگجویانہ سماجی وطن پرستی کی ذلیل دلدل میں کیسے جا پڑا، وہ بات یہ ہے کہ موقع پرستی کے سب سے مشہور نمائندوں (یعنی فرانس میں ملے زان اور ژورس، جرمنی میں برن سٹائن) کے خلاف مناظرہ شروع کرنے سے ذرا پہلے کوتسکی نے اپنے آپ کو بہت ہی دو دِلا ثابت کیا تھا، مارکسی رسالہ "زاریا"، جو ۱۹۰۱-۲ء میں اسٹٹ گارٹ سے شائع ہوتا تھا اور انقلابی پرولتاری خیالات کا حامی تھا، مجبور ہو گیا کہ کوتسکی کے خلاف لکھے، اور موقع پرستوں کے متعلق اس کے ٹال مٹول کرنے والے اور مصالحت آمیز رویے کو — جو پیرس کی ۱۹۱۰ء والی بین الاقوامی

اشتراکی کانگرس میں اس کی تجویز سے ظاہر ہوتا ہے ـــــــ "ربڑ کی طرح" بتائے۔ جرمنی میں کوتسکی کے قلم سے ایسے خطوط شائع ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ برن شٹائن کے خلاف لکھنے سے پہلے بھی وہ اتنا ہی ہچکچا رہا تھا،

لیکن ان باتوں سے بہت زیادہ اہمیت رکھنے والی چیز یہ ہے کہ اب تو چوں کہ ہم مارکسیت سے اس کی آخری غداری کی تاریخ کی چھان بین کر رہے ہیں اس لئے موقع پرستوں کے خلاف اپنے مناظرہ میں بھی مسئلے کے بیان اور اس سے بحث کرنے کے طریقے ہیں بھی، ہم صاف طور سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ریاست کے سوال کے سلسلے میں بڑے باقاعدہ موقع پرستی کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔

ہم موقع پرستی کے خلاف اس کی پہلی بڑی کتاب "برن شٹائن اور سماجی جمہوریت پسندانہ پروگرام"، کو لیتے ہیں، کوتسکی برن سٹائن کی تردید بڑی تفصیل کے ساتھ کرتا ہے لیکن اس کے بارے میں خاص بات حسب ذیل ہے:-

برن اسٹائن اپنی ہیروس ٹراٹیز کی طرح مشہور کتاب

Voraussetzungen des Sozialismus.

میں مارکسیت پر "بلانکیت" Blanquismm کا الزام لگاتا ہے (یہ الزام انقلابی مارکسیت کے نمایندوں یعنی بالشویکوں کے خلاف روس کے موقع پرستوں اور متوسط طبقے کے آزاد خیال لوگوں نے ہزاروں مرتبہ دہرایا ہے) اس سلسلے میں برن سٹائن خاص طور سے مارکس کی کتاب "فرانس میں خانہ جنگی" پر بحث کرتا ہے اور ـــــــ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ بڑی ناکامیابی کے ساتھ ـــــــ کمیون کے سبقوں پر مارکس اور انیگلز کے خیالات کو ایک بتانے کی کوشش کرتا ہے۔

برن سٹائن مارکس کے اس خیال پر بہت توجہ صرف کرتا ہے جس

اُس نے "کمیونسٹ اعلان نامے" کے ۱۸۷۲ء والے دیباچے میں بہت زور دیا تھا، وہ یہ کہ "مزدور طبقے کا سادہ طور سے صرف اتنا ہی کام نہیں ہے کہ وہ ریاست کی بنی بنائی مشین پر قبضہ کرلے اور اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال میں لائے۔"

یہ خیال برن سٹائن کو اتنا "پسند آیا" کہ اس نے اسے اپنی کتاب میں کم سے کم تین مرتبہ دہرایا ہے —— اور اس کی تشریح انتہائی بگڑی ہوئی اور موقع پرستانہ شکل میں کی ہے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ مارکس کا مطلب کیا ہے —— یہ کہ مزدور طبقے کے لئے ریاست کی ساری مشین کو توڑ دینا، ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور بارود سے اڑا دینا لازمی ہے، لیکن برن سٹائن کی تشریح کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے گویا ان الفاظ کے ذریعے مارکس مزدور طبقے کو طاقت پر قبضہ حاصل کرتے وقت بہت زیادہ انقلابی جوش کے خلاف آگاہ کر رہا تھا۔

مارکس کے خیالات کی اس سے زیادہ بھونڈی اور بھدی تخریب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تو پھر برن سٹائن کی مفصل طور سے تردید کرتے ہوئے کوتسکی کا کیا طرز عمل رہا؟

اس مسئلے میں موقع پرستی نے مارکسیت کی شکل کس قابل نفرت طریقے سے بگاڑی ہے، اس کا تجزیہ کرنے سے کوتسکی نے پہلو بچایا ہے، اس نے مارکس کی کتاب "خانہ جنگی" کے اینگلز والے دیباچے کے اوپر والے اقتباس کو نقل کر دیا ہے، اور کہا ہے کہ مارکس کے نزدیک مزدور طبقہ ریاست کی بنی بنائی مشین پر سادہ طور سے قبضہ نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن عمومی اعتبار سے وہ اس پر قبضہ کر سکتا ہے ——

اور بس ختم، اس چیز کے بارے میں کہ برن سٹائن نے مارکس سے وہ خیالات منسوب کر دیے ہیں جو اس کے اصلی خیالات کا بالکل تضاد ہیں، اور مارکس نے ۱۸۵۲ء کے بعد سے اپنے خیالات کو جس طرح بیان کیا ہے اس کے مطابق پرولتاری انقلاب کا اصلی کام ریاست کی مشین کو "توڑنا" ہے ——— اس چیز کے بارے میں کوتسکی کے یہاں ایک لفظ بھی نہیں ملتا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرولتاری انقلاب کے مسئلے پر مارکسیت اور موقع پرستی کا سب سے ضروری فرق تاویلوں کی مدد سے بالکل چھپا دیا گیا!

برن سٹائن کی "مخالفت" کرتے ہوئے کوتسکی لکھتا ہے کہ "پرولتاری" آمریت کے مسئلے کے حل کو ہم مستقبل پر چھوڑ سکتے ہیں"
(صفحہ ۱۷۲، جرمن ایڈیشن)

یہ برن سٹائن کی مخالفت نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں اس کی رعایت برتی جا رہی ہے۔ موقع پرستی کے سامنے ہتھیار ڈالے جا رہے ہیں، کیونکہ آجکل موقع پرست پرولتاری انقلاب کے فرائض کے بارے میں سارے بنیادی سوالات کو "اطمینان کے ساتھ مستقبل پر چھوڑ دینے" سے بڑھ کے اور کچھ نہیں چاہتے۔

۱۸۵۲ء سے ۱۸۹۱ء تک مارکس اور اینگلز پرولتاریہ کو یہ سکھاتے رہے کہ اسے ریاست کی مشین کو توڑ دینا چاہیئے، ۱۸۹۹ء میں جب کوتسکی اس سلسلے میں مارکسیت سے موقع پرستوں کی مکمل غداری سے دوچار ہوا تو اس نے جعل سازی سے کام لیتے ہوئے اس سوال کے بجائے کہ ریاست کی مشین کو توڑنا ضروری ہے یا نہیں، یہ سوال پیش کر دیا کہ اسے توڑنے کی ٹھوس شکلیں کیا ہوں گی، اور پھر اس

"ناقابلِ تردید" (اور بے فیض) انقلاب دشمنانہ حقیقت کے پیچھے پناہ گزین ہو گیا کہ ٹھوس شکلیں پہلے سے معلوم نہیں کی جاسکتیں!

مارکس اور کوتسکی کے درمیان، مزدور طبقے کو انقلاب کے لیئے تیار کرنے میں پرولتاری جماعت کے فریضے کے متعلق ان دونوں کے رویے کے درمیان ایک زبردست خلا ہے۔

آیئے اب کوتسکی کی دوسری اور زیادہ پختہ کتاب لیں، یہ بھی زیادہ تر موقع پرستانہ غلطیوں کی تردید کے لئے وقف ہے۔ یہ اس کا رسالہ "سماجی انقلاب" ہے۔ یہاں مصنف نے اپنے خصوصی موضوع کے طور پر "پرولتاری انقلاب" اور "پرولتاری حکومت" کے سوال کو انتخاب کیا ہے۔

یہاں اس نے بہت سا قابل قدر مواد پیش کیا ہے، لیکن ریاست کے سوال سے پہلو بچایا ہے، سارے رسالے میں مصنف ریاستی قوت پر فتح کا ذکر کرتا ہے ـــــــ اور بس، یعنی یہاں مسئلے کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جس میں موقع پرستوں کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، کیونکہ یہاں ریاست کی مشین کو برباد کئے بغیر قوت کو فتح کرنے کے امکان کا اعتراف کیا گیا ہے جس چیز کو مارکس نے ۱۸۷۲ء میں "کمیونسٹ اعلان نامے" کے پروگرام میں "پرانا اور از کار رفتہ" بتایا تھا اسی کو کوتسکی نے ۱۹۰۲ء میں پھر سے زندہ کیا ہے!

رسالے میں ایک خاص حصہ "سماجی انقلاب کی شکلوں اور ہتھیاروں" کے لئے وقف کیا گیا ہے، یہاں وہ عوام کی سیاسی ہڑتال، خانہ جنگی اور قوت کے نوکرشاہی اور فوج جیسے ہتھیار جو موجودہ زمانے کی وسیع ریاست کے ہاتھ میں ہیں ـــــــ ان سب کا ذکر کرتا ہے لیکن جس ہتھیار کا استعمال کمیون نے مزدوروں کو سکھایا تھا، اس کے بارے میں ایک لفظ

بھی نہیں ہے، جیسا کہ صاف ظاہر ہے، مارکس نے خاص طور سے جرمن سماجی جمہوریت پسندوں کو ریاست کے "توہم پرستانہ احترام" کے خلاف یوں ہی بے فائدہ آگاہ نہیں کیا تھا۔

کوتسکی مسئلے کی تشریح اس طرح کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ فتح مند پرولتاریہ "جمہوری پروگرام کو عملی جامہ پہنائے گا" اور وہ اس کی مختلف دفعات بیان کرتا ہے، لیکن جس چیز کے متعلق ۱۸۷۱ء نے ہمیں سکھایا تھا کہ بورژوا جمہوریت کے بجائے پرولتاری جمہوریت آجائے گی ــــ اسکے بارے میں ایک لفظ تک نہیں ہے۔ کوتسکی اس سوال کو ایسے معمولی بیانات سے ٹال دیتا ہے جو ظاہر میں بہت "گہرے" معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً

"یہ ظاہر بات ہے کہ ہم موجودہ صورت حالات کے ماتحت طاقت حاصل نہیں کر پائیں گے۔ انقلاب خود ایک طویل اور دُوررس جدوجہد کا پہلے سے تصور کرتا ہے جو اپنی نشوونما کے ساتھ ساتھ، ہمارے موجودہ سیاسی اور سماجی نظام کو بدل دیگی۔"

یہ بات واقعی "صاف ظاہر" ہے جیسا کہ یہ بات کہ گھوڑے دانہ کھاتے ہیں، یا دریائے والگا بحر کیسپین میں گرتا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اس "دُوررس" جدوجہد والے کھوکھلے اور بلند آہنگ فقرے کو اس سوال کو ٹالنے کے لئے استعمال کرتا ہے جو انقلابی پرولتاریہ کے لئے بہت اہم ہے۔ یعنی پرولتاریہ کے انقلاب اور ماضی کے غیر پرولتاری انقلابوں میں کیا فرق ہے اور ریاست کے سلسلے میں جمہوریت کے سلسلے میں اس انقلاب کی "دوررسی" کس بات پر مشتمل ہے۔

ویسے تو جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے کوتسکی موقع پرستی کے خلاف شدید جنگ کا اعلان کر رہا ہے "انقلاب کے تصور" کی اہمیت پر زور دے رہا ہے۔ (اگر کوئی انقلاب کے ٹھوس سبقوں کو پرولتاریہ کے

درمیان پھیلانے سے ڈرتا ہے تو پھر اس "تصور" کی کیا قیمت ہے؟) یا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "انقلابی مثالیت پرستی سب چیزوں سے بلند تر ہے"، اور انگریز مزدور اب صرف "نچلے متوسط طبقے" کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن اس سوال سے پہلو تہی کر کے دراصل کوتسکی اس سب سے ضروری چیز یعنی موقع پرستی کی رعایت سے کام لے رہا ہے۔ کوتسکی لکھتا ہے (!):

"اشتراکی سماج میں معاشی سرگرمیوں کی انتہائی متنوع شکلیں پہلو بہ پہلو موجود ہو سکتی ہیں ——— نوکرشاہی قسم کی (؟) ٹریڈ یونین یونین قسم کی، امداد باہمی قسم کی، یا شخصی اور ذاتی . . . . ! . مثال کے طور پر بعض ایسی چیزیں ہیں جن میں نوکرشاہی کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مثلاً ریلیں، یہاں جمہوری نظام حسب ذیل شکل اختیار کر سکتا ہے: مزدور نمائندے منتخب کریں گے جن سے پارلیمنٹ کے قسم کی چیز تشکیل پائے گی (؟) یہ پارلیمنٹ کام کے حالات کا تعین کرے گی اور نوکرشاہی کی مشین کے انتظام کی نگرانی کرے گی۔ دوسری سرگرمیاں شاید مزدور کی انجمنوں کو سونپ دی جائیں، اور کچھ دوسری سرگرمیوں کو امداد باہمی کی بنیاد پر منظم کیا جائے"

یہ دلیلیں بالکل غلط ہیں، اور ۱۸۷۱ء کے بعد مارکس اور اینگلز نے کمیون کے سبقوں کو مثال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے جو کچھ بیان کیا تھا اس کے مقابلے میں یہ پیچھے کی طرف ایک قدم ہے۔

جہاں تک "نوکرشاہی" والے نظام کی اس مزعومہ ضرورت کا تعلق ہے۔ ریلوں اور کسی دوسری بڑے پیمانے والی مشینی صنعت، کسی کارخانے، کسی بڑی دکان یا بڑے پیمانے پر سرمایہ دارانہ قسم کے زراعتی کاروبار میں کوئی فرق نہیں ہے اس قسم کے سارے کاروباروں کے لئے لازمی ہے کہ نظام بہت سخت ہو جس آدمی کو جو کام دیا جائے

اسے وہ انتہائی صحت کے ساتھ سرانجام دے ورنہ سارے کاروبار کے بند ہو جانے یا مشین یا پیداوار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ ان سب کاروباروں میں مزدور " نمائندے منتخب کرینگے جن سے ایک قسم کی پارلیمنٹ کی تشکیل ہوگی "

لیکن معاملے کا اصلی نقطہ یہ ہے۔ یہ " ایک قسم کی پارلیمنٹ " بورژوا پارلیمانی اداروں کے معنی میں پارلیمنٹ نہیں ہوگی، اصلی بات یہ ہے کہ یہ " ایک قسم کی پارلیمنٹ " صرف "کام کے حالات کا تعین اور نوکر شاہی والی مشین کے انتظام کی نگرانی " نہیں کریگی، جیسا کہ کوتسکی نے تصور کیا ہے جس کے خیالات بورژوا پارلیمانیت کے ڈھانچے سے آگے نہیں جاتے، اشتراکی سماج میں یہ " ایک قسم کی پارلیمنٹ " جو مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی، کام کے حالات کا تعین اور مشین "، کے انتظام کی نگرانی تو ضرور کریگی ـــــ لیکن یہ مشین " نوکر شاہی والی " نہیں ہوگی۔ سیاسی قوت پر قبضہ جما لینے کے بعد، مزدور پرانی نوکر شاہی والی مشین کو توڑ ڈالیں گے، وہ اس کی بنیادیں تک ہلا ڈالیں گے، یہاں تک کہ کوئی پتھر جڑا ہوا باقی نہیں رہے گا، اور اس کے بجائے وہ ایک نئی مشین لائیں گے جو انھیں مزدوروں اور ملازموں پر مشتمل ہوگی، لیکن انھیں ضابطہ پرست حاکموں میں تبدیل ہو جانے سے بچانے کے لئے وہ تدابیر فوراً اختیار کی جائیں گی جو مفصل طور سے مارکس اور اینگلز نے بتائی ہیں

(۱) ان کا نہ صرف انتخاب ہوگا، بلکہ فوراً برخاست کیا جا سکیگا۔

(۲) عام مزدوروں سے زیادہ تنخواہ نہیں ملیگی۔ (۳) ایسی صورت حال کا فوری قیام جہاں سب لوگ نگرانی اور انتظام کے فرائض سرانجام دینگے۔ چنانچہ کچھ دیر کیلئے سب " حاکم بن جائینگے، اور اس لئے کوئی بھی " حاکم " نہیں بن سکے گا ـــــ

کوتسکی نے مارکس کے ان الفاظ پر غور نہیں کیا "کمیون پارلیمانی جماعت نہیں، کام کرنے والی جماعت تھی، جو بیک وقت قانون سازی اور انتظامیہ دونوں کے فرائض انجام دیتی تھی"۔

کوتسکی اس بات کو بالکل نہیں سمجھ سکا کہ بورژوا پارلیمانیت جس میں جمہوریت (لیکن عوام کے لئے نہیں) اور نوکرشاہی (عوام کے خلاف) شامل ہیں، اور پرولتاری جمہوریت میں کیا فرق ہے جو نوکرشاہی کو جڑ سے کاٹ ڈالنے کیلئے فوری تدبیر اختیار کریگی اور جو ان تدابیر کو خاتمے تک پہنچا سکے گی یعنی نوکرشاہی کی مکمل بربادی اور عوام کے لئے جمہوریت کے آخری قیام تک۔

کوتسکی یہاں پھر ریاست کے "توہم پرستانہ احترام" اور نوکرشاہی پر "توہم پرستانہ اعتقاد" کا اظہار کرتا ہے۔

اب ہم موقع پرستوں کے خلاف کوتسکی کی آخری اور بہترین کتاب "قوت کا راستہ" کو لیتے ہیں (میرا خیال ہے کہ اس کا روسی میں ترجمہ نہیں ہوا، کیونکہ یہ کتاب ایسے زمانے میں یعنی ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی تھی جب یہاں رجعت پسندی کا شدید ترین دور تھا)۔ یہ رسالہ آگے کی طرف بہت بڑا قدم ہے، کیوں کہ یہاں عمومی حیثیت سے انقلابی پروگرام کے بارے میں بحث نہیں کی گئی جیسے برن شٹائن کے خلاف ۱۸۹۹ء والے رسالے میں، نہ اس کے برپا ہونے کے وقت سے غیر متعلق ہو کر سماجی انقلاب کے فرائض کے بارے میں بحث کی گئی ہے جیسے ۱۹۰۲ء والے رسالے "سماجی انقلاب" میں بلکہ ان ٹھوس حالات کا بیان ہے جو ہمیں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ "انقلابی دور" قریب آرہا ہے۔

مصنف خصوصاً طبقاتی مخالفتوں کے عام طور سے شدید ہو جانے کی طرف اور سامراجیت کی طرف، توجہ دلاتا ہے جو اس سلسلے میں بہت

ہی اہم حصہ لیتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مغربی یورپ میں "۱۷۸۹ء سے لے کر ۱۸۷۱ء تک کے انقلابی دور" کے بعد ۱۹۰۵ء میں مشرق کے لئے ایک اسی قسم کا دور شروع ہوتا ہے، ایک عالم گیر جنگ خوفناک تیزی کے ساتھ اُٹھتی چلی آرہی ہے۔ "پرولتاریہ اب اقبل از قبل انقلاب کا ذکر نہیں کر سکتا"، "انقلابی دور شروع ہو رہا ہے"۔

یہ اعلانات بالکل صاف ہیں، اس رسالے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سامراجی جنگ سے پہلے جرمن سماجی جمہوریت پسندی سے کیسی زبردست امیدیں وابستہ تھیں، اور جب وہ جنگ شروع ہو گئی تو یہ تحریک —— کوتسکی سمیت —— کن ذلتوں کی گہرائی میں جا پڑی، زیرِ غور رسالے میں کوتسکی نے لکھا تھا "موجودہ حالات میں یہ خطرہ ہے کہ ہمیں (یعنی جرمن سماجی جمہوریت پسندی کو) بڑی آسانی کے ساتھ اتنا اعتدال پسند سمجھا جا سکتا ہے جتنے ہم واقعی ہیں نہیں" درحقیقت جرمن سماجی جمہوریت پسندی اتنی اعتدال پسند اور موقع پرست نکلی جتنی وہ معلوم بھی نہیں ہوتی تھی!

اس سے زیادہ اہم خصوصی امتیاز رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو انقلابی دور شروع ہو گیا تھا اس کے بارے میں ایسے واضح اعلانات کے پہلو بہ پہلو، اس رسالے میں جو خود اس کے قول کے مطابق "سیاسی انقلاب" کے تجزیے کے لئے وقف ہے، کوتسکی پھر ریاست کے سوال کو صاف اڑا جاتا ہے

اس مسئلے سے اسی طرح پہلو تہی کرنے، اسے بھول جانے اور اس کے بارے میں ذو معنی باتیں کرنے کی وجہ سے ناگزیر طور پر یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ موقع پرستی کے آگے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اس کا ذکر ہم جلد ہی کریں گے۔

کوتسکی کے منہ سے جرمن سماجی جمہوریت پسندی نے اتنی باتیں کہی ہیں:-

میں انقلابی خیالات کی حامی ہوں (۱۸۹۹ء) مجھے اعتراف ہے کہ پرولتاریہ کے ہاتھوں سماجی انقلاب ناگزیر ہے (۱۹۰۲ء) یا مجھے ایک نئے انقلابی دور کی آمد تسلیم ہے (۱۹۰۹ء)! پھر بھی اگر ریاست کے بارے میں پرولتاری انقلاب کے فرائض کا سوال واضح طور پر پیدا ہو تو مارکس نے ۱۸۵۲ء میں جو کچھ کہا تھا میں اس سے انکار کرتی ہوں (۱۹۱۲ء)

پانے کیک کے خلاف کوتسکی کی بحث میں یہ سوال بالکل اسی ٹھیٹ شکل میں پیش کیا گیا تھا۔

۳- پانے کیک کے خلاف کوتسکی کی بحث

پانے کیک کوتسکی کے مقابلے میں اس "انتہا پسند" اور "بائیں بازو والی" تحریک کے نمائندے کی حیثیت سے آیا جس کی صفوں میں روزا لکسمبرگ، کارل راڈک وغیرہ لوگ تھے، اور جو انقلابی تدابیر کی حامی ہونے کے ساتھ ساتھ، اس بات پر متفق تھی کہ کوتسکی "بیچ" والا نقطۂ نظر اختیار کر رہا تھا، اور بے اصول طریقے سے مارکسیت اور موقع پرستی کے درمیان منڈلا رہا تھا۔ جنگ نے اس خیال کو بالکل درست ثابت کر دیا جب یہ "بیچ والا" رجحان یا کوتسکیت، جسے غلطی سے مارکسیت کہا جاتا تھا، اپنی انتہائی گندی شکل میں ظاہر ہوئی، ریاست کے سوال کے متعلق ایک مضمون میں جس کا نام عوامی عمل اور انقلاب" تھا (Neue Zeit. ۱۹۱۲ء جلد ۳۰-۲)

پانی کیک نے کوتسکی کے نقطہ نظر کو "انفعالی انتہاپسندی" کا رویہ "ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کا نظریہ" بتایا۔ پانی کیک کہتا ہے: انقلاب کے عمل کو نہیں دیکھنا چاہتا" صفحہ ۶۱۶ مسئلے کو اس طرح پیش کرتے ہوئے پانے کیک اس موضوع کے قریب آگیا جس سے ہمیں دلچسپی ہے یعنی ریاست کے بارے میں پرولتاری انقلاب کے فرائض۔ وہ لکھتا ہے "پرولتاریہ کی جدوجہد صرف ریاستی قوت حاصل کرنے کے لئے متوسط طبقے کے خلاف جدوجہد نہیں ہے۔ بلکہ ریاستی قوت کے خلاف جدوجہد ہے، پرولتاری انقلاب کے معنی ہوتے ہیں ریاستی قوت کے آلات کی بربادی، اور پرولتاریہ کی قوت کے آلات کی مدد سے انھیں خارج کر دینا۔۔۔۔

یہ جدوجہد اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ اس کے آخری نتیجے کے طور پر ریاست کا پورا نظام برباد نہ ہو جائے اکثریت کی تنظیم اپنی برتری کا مظاہرہ حکمراں اقلیت کی تنظیم کی بربادی کے ذریعے اکر یگی" (صفحہ ۵۴۸)

جس طریقے سے پانے کیک نے اپنے خیالات کو پیش کیا ہے اس میں بڑے نقائص ہیں، لیکن اس کے معنی کافی حد تک صاف ہیں، اور یہ چیز بڑی دلچسپ ہے کہ کوتسکی نے اس کا جواب کس طرح دیا، اس نے لکھا"

"اب تک سماجی جمہوریت پسندوں اور نراجیوں میں یہ فرق رہا ہے،" اول الذکر ریاستی قوت کو فتح کرنا چاہتے ہیں، اور موخر الذکر اسے برباد کرنا چاہتے ہیں۔ پانے کیک دونوں باتیں کرنا چاہتا ہے،"

(صفحہ ۷۲۴)

پانے کیک کے بیان میں دوسرے نقائص کے علاوہ جن کا موجودہ موضوع سے کوئی تعلق نہیں، صحت، درستی اور ٹھوس پن کی کمی سہی۔ لیکن پانے کیک کے مضمون میں کوتسکی نے ٹھیک اُس

بات پر اعتراض کیا ہے جو سارے معاملے کا بنیادی اصول ہے، اور اصول کے اس بنیادی سوال پر کوتسکی مارکسی نقطہ نظر بالکل ترک کر دیتا ہے، اور بغیر کسی جھجک کے موقع پرستوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ سماجی جمہوریت پسندوں اور نراجیوں کے درمیان فرق کے بارے میں اس کا بیان بالکل غلط ہے، اور اس نے مارکسیت کی شکل بگاڑ کر اسے بالکل مبتذل بنا دیا ہے۔

مارکسیوں اور نراجیوں کے درمیان فرق اصل میں یہ ہے:-

(۱) اول الذکر کا مقصد ریاست کی مکمل بربادی تو ہے، لیکن وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مقصد صرف اشتراکی انقلاب کے ذریعے طبقوں کے خاتمے کے بعد، اور اشتراکیت کے قیام کے نتیجے کے طور پر پورا ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے ریاست آہستہ آہستہ غائب ہوتی چلی جائے گی۔ موخر الذکر ریاست کی مکمل بربادی چوبیس گھنٹے کے اندر چاہتے ہیں، اور ان حالات کو نہیں سمجھتے جن کے ماتحت یہ بربادی سر انجام پا سکتی ہے۔

(۲) اول الذکر تسلیم کرتے ہیں کہ جب پرولتاریہ ایک مرتبہ سیاسی طاقت حاصل کر لے گا تو وہ لازمی طور پر ریاست کی پرانی مشین کو بالکل توڑ دیگا، اور اس کی جگہ ایک نئی مشین لائے گا جو کمیون کے نمونے کی ہوگی اور مسلح مزدوروں کی تنظیم پر مشتمل ہوگی۔ موخر الذکر ریاستی مشین کی بربادی کے حامی تو ہیں، لیکن اس کے بارے میں کوئی واضح تصور نہیں رکھتے کہ پرولتاریہ اس کی جگہ کیا چیز لائیگا، اور اپنی انقلابی طاقت کو کس طرح استعمال کرے گا۔ نراجی تو یہ بھی نہیں چاہتے کہ انقلابی پرولتاریہ ریاستی قوت کو پرولتاریہ کی انقلابی آمریت کو، استعمال کرے۔

(۳) اول الذکر موجودہ ریاست کو مزدوروں کو انقلاب کے لئے تیار کرنے کے ایک ذریعے کی حیثیت سے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں، موخر الذکر اس خیال کو رد کر دیتے ہیں۔

اس بحث میں مارکسیت کی نمایندگی کوتسکی نہیں بلکہ پانی کیک کر رہا ہے، کیوں کہ مارکس کی تعلیم یہ ہے کہ پرولتاریہ کے لئے محض ان معنوں میں ریاستی قوت پر قبضہ کر لینا کافی نہیں ہے کہ پرانی ریاستی مشین اب نئے ہاتھوں میں آجائے، بلکہ پرولتاریہ کے لئے لازمی ہے کہ اس مشین کو توڑ کر ٹکرے ٹکرے کر دے اور اس کی جگہ نئی مشین لائے۔

کوتسکی مارکسیت سے موقع پرستوں کی طرف چلا جاتا ہے، کیونکہ اس کے ہاتھوں میں ریاستی مشین کی یہ بربادی، جو موقع پرستوں کے لئے بالکل ناقابل قبول ہے۔ قطعاً غائب ہو جاتی ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے بچ نکلنے کی ایک یہ صورت باقی رہ جاتی ہے کہ وہ "قبضے" کے معنی یہ لے سکتے ہیں کہ سیدھے سادے طریقے سے اکثریت حاصل کر لی جائے۔

اپنی مارکسیت کی تخریب کو چھپانے کے لئے کوتسکی گاؤں کے مذہبی مناظرے باز کی طرح کی حرکت کرتا ہے: وہ خود مارکس کے اقتباسات پیش کرتا ہے۔

مارکس نے ۱۸۵۰ء میں "ریاست کے ہاتھوں میں فیصلہ کن طریقے سے طاقت ایک مرکز پر جمع کر دینے" کے بارے میں لکھا تھا، اور کوتسکی فاتحانہ انداز سے پوچھتا ہے: کیا پانے کیک "مرکزیت" کو برباد کرنا چاہتا ہے؟

یہ صرف شعبدے بازی ہے، جیسے برن شٹائن نے مرکزیت کے مقابلے میں وفاقیت کے متعلق مارکسیت اور پرودونیت کے خیالات

کو بالکل ایک تیاہ دیا تھا۔

کوتسکی کا "اقتباس"، نہ تو یہ بات ثابت کرتا ہے نہ وہ، ریاست کی نئی مشین میں بھی مرکزیت کی اتنی ہی گنجائش ہے جتنی پرانی میں۔ اگر مزدور اختیاری طور پر اپنی مسلح قوتوں کو ایک جگہ جمع کرلیں گے تو یہ مرکزیت ہوگی۔ لیکن اس کی بنیاد ریاست کی مرکزی مشین —— فوج، پولیس نوکرشاہی —— کی مکمل بربادی پر ہوگی۔ جب کوتسکی کمیون کے بارے میں مارکس اور اینگلز کے مشہور بیانات کو نظر کردیتا ہے اور ایک ایسا اقتباس پیش کرتا ہے جس کا اصلی معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں، تو وہ جعل سازوں کی سی حرکت کرتا ہے۔

آگے چل کر وہ کہتا ہے: "شاید پانے کیک افسروں کے ریاستی فرائض کو ختم کرنا چاہتا ہے؟ لیکن ریاست کا انتظام تو الگ رہا، ہم اپنی جماعت اور ٹریڈ یونین کے نظاموں تک میں عہدے داروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے۔ ہمارے پروگرام کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ ریاستی افسروں کا خاتمہ کردیا جائے، بلکہ انھیں عوام منتخب کریں ... سوال اس بات کا نہیں ہے کہ "آئندہ ریاست" میں انتظامی مشین کی مخصوص شکل کیا ہوگی، بلکہ اس چیز کا کہ ہمارا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے ہماری جدوجہد ریاست کو برباد کردے گی یا نہیں [لفظوں کے نیچے سطر کوتسکی نے کھینچی ہے] کون کون سی وزارتیں اپنے افسروں سمیت ختم کی جاسکتی ہیں؟ [کوتسکی تعلیم، انصاف، مالیات جنگ کی وزارتوں کے نام لیتا ہے] نہیں، حکومت کے خلاف ہماری سیاسی جدوجہد موجودہ وزارتوں میں سے ایک کو بھی نہیں ختم کرسکتی۔

"... غلط فہمی سے بچنے کے لئے میں پھر دہراتا ہوں: سوال

اس بات کا نہیں ہے کہ فتح مند سماجی جمہوریت پسندی "آئندہ ریاست" کو کیا شکل دے گی، بلکہ اس بات کا کہ ہماری مخالفت موجودہ ریاست کو کس طرح تبدیل کرتی ہے"۔

یہ بالکل ظاہری شعبدے بازی ہے! پانے کیک نے انقلاب کا سوال اٹھایا تھا۔ اس کے مضمون کے عنوان اور اوپر والے اقتباسات دونوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ جب کوتسکی کود کے "مخالفت" کے سوال پر آجاتا ہے تو وہ انقلابی نقطۂ نظر ترک کرکے موقع پرستانہ نقطۂ نظر اختیار کر لیتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے: اب تو مخالفت، اور جب ہم طاقت حاصل کر چکیں تو اس کے بعد اس سوال کے متعلق خصوصی گفتگو۔ انقلاب غائب ہو گیا! یہی موقع پرست چاہتے تھے،

مخالفت اور عمومی سیاسی جدوجہد غیر متعلق باتیں ہیں۔ ہمیں تو انقلاب سے بحث ہے، اور انقلاب اس بات پر مشتمل ہے کہ پرولتاریہ "انتظامی مشین" اور ساری ریاستی مشین کو برباد کر دے، اور اس کی جگہ ایک نئی مشین لائے جو مسلح مزدوروں پر مشتمل ہو۔ کوتسکی وزارتوں کے "توہم پرستانہ احترام" کا اظہار کرتا ہے، لیکن ان کی بجائے ماہرین خصوصی کی جماعتیں کیوں نہیں لائی جا سکتیں جو مزدوروں اور سپاہیوں کے نمایندوں کی مختارِ کل اور اعلیٰ ترین اقتدار رکھنے والی پنچائتوں کے ماتحت کام کریں؟

معاملے کا اصلی نچوڑ یہ نہیں ہے کہ "وزارتیں" یا "ماہرین کی جماعتیں" یا کسی اور قسم کے ادارے باقی رہیں گے یا نہیں، یہ چیز قطعاً غیر اہم ہے خاص بات یہ ہے کہ پرانی ریاستی مشین (جو متوسط طبقے سے ہزاروں رشتوں کے ذریعے متعلق ہے، اور جس کی رگ رگ میں بندھا ٹکا طریقۂ کار اور سستی و کاہلی رچی ہوئی ہے) باقی رہے گی یا برباد کر دی جائیگی

اور اس کی جگہ نئی مشین آئے گی، انقلاب میں صرف اتنا ہی نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک نیا حکمراں طبقہ آ جائے، اور پُرانی ریاستی مشین کی مدد سے فرماں روائی کرنے لگے، بلکہ اس طبقے کو پُرانی مشین کو برباد کر دینا چاہیئے، اور نئی مشین کی مدد سے حکمرانی کرنی چاہیئے، مارکسیت کے اس بنیادی خیال کو کوتسکی یا تو ٹال جاتا ہے یا وہ اسے بالکل سمجھ ہی نہیں سکا،

افسروں کے بارے میں اس کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ تو کمیون کے سبقوں کو سمجھا ہے نہ مارکس کی تعلیمات کو، "ہم اپنی جماعت اور ٹریڈ یونین کے نظاموں تک میں عہدے داروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے"......

ہم سرمایہ داری کے ماتحت، متوسط طبقے کی فرماں روائی کے ماتحت افسروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے، سرمایہ داری کے ماتحت پرولتاریہ کو دبایا جاتا ہے۔ محنت کش عوام کو غلام بنایا جاتا ہے سرمایہ داری کے ماتحت اجرتی غلامی، اور عوام کی بدحالی اور افلاس کے ذریعے جمہوریت کو تنگ سے تنگ بنایا جاتا ہے، کچلا جاتا ہے، اس کی شکل بگاڑی جاتی ہے یہی وجہ ہے، یہی واحد سبب ہے کہ سرمایہ دارانہ حالات کے ماتحت ہماری سیاسی جماعتوں اور ٹریڈ یونینوں کے عہدے دار خراب ہو جاتے ہیں — یا زیادہ صحیح الفاظ میں، ان کے اندر ایسا رجحان پیدا ہو جاتا ہے — اور ان کے اندر ضابطہ پرست افسر بننے کا میلان ظاہر ہونے لگتا ہے — یعنی ایسے خصوصی حقوق رکھنے والے آدمی بننے کا جو عوام سے الگ تھلگ ہوں اور ان سے بلند تر ہوں۔

یہ ہے نوکر شاہی کا خلاصہ، اور جب تک سرمایہ دار بے دخل نہ ہو جائیں اور متوسط طبقے کا تختہ نہ الٹ دیا جائے، پرولتاری عہدیدار تک ناگزیر طور پر کسی حد تک نوکر شاہی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہونگے۔

کوتسکی نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اشتراکیت کے ماتحت انتخابی عہدے دار باقی رہیں گے تو نوکرشاہی اور ضابطہ پرست افسر بھی باقی رہیں گے! یہ بالکل غلط ہے، مارکس نے کمیون کی مثال لے کر یہ دکھایا کہ اشتراکیت کے ماتحت سرکاری کام کرنے والے "ضابطہ پرست عہدیدار" اور "افسر" نہیں رہیں گے —— جس حد تک انتخاب کے ساتھ ساتھ فوراً واپس بلا لینے کا حق بھی نافذ ہو جائے گا، اسی حد تک وہ بھی بدل جائیں گے، جب اس کے علاوہ، ان کی تنخواہ گھٹا کر عام مزدور کی اجرت کے برابر کر دی جائے گی جب، اس کے علاوہ، پارلیمانی اداروں کی جگہ "کام کرنے والی جماعتیں" لے لیں گی جن کے پاس "بیک وقت قانون سازی کے اور انتظامی اختیارات دونوں ہوں گے" تو وہ لوگ بھی بدل لیں گے۔

پانے کیک کے خلاف کوتسکی کی ساری دلیلیں، اور خاص طور سے اس کی وہ شاندار بات کہ ہم اپنی جماعتوں اور ٹریڈ یونینوں تک میں افسروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے، ان سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل کوتسکی عمومی حیثیت سے مارکسیت کے خلاف برن سٹائن والی پرانی "دلیلیں" دہرا رہا ہے۔ برن سٹائن کی غدارانہ کتاب "ارتقائی اشتراکیت" ایک حملہ ہے "قدیمی" "جمہوریت" پر —— یا جیسا کہ اس نے اس کا نام رکھا ہے "نظریہ بازانہ جمہوریت" پر —— لازمی احکام پر، بغیر تنخواہ کے عہدے داروں پر، بے طاقت مرکزی نمائندہ جماعتوں وغیرہ پر۔ "قدیمی جمہوریت" کو بے مصرف ثابت کرنے کے لئے، برن سٹائن برطانوی ٹریڈ یونینوں کے تجربے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس شکل میں کہ سڈنی اور بیٹرس ویب نے اس کی تشریح کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "مکمل" "آزادی کے ساتھ" ستر سال سے زیادہ نشو ونما پانے کے بعد ٹریڈ یونینوں کو یقین آ گیا ہے کہ قدیمی جمہوریت بے کار ہے، اور اس کے بجائے انھوں نے نوکر

شاہی کے ساتھ ساتھ معمولی قسم کی پارلیمنٹ کو رائج کر لیا ہے۔

دراصل ٹریڈیونینوں کے ،، مکمل آزادی کے ساتھ ،، نہیں بلکہ مکمل سرمایہ دارانہ غلامی میں نشو و نما پائی ہے جس کے ماتحت فطری طور پر ساری مروجہ برائیوں مثلاً جبر، جھوٹ، ،، بلند تر ،، انتظامی معاملات سے غیر ہیوں کو الگ رکھنا، ان سب کی رعایت ملحوظ رکھے بغیر" کام نہیں چل سکتا،، اشتراکیت کے ماتحت اس ،، قدیمی ،، جمہوریت کا بہت سا حصہ ناگزیر طور پر پژمردہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ تہذیب یافتہ سماج کی تاریخ میں پہلی مرتبہ، آبادی کی اکثریت کو اتنا عروج حاصل ہوتا ہے کہ صرف رائے دینے میں اور انتخابوں میں ہی نہیں بلکہ روزمرہ کے انتظامی معاملات میں بھی آزادانہ حصہ لے، اشتراکیت کے ماتحت سب لوگ باری باری سے انتظام میں حصہ لیں گے۔ اور جلدی ہی اس خیال کے عادی ہو جائیں گے کہ منتظمین کی کوئی ضرورت نہیں

مارکس کی تنقیدی اور تجزیاتی فسطانیت نے کمیون کی عملی تدابیر میں وہ انقلابی نقطہ دیکھا جس سے موقع پرست ڈرتے ہیں، اور جس کا اعتراف وہ بزدلی کی وجہ سے، یا متوسط طبقے سے بالکل اٹل طریقے پر الگ ہونے سے ہچکچانے کی وجہ سے، نہیں کرنا چاہتے اور جسے انراجی یا تو جلدی کی وجہ سے یا زبردست سماجی تبدیلیوں کے حالات کو اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے دیکھنا نہیں چاہتے" پرانی ریاستی مشین کو برباد کرنے کا تو خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے، کیوں کہ وزارتوں اور افسروں کے بغیر کام کیسے چلا سکتے ہیں؟ یہ ہے موقع پرست کی دلیل جس کی نس نس میں انقلاب دشمنی رچی ہوئی ہوتی ہے جس میں نہ صرف انقلاب پر یقین، انقلاب کی تخلیقی قوت پر اعتقاد نہیں ہوتا، بلکہ وہ واقعی اس سے انتہائی خوف زدہ ہوتا ہے۔ (مثلاً ہمارے میں شیویک اور اشتراکی

انقلاب پسند)

"صرف پرانی ریاستی مشین کی بربادی کے بارے میں سوچے
پہلے والے پرولتاری انقلابوں سے ٹھوس سبق حاصل کرنے اور یہ تجویز
کرنے کی فکر میں نہ پڑے کہ جو چیز برباد کی گئی ہے، اس کی جگہ کون سی چیز
لائی جائے اور کس طرح" یہ دلیل ہے نراجی کی بہترین نراجیوں کی، اُن
لوگوں کی نہیں جو کروپوٹکن وغیرہ کے ساتھ متوسط طبقے کی حاشیہ برداری
کرتے ہیں، چنانچہ نراجی کی تدابیر ناامیدی کی تدابیر ہوتی ہیں، ٹھوس
مسائل سے انقلابی جد و جہد نہیں ہوتی ——— انقلابی جد و جہد بیک وقت
سنگدلانہ طور پر دلیر بھی ہوتی ہے۔ اور ان عملی حالات کو بھی مد نظر رکھتی ہے
جن کے ماتحت عوام آگے بڑھتے ہیں۔

مارکس ہمیں دونوں قسم کی غلطیوں سے بچا سکتا ہے، وہ ہمیں ثابت
قدمانہ دلیری سکھاتا ہے جس سے ہم ریاست کی ساری پرانی مشین کو برباد
کر سکتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ صورت حال کو ٹھوس
طریقے سے کس طرح بیان کریں، چند ہفتوں کے اندر کمیون اس قابل
ہو گئی کہ وسیع تر جمہوریت حاصل کرنے کے لئے فلاں فلاں تدابیر رائج
کر کے ایک نئی پرولتاری ریاستی مشین بنانا شروع کر دے، اور نوکر
شاہی کو جڑ سے اکھاڑ ڈالے، ہمیں کمیون والوں سے انقلابی جرأت سیکھنی
چاہیے، ہمیں ان کی عملی تدابیر عملی طور سے ضروری اور فوری طور سے ممکن تدابیر
کا ایک خاکہ سمجھنا چاہیے، اور اس راستے پر چلتے ہوئے، ہم نوکر شاہی
کو پوری طرح ختم کر سکیں گے۔

اس خاکے کا امکان اس امر سے یقینی ہو جاتا ہے کہ اشتراکیت
کام کے وقت کو کم کر دیگی، عوام میں نئی زندگی کا احساس پیدا کر دیگی، اور
آبادی کی اکثریت کے لئے ایسے حالات مہیا کر دیگی جس سے ہر آدمی بغیر

بغیر کسی استثنیٰ کے "ریاستی فرائض" سرانجام دینے کے قابل ہوسکیگا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ریاست پوری طرح غائب ہو جائے گی۔

کوتسکی آگے چل کر کہتا ہے "ایک عمومی ہڑتال کا مقصد کبھی بھی ریاست کو برباد کرنا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کسی مخصوص سوال کے سلسلے میں حکومت سے مراعات حاصل کرنا، یا ایک معاندانہ حکومت کے بجائے ایسی حکومت لانا جو پرولتاریہ سے سمجھوتے پر راضی ہو ۔۔۔ لیکن کسی حالت میں بھی اس کا (معاندانہ حکومت پر پرولتاریہ کی فتح کا) نتیجہ ریاستی قوت کی بربادی نہیں ہوسکتا۔ اس کا نتیجہ صرف ریاستی قوت کے اندر قوتوں کی کچھ تبدیلی ہوسکتی ہے ۔۔۔۔ چنانچہ ہماری سیاسی جدوجہد کا مقصد وہی رہتا ہے جو پہلے تھا، یعنی پارلیمنٹ کو حکومت کا مالک بنا دینا" (صفحات ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۳۲)

یہ انتہائی صاف اور مبتذل موقع پرستی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لفظوں میں تو انقلاب کو قبول کرنا، اور عملاً اس کی تردید کرنا، کوتسکی کا تخیل "ایک ایسی حکومت" سے آگے نہیں جاتا، جو پرولتاریہ سے سمجھوتا کرنے پر رضامند ہو، ۱۸۴۷ء کے مقابلے میں جب "کمیونسٹ اعلان نامے" نے "حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی تنظیم" کا اعلان کیا تھا، یہ انقلاب دشمنی کی طرف ایک قدم ہے۔

کوتسکی کو سمجھنا پڑے گا کہ شائڈے مان، پلیخانوف اور وانڈرویلڈ سے "متحد" ہے۔ جو سب کے سب ایسی حکومت کے لئے جدوجہد کرنے پر رضامند ہیں جو "پرولتاریہ سے سمجھوتا" کرسکتی ہو۔

لیکن ہم آگے جائیں گے، اور اشتراکیت کے ان غداروں سے علیحدہ ہوجائیں گے۔ اور پرانی ریاستی مشین کی مکمل بربادی کے لئے اس طرح لڑیں گے کہ مسلح پرولتاریہ خود حکومت بن جائے۔ یہ ایک بالکل مختلف

چیز ہے۔

کونسکی کو اختیار ہے کہ لے گین، ڈیوڈ، پلیخانوف، پوترے سوف تسیرے تیلی اور چرنوف کے ساتھ ہم نشینی سے لطف اندوز ہو جو "ریاست کے اندر طاقتوں کے ساتھ ہم نشینی سے لطف اندوز ہو جو "ریاست کی اندر طاقتوں کے درمیانی تعلقات کی تبدیلی" کے لئے "پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرنے کے لئے" اور "پارلیمنٹ کو حکومت کا مالک بنا دینے" کے لئے کام کرنے کو راضی ہیں، بہت ہی قابل قدر مقصد ہے اور موقع پرستوں کے لئے پوری طرح قابل قبول، جس میں ہر چیز بورژوا پارلیمانی عوامی حکومت کے ڈھانچے کے اندر رہتی ہے۔

ہم آگے بڑھ کر موقع پرستوں سے قطع تعلق کر لیں گے اور اپنے طبقے کا شعور رکھنے والا سارا پرولتاریہ ہمارے ساتھ ہوگا ——— "طاقتوں کے درمیانی تعلقات کی تبدیلی" کے لئے نہیں، بلکہ متوسط طبقے کا تختہ الٹنے کے لئے، بورژوا پارلیمانیت کو برباد کرنے کے لئے کمیون کی قسم کی جمہوری عوامی حکومت کے لئے، یا مزدوروں اور سپاہیوں کے نمایندوں کی پنچایتوں والی عوامی حکومت کے لئے یہ پرولتاریہ کی انقلابی آمریت کے لئے بین الاقوامی اشتراکیت میں کوتسکی کے دائیں طرف اس قسم کے رجحانات ہیں جیسے "اشتراکی ماہنامہ" جرمنی میں (لے گین ڈیوڈ، کولب اور کئی دوسرے آدمی، نیز اسکینڈینیویا کے رہنے والے اسٹاؤننگ اور برانٹنگ کے)، ژورا اور واں ڈر ویلڈ کے پیرو فرانس اور بلجیم میں، توراتی، تریوز اور اطالوی جماعت کے دائیں بازو کے دوسرے نمایندے، فیبین اور "آزاد" لوگ (آزاد مزدور جماعت جو دراصل ہمیشہ آزاد خیالوں کی پابند رہتی ہے)، انگلستان میں، یا اور اسی طرح کے اور لوگ، یہ تمام حضرات پارلیمانی کام اور جماعت کی صحافت

میں بہت زبردست اور اکثر غالب حصہ لیتے ہیں، مگر ساتھ ہی پرولتاریہ کی آمریت کو بالکل رد کر دیتے ہیں اور بے نقاب موقع پرستی کی پالیسی پر عمل کرتے ہیں۔ ان حضرات کی نظروں میں "پرولتاریہ کی آمریت" جمہوریت کی ضد ہے! دراصل ان لوگوں اور نچلے متوسط طبقے کے جمہوریت پسندوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ فیصلہ کرنے کا حق ہے کہ دوسری انٹرنیشنل اپنے سرکاری نمایندوں کی غالب اکثریت کی شکل میں، پورے طور سے موقع پرستی کی دلدل میں گڑ گئی ہے، کمیون کے تجربے کو نہ صرف بھلا دیا گیا ہے، بلکہ اس کی شکل کو بالکل مسخ کر دیا گیا ہے۔ مزدوروں کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کے بجائے کہ وہ وقت آگیا جب انھیں اٹھنا ہے، اور پرانی ریاستی مشین کو توڑ ڈالنا ہے اور اس کے بجائے نئی مشین لانا ہے، اور اس طرح ان کے سیاسی اقتدار کو سماج کے اشتراکی تشکیل نو کی بنیاد بنانے کے بجائے انھوں نے واقعی مزدوروں کو بالکل اس سے الٹی بات سکھائی ہے، اور "طاقت کی فتح" کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ موقع پرستی کے لئے ہزاروں راستے باقی رہ گئے ہیں۔

ریاست سے پرولتاری انقلاب کے تعلق کے بارے میں سوال کی شکل مسخ کر دینا یا اس پر پردہ ڈال دینا ایسی چیز نہیں ہے جس کا ایسے زمانے میں بہت زبردست اثر پیدا نہ ہو کہ جب کہ یہ ریاستیں سامراجی رقابتوں کی وجہ سے اپنی بہت زیادہ پھیلی ہوئی فوجی مشین کے ساتھ، ہولناک فوجی درندے بن گئی ہیں جو اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ دنیا پر غلبہ انگلستان کا ہوگا یا جرمنی کا۔ اِس سرمایے کا یا اُس سرمایے کا ۔۔۔۔ لاکھوں آدمیوں

کو کھائے چلے جارہے ہیں۔ ٭

٭ ابھی مسودہ آگے چلتا ہے۔

ساتواں باب

۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کا تجربہ

اس باب کے عنوان میں جس موضوع کی طرف اشارہ ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ اس پر جلدوں کی جلدیں لکھی جا سکتی ہیں اور لکھی جانی چاہئیں۔ موجودہ رسالے میں فطری طور پر لازمی ہوگا کہ ہم اپنے آپ کو اس تجربے کے سب سے اہم سبقوں تک محدود رکھیں، یعنی ان سبقوں تک جن کا براہِ راست تعلق ریاستی قوت سے متعلق انقلاب میں پرولتاریہ کے فرائض سے ہے .... [یہاں مسودہ ختم ہو جاتا ہے]

———— ۱۰(ن)۱۰ ————

پہلے ایڈیشن میں اضافہ

یہ رسالہ اگست اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا تھا۔ میں نے اگلے یعنی ساتویں باب کا خاکہ جس کا تعلق ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کے تجربے سے تھا، مکمل کر لیا تھا، لیکن عنوان کے علاوہ میں اس باب کی ایک سطر تک نہ لکھ سکا۔ جو چیز مانع ہوئی وہ سیاسی بحران تھا ـــــــ ۱۹۱۷ء کے اکتوبر والے انقلاب کی آمد، ایسی "مداخلت" کا تو خیر مقدم ہونا چاہیئے، بہرحال اس رسالے کا دوسرا حصہ (جو ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کے تجربے کے لئے وقف ہوگا) شاید بہت عرصے تک نہیں لکھا جا سکے گا۔ "انقلاب کے تجربے" میں سے گزرنا زیادہ خوش گوار اور فائدے مند ہے بہ نسبت اس کے بارے میں لکھنے کے۔

مصنف

پیٹروگراڈ، ۱۳ دسمبر ۱۹۱۷ء

اگست اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا

تشریحی نوٹ

⊗ "ریاست اور انقلاب" لینن نے اگست اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں ہیلسنگ فورس لکھی تھی، اس کا مواد جس میں مارکس اور اینگلز کی کتابوں کے بہت سے اقتباسات شامل ہیں، لینن نے جنگ کے دوران میں سوئٹزرلینڈ میں جمع کیا تھا۔ مسودے کے پہلے صفحے پر مصنف نے فرضی نام ایف۔ ایف۔ ایوانوفسکی لکھا ہے۔ یہ بالکل نیا قلمی نام تھا اور لینن نے پہلے کبھی نہیں استعمال کیا تھا، اور یہ بالکل لازمی بھی تھا، کیونکہ جس کتاب پر لینن کا یا اس کا کوئی معروف قلمی نام ہوتا تو عارضی حکومت اسے فوراً ضبط کر لیتی۔ بہرحال چونکہ ۱۹۱۷ء میں چھاپے خانے بہت زیادہ کام کر رہے تھے اور چھپنے میں بہت دیر ہوئی تھی، اس لیے یہ رسالہ ۱۹۱۸ء تک شائع نہیں ہوا، اور قلمی نام کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لینن انسٹی ٹیوٹ میں اس کتاب کا جو خاکہ محفوظ ہے۔ اس کے مطابق اس کتاب میں مارکس اور اینگلز کے ریاست کے نظریے کا تجزیہ دیا جاتا تھا، بلکہ اس نظریے کے نقطۂ نظر سے ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کے تجربے پر بحث بھی ہوئی تھی، تجویز یہ تھی کہ رسالے کا ساتواں باب اس آخری سوال کے لیے وقف ہوگا۔ لیکن اکتوبر کا انقلاب اور فوری عملی کام پر ہر کوشش صرف کرنے کی ضرورت مانع ہوئی، اور یہ کتاب ختم نہ ہو سکی، ساتویں باب کا صرف ایک خاکہ محفوظ ہے۔ جس میں پوری تفصیلات

ہیں ——— صفحہ ———

⊗ تیس سالہ جنگ ۱۶۱۸-۴۸ء میں ہوئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بحر بالٹک کے کنارے پر اور جرمنی میں جاگیرداری نظام کے تتر بتر ہو جانے کے بعد۔ یورپ کی قوتوں میں وہاں اقتدار حاصل کرنے کے لئے جدوجہد شروع ہو گئی، اس کا نتیجہ جرمنی کے لئے مکمل تباہی اور بربادی ہوا ——— صفحہ

⊗ گوتھا پروگرام ۱۸۷۵ء میں گوتھا کے مقام پر اتحاد کے جلسے میں اختیار کیا گیا تھا۔ اس جلسے میں جرمن اشتراکیوں کے دو فرقے، یعنی لاسال اور آئی سناکرس کے پیرو متحد ہو کر جرمنی کی مزدوروں کی سماجی جمہوریت پسند جماعت میں شامل ہو گئے تھے، جو پروگرام اس موقع پر اختیار کیا گیا تھا وہ ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک سمجھوتا تھا، اول الذکر نے پروگرام میں اپنی جدوجہد کے تمام نکتے شامل کر دیئے تھے: محنت کی ساری پیداوار مزدوروں کے لئے، اجرت کا آہنی قانون، ریاستی قرضی کی بنیاد پر پیداواری جماعتیں، متوسط طبقے کو "ایک پوری رجعت پسند جماعت" بتانا، یہ پروگرام سرکاری طور پر ۱۸۹۱ء میں ایرفرٹ کے مقام پر جماعت کے جلسے تک جاری رہا جب اس کے بجائے ایک نیا پروگرام (ایرفرٹ پروگرام) پیش کیا گیا۔

مارکس اور اینگلز نے گوتھا پروگرام پر بڑی سخت تنقید کی، اول الذکر نے توبریک کے نام ۵ مئی ۱۸۷۵ء کے خط میں، اور موخر الذکر نے ببیل کے نام ۲۸ مارچ ۱۸۷۵ء کے خط میں ——— صفحہ ———

⊗ "انھیں ہتھیار نہیں اٹھانے چاہئیں تھے" ——— دسمبر ۱۹۰۵ء کی مسلح بغاوت کے بارے میں پلیخانوف کے الفاظ "ایک سماجی جمہوریت پسند کی ڈائری" میں (۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء ——— صفحہ ———

NEW Zeit ⊗ کیوگل مان کے نام مارکس کے خطوط پہلی مرتبہ جرمن میں

(جلد۔ ۲ ۱۹۰۱-۲ء) میں شائع ہوئے تھے ـــــــ صفحہ ـــــــ

⊗ لینن کا اشارہ برن اشٹائن کی کتاب "ارتقائی اشتراکیت" کی طرف ہے، جرمن زبان میں یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۸۹۹ء میں اسٹٹ گارٹ میں شائع ہوئی تھی ـــــــ صفحہ ـــــــ

⊗ یہاں لینن کا اشارہ R. ـــــ S. کے رسالے "ویلونار ودا" کے شذرے کی طرف ہے جس کا نام "سرکاری اداروں کی از سر نو تشکیل اور جمہوریت" تھا (۱۱۳/۲۹ رجولائی ۱۹۱۷ء) ـــــــ صفحہ

⊗ پرودوں کے مقلدوں کے خلاف مارکس اور اینگلز کے مضامین اطالوی مجموعے "۱۸۷۴ء کے لئے جمہوری جنتری" میں شائع ہوئے تھے جرمن ترجمہ ۱۹۱۳-۱۴ء میں NEW ZEIT - میں شائع ہوا، مارکس کے مضمون کا عنوان "سیاسی بے پروائی" تھا، اور اینگلز کے مضمون کا عنوان "اقتدار کے اصول کے متعلق" ـــــــ صفحہ

⊗ ایرفرٹ پروگرام دوسری انٹرنیشنل کے زمانے میں مارکسیت کے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ باصول پروگرام سمجھا جاتا تھا، یہ پروگرام بہت دن تک R.S.D.L.P. سمیت ساری دوسری سماجی جمہوریت پسند جماعتوں کے لئے نمونے کا کام دیتا رہا، اسے از کار رفتہ گوتھا پروگرام (۱۸۷۵ء) کے بجائے، جو جرمن اشتراکیت کے دو رجحانات (لاسال اور آئی سناکر ہن والے) کے درمیان سمجھوتے کا نتیجہ تھا، ایرفرٹ کے مقام پر ۱۴-۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جرمن سماجی جمہوریت پسندوں کے جلسے میں اختیار کیا گیا تھا۔

پروگرام کا خاکہ کوتسکی نے تیار کیا تھا (اس نے اسے پہلے مزدور تحریک کے کئی نمایاں کارکنوں کے پاس بھیجا، اور منجملہ ان کے اینگلز کے پاس بھی اس خاکے کو پڑھ کر اینگلز نے بہت سے نوٹ لکھ لئے۔ اور

اور انھیں ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء کو کونسکی کو بھیج دیا۔ یہ نوٹ دس سال بعد NEW ZEIT (جلد ۲۰ ۱۹۰۱ء) میں "۱۸۹۱ء کے سماجی جمہوریت پسند پروگرام پر تنقید" کے نام سے شائع ہوئے۔ — صفحہ

⊗ "فرانس میں خانہ جنگی" کے ۱۸۹۱ء والے ایڈیشن میں اینگلز کا مقدمہ دیکھئے — صفحہ

⊗ یہاں اور اس سے آگے بھی لینن کے قلم سے ایک لغزش ہو جاتی ہے۔ تسیرے تیلی کی "تاریخی" تقریر ۲۲ جون کو نہیں بلکہ ۲۴ جون کو ہوئی تھی، اس تقریر کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے لینن کی کتاب "۱۹۱۷ء کا انقلاب" دیکھئے۔ — صفحہ

⊗ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اجرت کی ممکن شرحوں کے سلسلے میں لینن نے جو اعداد لکھے ہیں وہ ۱۹۱۷ء کے نصف آخر حصے کے کاغذ والے سکوں کے حساب سے ہیں "ریاست اور انقلاب" اگست ۱۹۱۷ء میں لکھی گئی تھی، جب کاغذ کے روسی سکے کی قیمت اس کی اصلی قیمت کے ایک تہائی سے بھی کم ہو گئی تھی — صفحہ

⊗ لینن کا اشارہ کارل مارکس کے مضمون "گوتھا پروگرام پر تنقید" کے روسی ترجمے کی طرف ہے — صفحہ

⊗ پہلی انٹرنیشنل (۱۸۷۲ء) کا ہاگ والا (پانچواں) جلسہ جس میں مارکس اور اینگلز شریک ہوئے تھے، باکونن کے پیرووں سے لڑنے میں صرف ہو گیا، وے ای آن کی تحریک پر جلسے نے ایک تجویز منظور کر لی جس کے مطابق، باکونن کے پیرووں کی رائے کے خلاف، سیاسی جدوجہد کی ضرورت تسلیم کر لی گئی، باکونن اور اس کے کئی مقلدین کو انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا۔ ہاگ کا جلسہ یورپ میں پہلی انٹرنیشنل کا آخری جلسہ تھا — صفحہ

⊗ "زاریا" ـــــ روسی سماجی جمہوریت پسندوں کا رسالہ تھا جو سنہ ۱۹۰۱-۲ء میں اسٹٹ گارٹ سے پلیخانوف، این لینن، ایکسل روڈ، مارتوف، زاسولیچ اور پوتریسوف کی ادارت میں شائع ہوتا تھا، اس رسالے کے صرف تین شمارے نکلے ۱ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء ۲-۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء ۴ اگست سنہ ۱۹۰۲ء ـــــ صفحہ

پیرس کے سنہ ۱۹۰۱ء والی پانچویں بین الاقوامی اشتراکی کانگریس اور ملیراں کے اصولوں پر کوتسکی کی جو تجویز کانگریس نے پاس کی تھی اس کے متعلق لینن کی کتاب "اسکرا کا دور" دیکھئے "زاریا" کے پہلے پرچے میں کانگریس کے بارے میں پلیخانوف کا ایک مضمون تھا جس کا نام پیرس کی آخری بین الاقوامی اشتراکی کانگریس کے بارے میں چند الفاظ" تھا ـــــ صفحہ

⊗ لینن کا اشارہ کوتسکی کی کتاب "سماجی انقلاب" ۱ سماجی اصلاح اور سماجی انقلاب ۲ سماجی انقلاب کے اگلے دن" کی طرف ہے جو برلن میں سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ روسی زبان میں یہ کتاب جینوا میں سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی، اور اسے لینن نے مرتب کیا تھا۔

اس ساری کتاب "ریاست اور انقلاب" میں لینن ہر جگہ غیر ملکی مصنفوں کے اقتباسات اصل کتابوں سے پیش کرتا ہے۔ اور ہر اقتباس کا ترجمہ اپنے آپ جرمن سے کر لیتا ہے۔ غالباً وہ موجودہ ترجموں سے مطمئن نہیں تھا ـــــ صفحہ

⊙ لینن کا اشارہ کوتسکی کی کتاب "طاقت کا راستہ، انقلاب میں سیاسی طور سے قابل غور باتیں" کی طرف ہے جو برلن میں سنہ ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ـــــ صفحہ

⊗ پانے کیک کے خلاف کوتسکی کا مضمون ،، نئی تدابیر،،
NEW ZEIT (جلد ۳۰ ۔ ۱۲-۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا تھا
صفحہ ______

ختم شد

۱ سوویٹ روس — پروفیسر کرامت اللہ صاحب — ۲ر

۲ سیاست کی پہلی کتاب — از پروفیسر محمد عاقل صاحب اُستاد جامعہ ملیہ دہلی — ۸ر

۳ اجتماعی زندگی کی ابتداء — " " " " " — ۱۴ر

۴ ہندوستان کا دیہی قرض — " " " " — ۸ر

۵ ہندوستان میں زراعت کا مسئلہ — از ڈاکٹر زین العابدین صاحب — ۸ر

۶ ہندوستان میں برطانوی حکومت — " " " — ۱۲ر

۷ ہندوستان میں دیہی صنعتیں — پروفیسر جے۔ سی۔ کارپا صاحب — ۸ر

۸ میری کہانی — از جواہر لال — حصہ اول ۵ر حصہ دوم ۸ر

۹ ممالک اسلامیہ کی سیاست — ۸ر

۱۰ مسلمانوں کا روشن مستقبل — از مولانا طفیل احمد صاحب — ۶ر

۱۱ شعلۂ طور — حضرت جگر مرادآبادی کے کلام کا مجموعہ — ۶ر

۱۲ انجمن ترقی اردو کی مشہور انگریزی سے اردو ڈکشنری — ۳۰ر

۱۳ پیام حریت — از محمد ظفر انصاری صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی — ۳ر

۱۴ محشر خیال — سجاد علی انصاری کے مجموعہ مضامین کا تیسرا ایڈیشن، زیر طبع

۱۵ آئینہ — جناب ارشد محمد مختار صاحب ایم۔ اے کے معیاری ڈراموں کا مجموعہ

۱۶ دیوان غالب — ۸ر

۱۷ انتخاب میر — ۸ر

۱۸ بچوں کا حالی — ۸ر

۱۹ بچوں کا اسمٰعیل — ۱۲ر

ہند کتاب گھر کلاں محل، دہلی سے طلب فرمائیے